صدائے عرشِ بریں

زیرِ سرپرستی: عاشقِ رسُول، شاہِ شاہاں، خواجۂ خواجگان، قطب العالم،
فقیرِ بے بدل، فقیرِ بے مثال، فقیرِ محمّدی، فقیرِ فانی فی اللہ باقی باللہ

حضرت خواجہ شاہ مُحمّد افضل

قادری چشتی (صابری نظامی)، قلندری المعروف افضل سرکار رحمۃ اللہ علیہ

فی سبیل اللہ

NOT FOR SALE

DATA ENTERED

صدائے عرشِ بریں

زیرِ سرپرستی: عاشقِ رسول، شاہِ شاہاں، خواجۂ خواجگان، قطب العالم

فقیرِ بے بدل، فقیرِ بے مثال، فقیرِ محمدی، فقیرِ فانی فی اللہ باقی باللہ

حضرت خواجہ شاہ محمد افضل

قادری چشتی (صابری نظامی) قلندری المعروف افضل سرکار رحمۃ اللہ علیہ

پبلشرز: حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ نوریہ ۶۱-۶۷، بلاک ۷/۸ اوورسیز ہاؤسنگ سوسائٹی۔ کراچی

Marfat.com

نام کتاب ______ صدائے عرشِ بریں 6

ترتیب و پیشکش ______ حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ، کراچی

ناشر ______ حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ، کراچی

تاریخِ اشاعت	تعداد
ذوالحجہ ۱۴۳۳ھ اکتوبر ۲۰۱۲ء	۳۰۰۰

297.04

109680

E-mail: arfeen@cyber.net.pk

Marfat.com

مناجات

اے اللہ کریم ! ہم گناہ گار و خطا کار ہیں۔ ہمیشہ تیری رحمت کے امیدوار ہیں اور مشکل سے مشکل گھڑی میں تجھے ہم نے پکارا، تو نے ہماری پکار اپنی رحیمی و کریمی کے صدقے میں اور وسیلۂ جلیلہ، اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قبول فرما کر ہمیں ہمیشہ اپنی رحمت سے نوازا اور اس مشکل سے نجات دی۔ تو کریم المعروف ہے، قدیم الاحسان ہے، حنّان و منّان و دیّان ہے، ذوالجلال والاکرام ہے اور عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور کُنْ فَیَکُوْن کی طاقت رکھتا ہے۔

تیری اس عاجز بندی نے ڈرتے ڈرتے "صدائے عرشِ بریں" کے عنوان سے اس موضوع پر اپنے مرشد شاہِ شاہاں، خواجۂ خواجگان، قطب العالم، فقیرِ بے بدل، فقیرِ بے مثال، فقیرِ محمدی، فقیرِ فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت خواجہ شاہ محمد افضل قادری، چشتی (صابری، نظامی)، قلندری المعروف "افضل سرکار" رحمۃ اللہ علیہ کے زیرِ سرپرستی یہ کتاب پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور اب یہ تیری بارگاہِ عالیہ میں نذر ہے۔ اسے شرفِ قبولیت عطا فرما۔ امیدوار ہوں تو مایوس نہیں فرمائے گا۔ کاش یہ تیری اور تیرے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشنودی کا باعث بنے۔ آمین ! جو جو میری خامیاں ہیں، اُن کو درگزر فرما۔

Marfat.com

میرے پاس کوئی عذر نہیں، صرف معافی کی طلبگار ہوں۔
اس کے پڑھنے والے کی حاجتیں اور مُرادیں پوری فرما۔ اُن کو دین کی بھلائی عطا فرما۔ اُن کو اپنی اور حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اور پنجتن پاکؑ کی محبّت عطا فرما۔ یا اللہ! جو شخص بھی حاجتمند ہے وہ اس کو پڑھنے تک ہی اپنے آپ کو محدود نہ کر لے بلکہ اس میں ایسا ذوق وشوق عطا فرما کہ وہ دین کے کسی عالمِ حق کے سامنے زانوئے ادب تہہ کر کے کلامِ پاک کے معانی اور تفسیر غور سے پڑھے۔ اس کے بعد اس کو توفیق عطا فرما کہ وہ تیری اور تیرے رسول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اطاعت کرے تیری دی ہوئی توفیق سے۔ محض اس نیّت سے کہ تُو اور تیرے حبیبِ پاک (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) اُس سے راضی ہو جائیں۔

دُعاگو اور دُعاجو
رابعہ ثانی

PANJAB UNIVERSITY LIBRARY

Marfat.com

اظہارِ تشکّر

میں اپنی اُن دینی بہنوں اور بھائیوں کی ممنون ہوں، جنھوں نے دامے، درمے، سخنے اس کام میں میری مدد کی۔ اے اللہ! اُن سب پر اپنے فضل و کرم کی بارش فرما اور انہیں ہر بلائے ناگہانی، آفت، مصیبت، پریشانی، بدنامی، بے عزتی، مُفلسی، محتاجی، بیماری، قرض داری، رُجعتِ دین، ذکر و فکر اور نماز سے غفلت، سے محفوظ فرما اور انہیں اس معاونت کا اجرِ عظیم عطا فرما! آمین

دُعاگو اور دُعاجو

رابعہ ثانی

Marfat.com

گزارش

اس تالیف میں اگر کہیں زیر، زبر یا کتابت کی کوئی غلطی نظر آئے تو اُسے از راہِ کرم اپنے قلم سے خود درست کر لیجئے گا۔ آپ کی بڑی نوازش ہو گی۔

دُعا گو اور دُعا جو
رابعہ ثانی

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	باب نمبر	تاریخ	عنوانات	صفحہ نمبر
1	باب (۱۳۲)	۳ ستمبر ۲۰۱۰ء	حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ	9
2	باب (۱۳۳)	۱۰ستمبر ۲۰۱۰ء	لیلۃ القدر ۲۷ر رمضان	31
3	باب (۱۳۴)	۱۷ر ستمبر ۲۰۱۰ء	حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ	53
4	باب (۱۳۵)	۲۴ر ستمبر ۲۰۱۰ء	یومِ ذوالفقار اور زمان کا خاتمہ	74
5	باب (۱۳۶)	یکم اکتوبر ۲۰۱۰ء	غفلت سے اپنی زندگی کو بچاؤ	93
6	باب (۱۳۷)	۸ر اکتوبر ۲۰۱۰ء	زندگی کی خوشی کے لئے	111
7	باب (۱۳۸)	۱۵ر اکتوبر ۲۰۱۰ء	فتنہ وہابیہ	129
8	باب (۱۳۹)	۲۲ر اکتوبر ۲۰۱۰ء	احادیث اور منکرانِ احادیث	148
9	باب (۱۴۰)	۲۹ر اکتوبر ۲۰۱۰ء	افضل سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ، اولاد کی پرورش	170
10	باب (۱۴۱)	۵ر نومبر ۲۰۱۰ء	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہٗ	186
11	باب (۱۴۲)	۱۲ر نومبر ۲۰۱۰ء	حضرت خواجہ شاہ محمد عارف رحمۃ اللہ علیہ	204
12	باب (۱۴۳)	۱۹ر نومبر ۲۰۱۰ء	حج بیعت اللہ شریف	219
13	باب (۱۴۴)	۲۶ر نومبر ۲۰۱۰ء	حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ	237
14	باب (۱۴۵)	۳ر دسمبر ۲۰۱۰ء	حضرت عبداللہ شاہ غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ	256

شمار نمبر	باب نمبر	تاریخ	عنوانات	صفحہ نمبر
15	باب (۱۴۶)	۱۰؍دسمبر ۲۰۱۰ء	حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ	273
16	باب (۱۴۷)	۱۷؍دسمبر ۲۰۱۰ء	عاشورہ	294
17	باب (۱۴۸)	۲۴؍دسمبر ۲۰۱۰ء	اسبابِ عروجِ یزید	313
18	باب (۱۴۹)	۳۱؍دسمبر ۲۰۱۰ء	کارکنانِ اللہ	331

۲۳ ستمبر ۲۰۱۰ء (۱۳۲)

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ

شروع اللہ کے بابرکت نام سے، اُس ذاتِ اقدس کے نام سے، جس کے ہاتھ میں سب کی جان ہے۔ جو نُورِ جہاں ہے اور جس نے دنیا کو محبّت کرنا سکھایا۔

درود و سلام محبّت کے اوّلین طالبِ علم پر، اُن پر جو گلاب کے ایک شگوفہ کی طرح نرم و نازک ہیں۔ لیکن جن کا عزم ایک چٹان کی طرح مضبوط ہے، وہ جو اللہ کے خوبصورت محبوب ہیں۔

سلام، رحمت اور برکتیں ہوں آپ سب کے لئے اور آپ کے پیاروں کے لئے۔ سلامتی ہو اللہ کے نبی کی اُمّت پر، اُن پر جو ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ جمیل کے لئے تڑپتے ہیں اور جو اُن کے پیارے ہیں۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار اپنی اُمّت

Marfat.com

سے فرمایا کہ "اگر آپ خود کو مؤمن کہلانا چاہتے ہیں، تو پھر آپ کو چاہیئے کہ دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ مجھ سے محبّت کریں۔ یعنی اپنے والدین، اپنے بچّوں، اپنے مال اور حتیٰ کہ اپنی جان سے بڑھ کر مجھ سے محبّت کریں۔" یہ ہے ایک مومن کا معیار۔

کیا ہوتا ہے جب آپ کسی سے سچّی اور گہری محبّت کرتے ہیں؟ آپ اپنے بارے میں سوچنا چھوڑ دیتے ہیں اور اپنے محبوب کو خوش کرنے کے لئے اپنی حد سے تجاوز کرتے ہیں، آپ کے شب و روز اسی کے خیالات کی نذر ہوتے ہیں۔ آپ کسی ایسے کام کی ہمت نہیں کرسکتے جس سے وہ ناراض ہو۔

اب اگر آپ ان لوگوں میں سے ایک ہیں، جو مذکورہ حدیث سُننے کے بعد ہمیشہ کہتے ہیں کہ "جی ہاں! اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میں اس پوری دنیا میں موجود ہر ایک سے زیادہ آپ سے محبّت کرتا ہوں۔" تو پھر مجھے بتائیے کہ آپ اپنے محبوب سے کتنے باوفا ہیں۔ کیا آپ وہ سب کرتے ہیں جو وہ آپ کو کرنے کے لئے کہتے ہیں۔ اور کیا آپ اُن سب چیزوں سے گریز

Marfat.com

کرتے ہیں، جو اُن کی ناراضگی کا باعث بن سکتی ہیں؟

خود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والا یا عاشقِ رسول کہلانے والے پر بھاری ذمے داریاں عاید ہوتی ہیں۔ ایک دنیا دار کو یہ ذمہ داریاں پابندی معلوم ہوسکتی ہیں مگر یہ پابندیاں درحقیقت نظم وضبط کا ذریعہ ہیں۔ اور اس نظم وضبط کے انعامات دنیا اور آخرت میں بہت ہی زیادہ ہیں۔

یہاں موجود آپ میں سے اکثر پیدائشی مسلمان ہیں۔ اس طرح آپ ابتدا سے ہی جو کچھ دیکھتے ہیں، اس کی اتباع کرنا آسان ہے۔ آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے لوگوں کے لئے خود کو بالکل ہی مختلف اسلامی طور طریقوں کے مطابق ڈھالنا کتنا مشکل رہا ہوگا۔ اُن کے باپ دادا جھوٹے خداؤں کے پجاری تھے۔ وہ پتھر سے تراشی ہوئی مورتیوں کے آگے جھکتے تھے اور اُن کے طور طریقے جہالیت کے تھے۔ اُن کے مذہب کی بنیاد خون ریزی اور فریب پر استوار تھی۔ سالہا سال سے یہ اُن کے طریقے تھے۔

جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن

Marfat.com

کے سامنے اللہ اکبر کہا تو پہلے تو وہ حیران ہوئے۔ اور پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ''سبحان اللہ'' تو وہ سخت غصہ میں آئے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ ''تمام قوتیں اللہ کے پاس ہیں اور... لا اِلٰہ اِلّا اللہ محمد رسول اللہ'' تو انہوں نے سخت ردِ عمل کا اظہار کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے اہلِ خانہ اور آپ کے صحابہ جانتے تھے کہ جو کچھ وہ کہہ رہے تھے، وہ سچ تھا اور اسی سچائی کی قوت نے انہیں استقامت بخشی۔

سچائی کی وہ روشنی اکثر دلوں میں داخل ہوگئی تھی اور دینِ اسلام کا نُور اس تیزی سے پھیلا کہ چند ہی سالوں میں پورا عربستان تبدیل ہوگیا تھا۔ وہ سر جو کئی خداؤں کے آگے جھکتے تھے، انہوں نے خدائے واحد کے آگے جھکنا سیکھ لیا۔ وہ زبانیں جو شروع سے ہی تلخ اور ناشائستہ الفاظ کہنے کی عادی تھیں وہ ہر ایک کے ساتھ شیریں اور مشفقانہ ہوگئی تھیں۔ وہ آنکھیں جو کبھی غصّے اور نفرت سے شعلہ بار ہوتی تھیں، اب پشیمانی اور خشیتِ الٰہی میں اشکبار ہوئیں۔ وہ دل جو انا اور حُبِّ

Marfat.com

دُنیا سے بھرے ہوئے تھے، اب آئینہ کی طرح شفاف ہوگئے تھے۔ اور ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس چمکتا تھا۔

جب آپ کوئی شے بڑی جدوجہد اور تکلیف سے حاصل کرتے ہیں، تو آپ اُس کی زیادہ قدر کرتے ہیں اور اس کا خاص خیال رکھتے ہیں کہ وہ چیز آپ کے ہاتھ سے نکل نہ جائے۔ لیکن کبھی جب آپ کو چیزیں بغیر کوشش کے ملتی ہیں، تو آپ اُن کی حقیقی قدر نہیں کرتے ہیں اور ان کو معمول کے مطابق لینا شروع کرتے ہیں۔

آپ نے حصولِ تعلیم کے لئے جدوجہد کی ہوگی، اپنے پیشے کے لئے کی ہوگی، یا اپنے گھرانے کے لئے کی ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ ان تمام چیزوں کی قدر آپ کو آپ کے دین سے زیادہ ہے جو آپ کو بغیر کسی کوشش کے ملا ہے۔ دُنیا کے اکثر لوگ ایسے ہی ہوگئے ہیں۔ لیکن اب بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جن کی پہلی ترجیح دین ہے۔ وہ اپنے اعمال میں بہت محتاط ہیں اور اپنے نفس کے خلاف برسرِ پیکار ہیں۔ اس جدوجہد کے باعث وہ دل کی پاکی اور

Marfat.com

سکینت کی قدر کرتے ہیں، جو انہوں نے اس زبردست کوشش کے بعد حاصل کی ہے۔

ہمیشہ یاد رکھیئے کہ یہ زمان کے خاتمے کا دور ہے' یعنی وہ وقت جس میں زمین اپنے مشکل ترین دور سے گزر رہی ہے۔ ہر طرف شیطانیت کا راج ہے شیطان اور اس کے چیلے کمزور دلوں سے ایمان چھیننے میں مصروف ہیں۔ ایسے وقت میں اللہ کی خاطر کی ہوئی کوئی بھی نیکی اور اچھے کام کی قدر و اہمیت بہت زیادہ ہے، اور ان کے وزن میں اضافہ جتنا اللہ چاہے کر سکتا ہے۔

اس لئے ایسا نہ کہیں کہ ''اگر میں اللہ کا عاشق بننا چاہوں تو نہیں بن سکتا، کیوں کہ میرے پاس ان ساری نفلی عبادات کے لئے وقت نہیں ہے'' اچھے کام کرنے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیں، حتیٰ کہ کوئی چھوٹی سی نیکی جیسا کہ راستے سے کوئی پتھر ہٹانا، اس میں بھی بڑا ثواب ہے۔ کسی سے چند مہربانہ الفاظ بولنا، اپنے غصّے پر قابو رکھنا، اپنے نفس کا سختی سے محاسبہ کرنا، یہ سب خوبصورت عبادتیں ہیں، جن سے آپ اپنے

Marfat.com

اللہ کے آگے سرخرو ہو سکتے ہیں۔

یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور یہی راہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے اور آپ کے صحابہ نے بھی دکھائی تھی۔ ان میں سے ہر ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا عاشق تھا۔ اور وہ جانتے تھے کہ اس محبّت کے لئے کیسی قربانی دی جائے۔ انہوں نے اپنا سب کچھ، یعنی اپنا مال، اپنی آل، اپنی جان سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ پر قربان کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آفتابِ معرفت اور باقی سب نُور تھے جو اس آفتاب سے پھوٹے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آسمانِ شب کے دمکتے چاند تھے اور باقی سب ان کے اطراف چمکتے ستارے تھے۔

اُن ستاروں میں سے ایک ستارہ چاند کے بہت قریب تھا۔ وہ نہ صرف قریب تھا بلکہ اُسے قطب کا ستارہ بھی کہا جاتا ہے۔ جو راہ گم کردہ لوگوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قطبی ستارہ تھے، جو وقت کے خاتمہ تک برقرار رہے گا۔

Marfat.com

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیت العلم کا دروازہ ہیں اور روحانی دنیا کے امیرِ اعظم ہیں۔ کون اس عرفان اور بصیرت کی گہرائی کو جان سکتا ہے، جو اس مقدس دل میں ڈالی گئی تھی۔ اور کون ہے جو اس بہادری اور شجاعت کا ادراک کر سکتا ہے، جو اس متبرک دل کو عطا کی گئی ہے۔

آپ شاہِ مرداں، شیرِ یزداں، قوتِ پروردگار، شاہِ ولایت، حیدرِ کرّار، لافتیٰ الا علی لاسیف الا ذوالفقار، اسداللہ، سیدنا علی مرتضیٰ ابن ابوطالب ہیں جو بچّوں میں اسلام قبول کرنے والے اوّلین تھے آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے چچا زاد بھائی اور داماد تھے۔

آپ کرم اللہ وجہہ کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی تھی۔ آپ کرم اللہ وجہہ امیر المومنین اور امام المتقین تھے۔ آپ کرم اللہ وجہہ شیرِ خدا اور مشکل کشا بھی تھے۔ آپ کرم اللہ وجہہ وہی تھے جن کے "اللہ اکبر" کی ایک للکار سے درو دیوار لرز اُٹھتے تھے۔ آپ کرم اللہ وجہہ وہی تھے جنہوں نے تلوار کو لڑنا سکھایا اور جنہوں نے اس حدیثِ قدسی

کی سچائی دکھائی جس میں فرمایا ہے کہ:

"جب کوئی مومن اپنی ان مذہبی ذمے داریوں کے ساتھ جو اللہ نے اُسے سونپی ہیں، اللہ کے قریب جاتا ہے، تو اللہ کا بندہ اس کے قریب تر ہوتا جاتا ہے اپنی نفلی کارگزاریوں کے ساتھ، تاکہ اللہ اُس سے محبّت کرے۔"

جب اللہ اُس سے محبّت کرتا ہے تو اللہ اُس کی سماعت بن جاتا ہے جس سے وہ سُنتا ہے، اُس کی بصارت بن جاتا ہے، جس سے وہ دیکھتا ہے، اُس کے ہاتھ بن جاتا ہے جس سے وہ حملہ کرتا ہے، اور اُس کے پیر بن جاتا ہے جس سے وہ چلتا ہے۔"

یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی تھے، جنہوں نے بابِ خیبر کو اکھاڑا اور جن کی تلوار کبھی جنگِ اُحد میں اور کبھی میدانِ بدر میں چمکتی تھی۔ آپ کرم اللہ وجہہ کی شمشیر برہنہ کبھی غزوۂ تبوک میں چمکی اور کبھی یہ غزوۂ خندق میں کفار پر پڑی۔

آپ کرم اللہ وجہہ وہی تھے، جو اپنے محبوب رسول کے بستر پر اس رات اپنی جان کی پرواہ کئے

Marfat.com

بِنا سوئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی تھی ۔ قیامت تک کوئی ماں ایسے فرزند کو جنم نہیں دے گی، جن کی جائے پیدائش کعبہ تھی، اور جن کی شہادت گاہ ایک مسجد تھی ۔

جس وقت شیرِ خدا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ولادت ہوئی، تو انہوں نے اس وقت تک آنکھیں نہیں کھولیں جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم تشریف نہ لائے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے نومولود بچے کو پہلا غسل دیا اور پھر اپنی زبانِ مُبارک اس کے مُنہ میں دے دی ۔

یہ تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ جن کو رسولِ ہاشمی اپنا اہلِ بیت کہتے تھے، اور جنہیں وہ اپنی جان کہتے، تھے ۔ جن کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ:

"ہم علم کا شہر ہیں اور علی اس کا دروازہ
ہم حکمت کا شہر ہیں اور علی اس کا دروازہ
ہم جس کے مولیٰ ہیں علی بھی اس کے مولیٰ ہیں ۔ علی ہم سے ہیں اور ہم علی سے ہیں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو بتلا دیا کہ کس

Marfat.com

طرح وہ اوران کے پیارے حضرت علی کرم اللہ وجہہ
ناقابلِ تقسین ہیں "علی کا خون میرا خون ہے، میرا اور
علی کا نور ایک ہے۔ علی قرآن کے ساتھ اور قرآن علی
کے ساتھ تم میرے لئے ایسے ہو جیسے ہارون اور موسیٰ، مگر
میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ تم میری اُمت کے امام اور
ولی ہو۔ وہ جھوٹا ہے جو ہمارے ساتھ جنت کا وعدہ
کرتا ہے اور تمہارے ساتھ نہیں کرتا۔ تم ہم میں سے ہو
ہم تم میں سے ہیں۔ تمہارا گوشت میرا گوشت، تمہارا
خون میرا خون اور تمہارا بھید ہمارے بھید سے ہے تمہارا
اعلان ہمارا اعلان ہے"۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل کون بیان
کرسکتا ہے؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اللہ کی تیغِ سلول
ہیں۔ مردِ مقبول ہیں، نفسِ رسول ہیں، زوجِ بتول
ہیں۔ حضرت علی کی محبت جانِ ایمان ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ
کی محبت معرفت کی جان ہے۔

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے
وقت تمام صحابۂ کرام نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے
ہاتھ پر بیعت کی۔ اگرچہ کچھ صحابی ایسے بھی تھے جنہوں

نے بیعت نہیں کی، جن میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ سال ۳۶ ہجری کو ان دو صحابہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لیا اور ان کے ہمراہ کچھ دوسرے مسلمان بھی ساتھ چلے۔

وہ پہلے مکہ گئے اور پھر وہاں سے بصرہ پہنچے۔ وہاں انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا قصاص طلب کیا۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اس کا علم ہوا تو وہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ عراق روانہ ہوئے، جہاں دونوں فریقوں کے درمیان جنگِ جمل ہوئی۔

اس جنگ میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور تقریباً تیرہ ہزار مسلمانوں کی جانیں ضائع ہوئیں۔ کچھ دن بصرہ میں قیام کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوفہ کے لئے روانہ ہوئے۔

جب امیر معاویہ کو اس کی اطلاع پہنچی، تو وہ ایک بڑی فوج کے ساتھ آئے۔ اور ۳۷ ہجری میں صفین کے مقام پر دونوں افواج کے درمیان جنگ

Marfat.com

ہوئی۔ عمرو بن عاص امیر معاویہ کی طرف سے لڑائی میں حصہ لے رہے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فوج نے میدان میں غلبہ حاصل کر لیا ہے، تو انہوں نے ایک چال چلی۔

انہوں نے اپنے تمام سپاہیوں سے کہا کہ وہ اپنے نیزوں پر قرآن کو باندھ لیں، تاکہ لڑائی کچھ دیر کے لئے رُک جائے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ چال کو سمجھ گئے، اور اپنی فوج کو لڑائی جاری رکھنے کو کہا۔ لیکن آپ کرم اللہ وجہہ کے فوجی قرآن کے باعث ہچکچائے اور لڑنے سے انکار کر دیا۔

چنانچہ جنگ رُک گئی اور دونوں فریقوں نے اپنے اپنے حَکم مقرر کر دیئے۔ حضرت موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے اور عمرو بن عاص امیر معاویہ کی طرف سے حَکم تھے۔ دونوں نے اس پر اتفاق کیا کہ اگلے سال چند معتبر مسلمان مل بیٹھ کر ایک میثاق تحریر کریں گے۔ تاکہ مسلمان آپس میں لڑنے سے گریز کریں۔

دونوں سالاروں نے یعنی حضرت علی کرم اللہ

Marfat.com

وجہہ اور امیر معاویہ نے اس پر اتفاق کیا اور واپس لوٹ آئے۔ امیر معاویہ شام گئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوفہ تشریف لے گئے۔ بدقسمتی سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فوج میں کچھ لوگوں نے اس سے اتفاق نہیں کیا۔ اس گروپ کو خوارج کہا جاتا تھا۔ انہوں نے چوتھے خلیفہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ماننے سے انکار کر دیا۔

اس کا سبب انہوں نے جو پیش کیا وہ یہ تھا کہ وہ اللہ کے سوا کسی اور کا حکم نہیں مانیں گے۔ وہ اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان کے ساتھیوں پر کفر کے الزامات بھی لگائے انہوں نے کھلے عام کہا کہ: "اے علی (کرم اللہ وجہہ) آپ نے اللہ کے دین میں لوگوں میں سے ایک کو حکم بنایا جب کہ واحد حکمت اللہ کی ذات ہے۔ اور یہ تو قرآن میں بھی ہے کہ: "ان الحکم الا اللہ (یا اللہ)

اسی بنا پر انہوں نے اُن مسلمانوں کے خلاف ایک فوج تیار کی جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حامی تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس مسئلہ کو پُرامن

طریقے سے حل کرنے کی کوشش کی لیکن بے لچک خوارج نہیں مانے۔ معاملہ کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ کو روانہ کیا، جنہوں نے جاکر باغیوں کے اس گروہ کو شکست دی۔ بچے کھچے باغیوں نے بھاگ کر نہروان میں پناہ لی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نہروان میں بھی ان کا تعاقب کیا جس کے نتیجے میں خوارج کی ایک بہت بڑی تعداد ماری گئی۔

سال ۳۸ ہجری میں حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ، عمرو بن العاص اور دیگر بہت سے صحابی ایک جگہ اکٹھے ہوئے۔ عمرو بن عاص نے حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے گرما گرم بحث کی اور انہیں اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلافت سے ہٹا کر امیر معاویہ کو خلیفہ بنائیں۔

اس سے لوگوں میں بڑے پیمانہ پر اختلاف پیدا ہوا، ان میں سے کچھ امیر معاویہ کے پاس گئے اور دوسرے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس چلے گئے۔

ادھر نہروان کی لڑائی کے بعد خوارج نے حضرت علی

Marfat.com

کرم اللہ وجہہ، امیر معاویہ اور عمرو بن العاص کے خلاف ایک منصوبہ تیار کیا۔ اس منصوبہ پر عمل درآمد کے لئے انہوں نے اپنے گروہ میں سے تین بدبختوں کا چناؤ کیا۔

عبدالرحمٰن بن ملجم کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قتل کے لئے چنا گیا۔ وہ اس کام کے لئے کوفہ پہنچا۔ اور وہاں اس نے ایک ہزار درہم کی ایک تلوار خریدی، جس کو اس نے زہر میں بجھایا۔

ابنِ ملجم بدبخت نے کوفہ میں قیام کیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس آنا جانا شروع کیا۔ تاکہ حالات کا جائزہ لے سکے۔ یہ ۱۷ رمضان ۴۰ھ ہجری کی صبح تھی۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نیند سے بیدار ہوئے، آپ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: "میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ میں نے اُن کو بتایا کہ: "یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے آپکی اُمت کے ہاتھوں سے بہت زحمت اٹھائی ہے"۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "اُن کے لئے

Marfat.com

اللہ سے دُعا کریں"۔

میں نے اللہ کی بارگاہ میں دُعا کی کہ:" اے اللہ! تو مجھے ان لوگوں کے بدلے اچھے لوگ دے اور اُن کے لئے میرے بدلے وہ شخص دے جو مجھ سے بدترین ہو"۔

جس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے فرزند حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو یہ خواب سُنا رہے تھے، تو عین اسی وقت مؤذن ابنِ نبّاہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے نماز کی امامت کی درخواست کی۔ تو اس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے گھر سے باہر نکلے اور حسبِ معمول راستے میں لوگوں کو جگانے اور نماز میں شریک ہونے کے لئے آواز دیتے رہے۔

یہی وہ لمحات تھے کہ ابنِ ملجم نے گھات لگا کر شیرِ خدا کی پیشانی پر اپنی تلوار سے وار کیا۔ یہ فجر کا وقت تھا اور لوگ نماز پڑھنے جا رہے تھے کہ انہوں نے یہ سانحہ ہوتے دیکھا۔ انہوں نے ابنِ ملجم کو پکڑ کر قابو کر لیا۔

Marfat.com

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا زخم خاصا گہرا تھا۔ آپ کرم اللہ وجہہ دو روز تک زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا رہے۔ پھر ۲۳ر رمضان کو اللہ نے آپ کو جامِ شہادت پیش کیا؛ جو آپ کرم اللہ وجہہ نے امرِ الٰہی کے مطابق نوش فرمالیا۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پہلے سے معلوم تھا کہ اُن کا قاتل کون ہوگا۔ آپ کرم اللہ وجہہ جب بھی ابنِ ملجم کو دیکھتے تو فرماتے: "یہ بدبخت اس وقت کے انتظار میں ہے کہ جب یہ میری داڑھی کو میرے خون سے رنگ دے"۔ طبری میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ "اس پوری دنیا میں دو ایسے آدمی ہیں جو سب سے زیادہ بدبخت ہیں، ایک وہ کہ جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو مار ڈالا تھا، اور دوسرا وہ جو تمہارے سر پر اپنی تلوار سے وار کرے گا"۔

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سر پر رکھ کر فرمایا:

"اس وقت تک کے لئے جب وہ تمہاری داڑھی کو تمہارے سر کے خون سے رنگ دے"۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی حیاتِ مبارکہ میں کیسے تھے، اس کے بارے میں آپ نے کئی روائیتیں سُنی ہوں گی۔ لیکن جب کسی شخص کے اپنے دشمن بھی ان کی نیکیوں کا اعتراف کریں تو اس کے معنی ہیں کہ اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ اس شخص کی شخصیت بے داغ ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کردار کی بہترین تصویر کشی آپ کے ساتھی عدی بن حاتم نے کی۔ جب وہ اس کا تذکرہ امیر معاویہ سے کر رہے تھے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ امیر معاویہ یا ان کا کوئی ساتھی اس سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ انہوں نے کہا کہ:

"حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہمیشہ حق و عدل کی بنیاد پر بات کرتے ہیں۔ اور جب کبھی کسی مقدمہ میں اپنا فیصلہ سُناتے ہیں تو وہ ہمیشہ عدل وانصاف کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ حکمت اُن کے پہلوؤں سے نکلتی ہے اور علم اُن کے اِردگرد سے پھوٹتا ہے۔

دنیا اور اس کی رنگینیوں سے اُن کو دہشت اور گھبراہٹ ہوتی ہے اور رات کی تاریکی ان کو سکون بخشتی ہے۔ آپ وہ ہیں جو آنسو بہت بہاتے ہیں اور جو فکر زیادہ کرتے ہیں۔ آپ جب اکیلے ہوتے ہیں تو اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہیں۔ آپ کو سادہ غذا اور سادہ لباس پسند ہیں۔ آپ اپنے لئے کوئی اعزاز پسند نہیں کرتے۔ جب آپ لوگوں سے ملتے ہیں تو ایک عام آدمی کی طرح ملتے ہیں۔ آپ اہلِ دین کا احترام کرتے ہیں اور مساکین سے محبت فرماتے ہیں۔''

کوئی بھی بڑا آدمی خود کو ان سے بچا نہیں سکتا۔ اگر وہ کسی کمزور سے ظلم زیادتی کرتا ہو۔ اور کوئی بھی کمزور یا عمر رسیدہ شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے انصاف سے مایوس نہیں ہوتا۔ ایک رات میں نے ان کو مسجد میں دیکھا۔ رات کافی ہو چکی تھی

Marfat.com

لیکن آپ ابھی تک محراب کے اندر کھڑے
تھے۔ آپ کی ریش مبارک اشکوں سے
تر بتر تھی ۔ اور آپ کی بے قراری کی کوئی
حد نہ تھی۔ آپ ایک مصیبت زدہ اور
غمگین آدمی کی طرح رو رہے تھے اور فرماتے
جاتے تھے "اے دنیا! کیا تم میرے نزدیک
آسکتی ہو ؟ یقیناً نہیں ، میں نے تمہیں تین
طلاقیں دی ہیں ۔ اب تم کبھی بھی میرے
پاس نہیں آؤ گی"۔

اے اُمتِ محمدی! یہ تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ
اس دنیا میں ۔ آپ کرم اللہ وجہہ اپنے رسول کا حقیقی
عکس تھے ۔ اس تارے کی طرح جو رات کی تاریکی میں
بہت چمکتا ہے ۔ اس قطبی ستارے کی طرح جو گم شدہ
لوگوں کی رہنمائی کرتا ہے ۔ کون ہے جو آپ کی نیکیوں
آپ کے حسن اور آپ کی پارسائی کو بیان کر سکے ۔

ہدایت و اتباع کے لئے اسلام کے امام الاولیاء
کی حیاتِ طیبہ ہر ایک کے لئے موجود ہے ۔ اس میں
کوئی شک نہیں کہ سچائی ہمیشہ جھوٹ کے خلاف لڑے

گی، روشنی اندھیرے کو ہمیشہ ختم کرتی ہے اور حق ہمیشہ باطل کے خلاف سینہ سپر ہوتا ہے۔

تمام روحانی سلسلے مولا علی کرم اللہ وجہہ سے شروع ہوتے ہیں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی میں ان سب کی نگرانی فرماتے ہیں۔ آپ کرم اللہ وجہہ اپنے وقت میں روشنی کا مینار تھے اور وقت کے خاتمے تک اور اس کے بعد بھی آپ کرم اللہ وجہہ ایسے ہی رہیں گے۔

سلام، اے نورِ محمدی کے حسین نور!

سلام، اے سیدنا فاطمہ الزہرا بتول کے خوبصورت زوج!

سلام، اے حسن و حسین کے خوبصورت والد!

سلام، اے امتِ محمدی کے عالی مقام امام!

خدا کرے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عاشق کی حیاتِ مبارکہ سے مستفید ہوں۔

آمین!

Marfat.com

۱۰ ستمبر ۲۰۱۰ء (۱۳۲)

لیلۃ القدر ۲۷ رمضان

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو رحم والا ہے۔ جو قوی المتین ہے اور جو رؤف الرحیم ہے۔ یہ وہی واحد ذات ہے جس نے انسان کو خون کے ایک لوتھڑے سے پیدا کیا اور پھر اسے اس دنیا میں اپنا نائب مقرر کیا۔ بے شک اللہ دانا اور حکیم ہے، وہ علیم الحکیم ہے۔

درود وسلام رحمۃ اللعالمین پر، اللہ کے برگزیدہ عبد پر، ان پر جن کی جبین چاند کی طرح روشن ہے اور جن کی آنکھوں میں نورِ الٰہی ہے۔

سلام، رحمت اور برکتیں ہوں آپ سب پر اور آپ کے پیاروں اور گھرانوں کے لئے۔ سلامتی ہو اللہ کے اُن تمام عبدوں کے لئے، جن کی پیشانیوں پر اُن کے خالق کے آگے جھکنے کے نشان ہیں۔

Marfat.com

کیا کوئی اندازہ لگا سکتا ہے کہ یہ دنیا کتنی پُرانی ہے؟ یہ کتنے عرصے سے سُورج کے گرد گھُوم رہی ہے؟ اور کب سے یہ دن اور راتیں گھڑیوں کے کانٹوں کو حرکت دے رہی ہیں؟ آپ کے حساب سے یہ عرصہ لاکھوں سال پر محیط ہو سکتا ہے۔ لیکن عرش والوں کے لئے تو یہ عرصہ بہ مشکل تمام چند لمحوں کا ہے۔ آپ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ دونوں جہانوں کے وقت میں کتنا فرق ہے۔ اُس دنیا کا ایک دن ہماری دُنیا کے تخمیناً ...ا دن کے برابر ہو سکتا ہے۔

یہ تناسب فقط آپ کے تخمینہ کے لئے ہے مگر حقیقت میں آپ کس طرح ابد کو ناپ سکتے ہیں؟ یا ابد کا موازنہ دنیاوی وقت سے کس طرح کر سکتے ہیں؛ یہ تو ایسا ہی ہے کہ جیسے آپ ایک قطرے کو بحرِ بیکراں سے ناپ رہے ہوں۔ آپ اس سمندر میں چاہے کتنی ہی گہرائی میں اُتریں، آپ اس کی انتہا کو نہیں پہنچیں گے۔

دونوں جہانوں میں زندگی کچھ اسی طرح ہے اِس دُنیائے فانی میں آپ کی زندگی اس قدر بے اعتبار اور

Marfat.com

مختصر ہے کہ کوئی بھی نہیں کہہ سکتا کہ وہ یہاں اپنی مرضی سے کب تک رہ سکتا ہے ۔ مگر دوسری دنیا میں آپ کی زندگی کی کوئی انتہا نہیں ۔ آپ وہاں عمر کے اعتبار سے بڑے نہیں ہوتے، بلکہ درحقیقت آپ کی ترقی قربِ الٰہی کے مقامات کے حصول سے ہوتی ہے۔

یہ دونوں دُنیائیں ایک دوسرے سے یکسر مختلف ہیں ۔ اس دنیا کی زندگی بہت ہی قلیل ہے اور یہ آسان بھی نہیں ہے ۔ آپ اپنی مرضی سے پیدا نہیں ہوتے، آپ اپنے والدین یا خاندان کا انتخاب خود نہیں کرتے۔ آپ کے حالات بھی آپ کو جزوی طور سے آپ کے مقدر کے حساب سے دیئے جاتے ہیں ۔ یا کبھی کبھی وہ آپ کے اپنے کیئے کی وجہ سے ہو جاتے ہیں ۔

اس دنیا میں بدبختیاں ، بیماریاں ، حادثات اور افلاس رونما ہو سکتے ہیں ۔ یہاں ناانصافی، ظلم و ستم اور دوسروں کے لئے بے حسی بھی ہو سکتی ہے ۔ بالکل اسی طرح قدرت بھی آپ کے خلاف آفات کے ذریعے مشکلات پیدا کر سکتی ہے ، جیسے کہ زلزلے ، طوفان سیلاب ، یا شدید بارشیں ۔

تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ زندگی اس دنیا میں بہت ہی کٹھن ہے لیکن دوسری دنیا کا نقشہ ہی کچھ اور ہے۔

آپ اُس دنیا میں اُس وقت داخل ہوتے ہیں جب اس دُنیا میں آپ کی زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن وہاں آپ کے ساتھ کیا ہوگا، اس کا دارومدار مکمل طور پر اس دنیا میں آپ کے کئے ہوئے اعمال پر ہے۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی ابدی زندگی کا انحصار زیادہ تر آپ کی اُس مرضی پر ہے جس کا اظہار آپ نے اس فانی دنیا میں کیا ہوگا۔ اللہ نے آپ کو دو مختلف راستے دکھلائے ہیں۔ ایک روشنی کا راستہ ہے اور دوسرا تاریکی کا۔

اب آپ کون سا راستہ اختیار کرتے ہیں، یہ آپ کی اپنی مرضی ہے۔ اللہ نے یہ بھی آپ پر صاف واضح کر دیا ہے کہ جو بھی راستہ آپ اختیار کرتے ہیں، وہ آپ کی آخرت کی زندگی پر براہِ راست اثر انداز ہوگا، کیوں کہ روشنی کا راستہ آپ کو سیدھا جنت تک لے جاتا ہے اور تاریکی کا راستہ آپ کو ابدی غموں والی جگہ تک لے جائے گا۔

Marfat.com

تو آخرت کی زندگی میں جو حالات بھی آپ کو درپیش ہوں گے، وہ سراسر آپ کے اپنے کئے ہوئے کا نتیجہ ہوں گے۔ جونہی آپ ابدی زندگی میں داخل ہوں گے، آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ وہاں کوئی تفریق کوئی ظلم اور کوئی ناانصافی نہیں ہے۔

اس دنیا میں اللہ آپ کو وہی دیتا ہے، جو آپ طلب کرتے ہیں، اگر آپ نے اپنے شب و روز جنت کے لئے گزارے ہیں، تو وہاں اللہ کی جنت آپ کی منتظر ہوگی۔ لیکن اگر آپ نے اس دنیا میں اللہ کے عذاب کو دعوت دی ہوگی، تو ظاہر ہے کہ وہی اُس دُنیا میں آپ کے لئے منتظر ہوگی۔ یہ تو بس اس فصل کی طرح ہوگی، جس کا بیج آپ نے بویا ہے۔

اگر آپ نے اس دنیا میں کانٹے اور جھاڑیاں اپنے لئے بوئی ہیں، تو قدرتی بات ہے کہ آپ ان کی جگہ غلہ اور میوہ جات کس طرح پائیں گے؟ اگر آپ اس دنیا میں اپنے اعمال میں سانپ اور بچھو جمع کرتے رہے ہیں، تو پھر بے شک دوسری دُنیا میں صرف یہی چیزیں آپ کے ساتھ جائیں گی۔

Marfat.com

جو کچھ یہاں کہا جا رہا ہے، اگر آپ اُس کا خلاصہ یا جوہر لے لیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آخرت کی زندگی آسان یا مشکل فقط آپ کے اپنے انتخاب سے ہوسکتی ہے۔ لیکن یاد رکھئے کہ یہ انتخاب اس وقت آپ کے پاس باقی نہیں رہے گا جب آپ اپنی ابدی آرام گاہ میں داخل ہو رہے ہوں گے۔

یہ تو صرف اس دنیا میں آپ کے پاس ہے، یعنی اس کے بعد کا انتخاب کہ آیا آپ جنت یعنی خوشی چاہتے ہیں یا جہنم جو آپ کی اُخروی زندگی میں ابدی دکھ ہے۔

یہ موضوع آپ کے سامنے بار بار پیش کیا گیا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ اسی طرح کی باتوں سے صفحات کے صفحات بھر دیئے گئے ہیں، جو صدیوں سے ارواحِ مقدسہ کی زبانوں سے ادا ہو رہی ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے آپ سب انہیں سُنتے تو ہیں مگر آپ میں سے فقط چند ہی ایسے ہیں جو حقیقت میں انہیں جذب کرتے ہیں۔

آپ اس کی تصویر کشی اس طرح کر سکتے ہیں کہ جیسے ایک شخص ایک بڑا سا ڈھول اپنے کاندھوں پر

Marfat.com

اٹھائے ہوئے ہے۔ وہ دن رات اس ڈھول کو پیٹ رہا ہے اور ہر ایک کو آنے والے خطرے سے خبردار کر رہا ہے، جو ہر ایک کے سر پر منڈلا رہا ہے لیکن وہ شور یا انتباہ کے الفاظ بھی کسی کے کانوں میں نہیں پہنچتے۔

ایسا بھی نہیں کہ وہ خوفزدہ نہیں یا وہ نہیں جانتے۔ ہو سکتا ہے کہ انہیں بخوبی علم ہے کہ کیا کہا جا رہا ہے مگر ان کے دل کی حرص انہیں اس دنیا کی آسائشوں سے دست بردار ہونے سے روکتی ہے۔ یہ یہی لالچ اور اللہ پر کمزور ایمان ہے جو ان کی آنکھوں پر پردہ ڈالے ہوئے ہیں۔ جس سے وہ اندھے بہرے ہیں اور ان کے دل بے حسی کا شکار ہیں۔

آج کا انسان کتنا بدنصیب ہے، کتنا احمق ہے، اس کا دل، اور کتنے ناشکرے ہیں اس کے اعمال! اللہ سب سے زیادہ رحم والا اور معاف کرنے والا ہے۔ اس کی رحمت، اس کی عطا کی کوئی انتہا نہیں — ان سب کے لئے جو اس سے مانگتے ہیں، طلب کرتے ہیں۔

جب آپ کسی ایسے شخص سے ملتے ہیں جو بڑی

Marfat.com

مشکل میں گرفتار ہو، تو آپ کو آسانی سے، اس کی بے چارگی اور بے بسی نظر آئے گی۔ آپ جانتے ہیں کہ اگرچہ اس کی مشکلات اس کی اپنی پیدا کردہ ہیں، لیکن اب وہ اپنے کئے پر شرمندہ ہے۔ یہ شخص آپ کے پاس مدد کے لئے آتا ہے۔ وہ آپ سے اس مصیبت سے نکلنے کے لئے کہتا ہے، تو کیا آپ کا دل اس کے لئے نرم نہیں ہوگا اور آپ اس کی مدد نہیں کریں گے؟

اللہ کی صفت ''الرحیم'' آپ کے دل میں جذبۂ رحم ڈال دے گی۔ دنیا میں زیادہ تر ایسا ہی ہو رہا ہے۔ اگر دلوں میں رحم نہ ہوتا، تو آپ صدیوں پہلے ایک دوسرے کو مار چکے ہوتے۔ اللہ کی الوہی صفات جو اس دنیا میں موجود ہیں، یا جو اس زمین پر ہر وقت برستے رہتے ہیں۔ یہ تو اس کی رحمت کا محض ایک قطرہ ہیں۔ یہ تو فقط ایک فی صد ہے جو دنیا پا رہی ہے۔ باقی ۹۹ فیصد اللہ کے پاس ہے۔ جس کا مشاہدہ وہ آپ کو محشر کے دن کرا دے گا۔

اللہ یقیناً غفور الرحیم ہے۔ وہ نہایت مہربان اور بہت ہی کرم کرنے والا ہے۔ کیا یہ وہی نہیں ہے جس

Marfat.com

نے آپ کو خون کے ایک لوتھڑے سے پیدا کیا، آپ کو والدین سے نوازا، جنہوں نے آپ کی نگہداشت کی، جب آپ ابھی بے بس معصوم بچے تھے؟

کیا یہ وہی نہیں جو آپ کو غذا، پانی اور سائبان فراہم کرتا ہے؟ ذرا اپنے اطراف نگاہ ڈالیں کیا آپ کو اس کی رحمت میں کوئی کمی نظر آتی ہے؟ ہر روز سورج آپ کے لئے طلوع ہوتا ہے اور دن بھر آپ کے لئے کام کرتا ہے۔ ہر شب چاند نکل آتا ہے اور اپنی ٹھنڈک آپ پر رات بھر برساتا ہے۔

جب آپ میں سے کوئی بیمار ہو جاتا ہے، تو یہ وہی تو ہے جو آپ کو شفا دیتا ہے۔ جب آپ میں سے کوئی بھوکا ہوتا ہے، تو یہ وہی تو ہے جو آپ کو کھلاتا ہے۔ جب آپ میں سے کوئی کسی مشکل یا مصیبت کا شکار ہوتا ہے، تو یہ وہی تو ہے جو آپ کو اس سے نجات دلاتا ہے۔

کیا کوئی ہے ایسا، جو اللہ کی مدد کے بغیر قائم رہ سکتا ہے۔ یا کوئی اپنے آپ سے باقی رہ سکتا ہے؟ آپ

Marfat.com

میں سے ہر ایک کے پاس کتنی قوت ہے؟ آپ میں سے کتنے ایک واحد پودے کو اگا سکتے ہیں، اگر اللہ اس کو اگانا نہ چاہتا ہو؟ آپ میں سے ایسے کتنے ہیں، جو ایک پیسہ بھی کما سکتے ہیں، اگر اللہ انہیں نہ دینا چاہتا ہو؟ آپ میں سے کتنے ایسے ہیں جو ایک زائد سانس بھی لے سکتے ہیں، اگر اللہ انہیں روک دے؟

جب آپ اتنے بے بس اور بے اختیار ہیں تو پھر یہ غلط تاثر کیوں دیتے ہیں کہ آپ اس دنیا پر حکمرانی کر رہے ہیں؟ آپ کی زندگی، آپ کی طاقت، آپ کی دولت، آپ کا گھرانہ، آپ کے بچے، یہ سب اللہ کی نعمتیں ہیں۔ اور یہ اُسی کا کرم ہے کہ اس نے آپ کو یہ سب کچھ دیا ہے۔

یہ سب کرنے کے لئے اس پر کوئی جبر نہیں ہے۔ اور نہ ہی کوئی یہ سب کچھ لے سکتا ہے بغیر اُس کی مرضی کے۔ اس کے باوجود ذرا اپنے وقت کے لوگوں کو دیکھئے تو کہ ان کا رویہ کیسا ہے۔ وہ کس طرح کی زندگیاں بسر کر رہے ہیں۔ ان میں سے بیشتر لوگ اس سے لا پرواہ ہیں، کہ ان کے ارد گرد کیا ہو رہا ہے۔

Marfat.com

وہ اپنے محلات میں رہتے ہیں، جن کو انہوں نے ہر طرف سے بند کر رکھے ہیں۔ تا کہ کوئی انہیں تنگ نہ کر سکے اور ان کے آرام میں خلل نہ ڈال سکے۔ وہ خیال تو رکھتے ہیں لیکن یہ خیال صرف اپنے لئے رکھتے ہیں۔ یہ سمندری سیپ کی طرح ہیں، جو سمندر کی تہہ میں پائے جاتی ہیں۔ اگر صدف اپنے خول کو بیرونی دنیا سے بند رکھتی ہے، تو پھر اس سے جو واحد چیز برآمد ہوگی وہ ایک کیڑا ہے۔ لیکن اگر یہی سیپ خود کو کھول لیتی ہے اور کوئی اشتعال انگیز شے، مثلاً مٹی اُسے مس کرتی ہے۔ تو یہی کیڑا ایک چمکیے دمکتے موتی میں تبدیل ہونا شروع کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک بے کار کیڑا ایک خزانے میں تبدیل ہوتا ہے۔

انسانوں کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔ اگر وہ خود کو اپنے اندر کی دنیا تک محدود رکھتے ہیں، یعنی بس وہ اپنے ہی لئے جیتے ہیں۔ تو پھر اُسے جو فائدہ ہوگا، وہ صرف اس کی ذات کا فائدہ ہوگا۔ وہ اپنے فانی جسم کا خیال رکھ رہا ہوگا، اس کو جلا دے رہا اور مضبوط کر رہا ہوگا، لیکن اس سے اس کی روح کسی بھی قسم کی غذا

سے محروم رہے گی

لیکن اگر یہ لوگ خود کو کھلا رکھتے ہیں اور مصائب کے شکار لوگوں کا ساتھ دیتے ہیں۔ یعنی دوسروں کا خیال رکھتا، تو پھر وہ خود بھی تبدیل ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ جس کا مطلب ہے کہ اُن کے اعمال روح تک رسائی حاصل کرنا شروع کرتے ہیں۔ اور اُسے ایک چمکتے دمکتے موتی میں تبدیل کر دیتے ہیں، یہی لوگ دنیا کے خزانے ہیں، یہی لوگ سچے دلوں اور پاکیزہ اعمال والے ہیں۔ یہ نرم دل ہیں، لیکن اُن کا ایمان مضبوط ہوتا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے چہروں پر ایک خوبصورت مسکان نمایاں رہتی ہے، جہاں بھی جاتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی جبینوں پر ایک نُور چمکتا ہے۔ بے شک اللہ کے عاشق خزانے ہیں، اور اُن کے لئے اللہ نے عظیم انعامات رکھے ہوئے ہیں۔ اس دنیا میں اور آخرت میں بھی۔ یہ انعامات نفسِ مطمئنہ کی صورت میں ہو سکتے ہیں۔ یعنی وہ قلوب جو امن و سکون سے بھرپور ہوں۔ یہ انعامات محبّت کی پھوار کی صورت میں ہو سکتا ہے، جو اس ذاتِ پاک کی

Marfat.com

طرف سے ہے، جس نے محبّت کو تخلیق کیا ہے۔ اور یہ انعامات آپ کو قربِ امام الانبیاء، رسولِ محترم، نُورِ خدا، حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں ہو سکتا ہے۔ جو بلاشبہ دنیا پر برسائی جانے والی رحمتِ الٰہی ہیں۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم جسمانی طور سے اس دُنیا میں موجود تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شب و روز اپنی اُمت کے لئے وقف تھے۔ اور اب جب کہ دنیا میں جسمانی طور سے موجود نہیں ہیں، تو تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شب و روز آپکی اُمت کے لئے ہیں۔

ایک مرتبہ جبریل علیہ السلام نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک اسرائیلی کے بارے میں بتایا جو اللہ کا سپاہی تھا۔ جو اپنے وقت میں سب سے زیادہ طاقتور آدمی تھا، اور جو اللہ کی راہ پر ایک ہزار سال تک اپنے ہتھیاروں کے ساتھ ڈٹا رہا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سُنا تو آپ کا دل اپنی اُمت کے لئے دُکھی ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ آپ کی اُمت کے لوگوں کی عمریں اتنی لمبی نہیں ہوں گی، تو

Marfat.com

پھر وہ پہلی والی اُمتوں جتنا ثواب کس طرح حاصل کر سکیں گے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی معصومیت سے اپنے محبوب ربِ دوجہاں سے عرض کیا کہ: " اے اللہ! تو نے میری اُمت کو باقی تمام اُمتوں سے عمر اور اعمال کے اعتبار سے کمتر بنایا ہے"۔

اب یہ کیسے ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو ہو اور اللہ آپ کی بات نہ سُنیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قلبِ گداز اپنے رب سے کچھ طلب کرے اور وہ انکار کرے؟

جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبریل علیہ السلام کے درمیان یہ گفتگو ہو رہی تھی، تو یہ رات کا وقت تھا۔ رات کو شبنم کے باعث ہوا میں نمی تھی اور اسی طرح اُمت کی تڑپ کے باعث اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں عین اسی وقت اللہ کی رحمت بارش بن کر برسنا شروع ہوئی۔ نُور سے بھری بارش۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ایسی رات کی خوشخبری سُنائی گئی جو ہزار مہینوں

Marfat.com

سے بہتر ہے۔ یہ رات اس وقت کے برابر ہے جو اُس اسرائیلی کے پاس اللہ کی راہ میں ہتھیار بند ہو کر نکلنے کے لئے تھا۔

یہ رات اُمّتِ محمدی کے لئے ایک تحفہ ہے۔ ان سب کے لئے ایک خوبصورت انعام ہے جو خوبصورت دلوں کے مالک ہیں اور جو اپنے خوبرو پیغمبرؐ کے پیروکار ہیں۔ قرآن شریف میں اس رات کی تعریف تین آیتوں میں بیان کی گئی ہے:

"بے شک ہم نے اسے شبِ قدر میں
اُتارا اور تم نے کیا جانا کہ شبِ قدر کیا ہے۔
شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس
میں فرشتے اور جبریل اُترتے ہیں، اپنے
رب کے حکم سے ہر کام کے لئے۔ وہ سلامتی
ہے صبح چمکنے تک"۔ (سورۂ قدر)

حضرت عطیہ بن اسود رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ بیان کیا کہ: "میں نے حضرت ابنِ عباسؓ سے کہا کہ: (آیت: انا انزلنه فی لیلة القدر) میری سمجھ سے بالا ہے۔ جس میں کہا گیا ہے کہ ہم نے قرآن کو

Marfat.com

برکت والی رات میں اُتارا۔ لیکن کیا قرآن کو مختلف اوقات میں چھوٹے چھوٹے حصوں میں نازل نہیں کیا گیا تھا۔ تو پھر یہ برکت والی رات کے کیا معنی ہیں؟

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
"رمضان شریف کے دوران "شبِ قدر" میں پورے قرآن کو لوحِ محفوظ سے اٹھا کر نیچے بیت العزت یعنی زمین کے آسمان پر رکھا گیا تھا پھر ۲۳ سالوں کے دوران اسے تھوڑا تھوڑا کر کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے نازل کیا گیا"۔

کئی علماء اور اللہ کے عاشقین نے اس سورۃ کی تفسیر بیان کی ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ ان میں سے ایک ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا "لیلتہ القدر" سے مُراد "ایک عظیم رات" یا "فیصلے کی رات" ہے۔ ایسا کہنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس رات میں اگلے برس کے دوران ہونے والے واقعات لکھے جاتے ہیں۔ (یعنی مقدر کر دیئے جاتے ہیں۔)

وما ادرٰک ما لیلۃ القدر ؁ کے معنی ہیں :

Marfat.com

اے محمدؐ! اگر اللہ آپ کو اس رات کی اہمیت کے بارے میں نہ بتاتا تو آپ کس طرح جانتے کہ شبِ قدر کیا ہے؟"

لیلۃ القدر خیر من الف شھرؕ اس رات میں کی جانے والی کوئی بھی نیکی ان ہزار مہینوں کے اعمال سے بہتر ہے جو شبِ قدر میں نہیں کئے گئے ہوں۔

یہ بھی مروی ہے کہ:"ایک دن رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے چار انبیاء یعنی حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت حزکائیل علیہ السلام اور حضرت یوشع بن نوح علیہ السلام کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "انہوں نے ۸۰ سال تک اللہ کی عبادت کی اور ایک لمحہ بھی اس کی نافرمانی نہیں کی۔"

جب صحابہ کرام نے یہ سُنا تو حیران رہ گئے۔ اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کی:"اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اور آپ کے صحابہ اس وجہ سے حیران ہیں کہ ان نبیوں نے اتنی

(۸۰) سال تک اللہ کی عبادت کی، ایک لمحہ بھی اللہ کی نافرمانی کئے بغیر۔ اللہ نے ایک بہتر ارشاد آپ پر وحی فرمائی ہے"۔ پھر انہوں نے سورۃ القدر تلاوت کی اور کہا کہ: "جس چیز پر آپ کو اور آپ کے صحابہ کو تعجّب ہوئی تھی یہ اس سے افضل ہے"۔

جب شبِ قدر آتی ہے تو اللہ تعالی حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم دیتا ہے کہ جاؤ نیچے زمین پر۔ سدرۃ المنتہیٰ کے ستّر ہزار ملائکہ ان کے ساتھ ہیں۔ جن کے پاس نوری پرچم ہیں۔ جب وہ زمین پر اُترتے ہیں تو وہ ان پرچموں کو چار مقامات پر لہراتے ہیں، یعنی ۱۔ خانہ کعبہ ۲۔ روضۂ رسولؐ کے قریب ۳۔ مسجد بیت المقدس کے قریب اور ۴۔ مسجدِ طورِ سینا کے قریب۔

پھر جبریل علیہ السلام ان ملائک کو حکم دیتے ہیں کہ وہ ہر طرف پھیل جائیں، اس وقت تک جب تک کہ کوئی ایک بھی مکان، کمرہ، کوٹھری، یا کوئی کشتی ایسی نہ بچے جس میں ایک مومن مرد یا عورت موجود ہو اور یہ ملائک وہاں پہنچ نہ جائیں۔

البتہ وہ کسی ایسی جگہ میں داخل نہیں ہوتے ، جہاں پالیدگی ہو۔ اندر داخل ہوتے ہی وہ تسبیح و تہلیل میں مصروف ہو جاتے ہیں اور تمام رات اُمّتِ محمدی کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ اور فجر کے وقت لوٹ کر چلے جاتے ہیں۔ آسمان پر پہنچنے کے بعد زمین کے آسمان والے اُن سے پوچھتے ہیں کہ "وہ کہاں سے آرہے ہیں؟" وہ جواب میں کہتے ہیں کہ: "وہ زمین پر تھے، کیونکہ یہ اُمّتِ محمدی کے لئے شبِ قدر تھی"۔

پھر یہی لوگ پوچھتے ہیں کہ: "اللہ نے ان کی حاجتوں کے بارے میں کیا فرمایا؟" تو حضرت جبریل علیہ السلام جواب دیتے ہیں کہ "اللہ نے نیکوں کو بخش دیا۔ اور بدکاروں کیلئے اُس نے نیک لوگوں کی شفاعت قبول فرمائی"۔ جب زمین کے آسمان والے ملائک یہ سُنتے ہیں تو وہ اپنی تسبیح و تہلیل شروع کرتے ہیں۔ وہ حمد و ثناء میں لگ جاتے ہیں اور اس امر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اُس نے اُمّتِ محمدیؐ کو بخش دیا ہے۔

اسی طرح یہ ملائک ساتوں میں سے ہر آسمان پر جاتے ہیں اور ہر آسمان پر یہی سوالات پوچھے جاتے

Marfat.com

ہیں اور یہی جوابات دیئے جاتے ہیں۔
حتیٰ کہ وہ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچتے ہیں اور دوسرے ملائک جو اس وقت سدرۃ المنتہیٰ پر موجود ہیں وہ بھی اسی طرح کے سوالات کرتے ہیں اور جواب ملنے پر وہ بھی بلند آواز میں تسبیح وتہلیل شروع کرتے ہیں۔
حتیٰ کہ ان کی آوازیں جنت النعیم تک پہنچتی ہیں پھر جنّت الآدم، پھر جنت الفردوس اور پھر عرش الٰہی۔
عرشِ الٰہی بھی اپنی حمد وثنا شروع کرتا ہے۔
پھر اللہ تعالیٰ عرش سے پوچھتا ہے "تم نے اپنی آواز کیوں بلند کی"؟ اس پر عرش جواب دیتا ہے کہ: اے میرے رب! میں نے سنا ہے کہ تُو نے اُمّتِ محمدی کے تمام صالحین کو بخش دیا ہے اور گنہگاروں کے لئے ان کی شفاعت قبول فرمائی ہے"۔
تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "اے میرے عرش! تُو ٹھیک کہتا ہے، میرے نزدیک اُمّتِ محمدی کی اتنی عزت وکرامات ہیں کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھی اور نہ کسی کان نے سُنی، اور نہ کسی دل میں اس کے وہم وگمان گزرے"۔
یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جس وقت حضرت جبریل

علیہ السلام نیچے زمین پر اُتر آتے ہیں، تو ایسا کوئی مسلمان نہیں ہوتا ہے جس سے وہ ہاتھ نہ ملاتے ہوں۔ جب وہ اس طرح کرتے ہیں تو اس شخص کے رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس کا دل گداز ہو جاتا ہے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔

اے اُمّتِ محمدی! کون اُس محبّت کا اندازہ کر سکتا ہے جو اللہ کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ اور کون اس محبّت کا اندازہ لگا سکتا ہے جو حضورؐ کو اپنی اُمّت سے ہے۔

شبِ قدر تو محض ایک چھوٹا انعام ہے مومن کے لئے۔ بے شک جب اپنے اللہ کے پاس پہنچیں گے تو اُس کا ہر دن روزِ عید اور ہر رات شبِ قدر ہوگی۔ یہ ہیں انعامات اللہ کے عاشقین کے لئے، آپ سب کو شبِ قدر مُبارک ہو۔

میری دعا ہے کہ اے میرے رب! ہمیں ان میں شامل کر جو شبِ قدر کو پا لیتے ہیں۔ ہمیں اپنے بخشش اور معافی کے لائق بنا۔ ہمارا آخری انجام اچھا بنا۔ اچھے اور بُرے وقتوں میں ہماری زبانوں پر

"اللہ" کا نام رہے۔ ہمیں ان لا پرواہ لوگوں میں نہ رکھ جو مصائب والم میں تو تجھ کو پکارتے ہیں اور آرام و آسائش کے وقت بھول جاتے ہیں۔

ہمیں خوشی اور غم میں ہر وقت اور ہر جگہ اپنا اسم مبارک یاد رکھنے کی توفیق عطا فرما، ہمیں تم سے ڈرنے، محبّت کرنے اور تمہاری عبادت کرنے کے لائق بنا۔ بیماری اور صحت میں، عزت اور دولت میں تمہیں یاد کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرما۔ ہمیں اپنے دوستوں میں شمار کر اور اُمّتِ محمدیؐ سے نسبت کے لائق بنا۔

آمین!

Marfat.com

(۱۳۴) ۱۷ ستمبر ۲۰۱۰ء

حضرت عُثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو اُن آنکھوں کو توبہ کے اشکوں سے نوازتا ہے، جو بخشش کی طلبگار ہیں، جو اُن زبانوں کو ذکرِ اللہ سے تر کرتا ہے جو ذکر مانگتی ہیں۔ جو اُن دلوں کو حُبِّ اللہ عطا کرتا ہے جو اُس حُبّ (محبّت) کے سالک ہیں۔ بے شک وہ سب سے بڑا سخی اور نہایت رحم والا ہے۔

درود و سلام اللہ کے معصوم نبی پر۔ اللہ کے محبوبِ جاں پر، جو ہر وقت اپنی اُمّت کے لئے دُعاگو ہیں۔ اور اُن کے لئے مغفرت مانگتے ہیں۔

سلام، رحمت اور برکتیں ہوں آپ کے لئے اور آپ کے گھرانوں کے لئے۔ سلامتی ہو رحمتِ کونین کے اُن چاہنے والوں پر جو ہر وقت اپنے رسولِ محترم

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سرِ تسلیم خم کئے بیٹھتے ہیں۔
ہمیں اُن دلوں کے بارے میں کیا کہنا چاہیئے
جو اس دنیا میں رہتے ہوئے بھی اس دنیا میں نہیں
ہیں؛ جو زندگی کی تال پر دھڑکتے ہیں۔ تاہم جب
آپ اس تال کی کھوج لگاتے ہیں تو آپ کو اس میں
محبّت کی ایک خفیہ سنگیت ملے گی۔

یہ سنگیت کومل اور لطیف سُروں میں ہے،
اتنی لطیف کہ فقط دل ہی اس کے بارے میں جانتے
ہیں۔ محبّت کی یہ موسیقی بڑی عجیب ہے۔ یہ اپنی
اثراندازی میں نہایت غیر متوقع ہے۔ اس کے معنے
یہ ہیں کہ جب یہ موسیقی دل میں شروع ہوتی ہے،
تو اس کے اثرات مختلف لوگوں پر مختلف ہوتے
ہیں۔

شروع میں محبّت کی یہ موسیقی بڑی عجیب معلوم
ہوتی ہے۔ یہ کسی وقت بھی شروع ہوسکتی ہے۔ یہ
عمر، نسل اور عقیدہ میں مقیّد نہیں۔ یہ کسی کے بھی دل
میں شروع ہوسکتی ہے۔

تو جب یہ پہلی بار کسی کے دل میں شروع ہوتی

Marfat.com

ہے، تو اس کی آواز اس شخص کے لئے بڑی عجیب ہوتی ہے، اور ہوسکتا ہے کہ اس شخص کو چونکا بھی دے۔ ہوسکتا ہے کہ اس شخص نے پہلے محبت کا تجربہ کیا ہو۔ والدین سے محبت کی صورت میں، شریکِ حیات یا اولاد سے محبّت کی شکل میں یا اس نے زندگی میں اپنے دوستوں یا عزیزوں سے محبّت کی ہو۔

لیکن جس محبّت کی ہم بات کر رہے ہیں، وہ دوسری نوعیت کی محبّت ہے، جس کو روحانی محبّت کہتے ہیں۔ کوئی بھی اس محبّت کو زبردستی اپنا نہیں سکتا۔ یہ بس ہو جاتی ہے۔ اور یہ جب ہو جاتی ہے تو پھر اس شخص کی زندگی مکمل طور سے بدل جاتی ہے۔

یہ محبّت آپ کے اللہ کی جانب سے اپنے لوگوں کے لئے ایک نعمت ہے۔ اور جو لوگ اس سے نوازے جاتے ہیں، وہ اس دنیا کے خوش قسمت ترین لوگ ہیں۔ یہ محبّت آپ کے مرشد سے آسکتی ہے، یہ اس کا اوّلین ذریعہ ہیں۔

Marfat.com

اس کا مطلب ہے کہ آپ اگر اپنے مرشد سے سچے ہیں، تو پھر آپ کو ان کی طرف سے لطیف جذبات ملنا شروع ہوں گے۔ یہ جذبے مکمل طور سے الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتے، انہیں صرف محسوس کیا جا سکتا ہے۔

جب آپ شروع میں اُن بزرگ کے پاس جانا شروع کرتے ہیں، جو آپ کے مرشد ہیں تو آپ ان کا احترام کرتے ہیں، کیوں کہ آپ جانتے ہیں کہ یہی دستور ہے، جس کی پیروی آپ کو کرنی ہے۔ لیکن جب اُن کی صحبت اختیار کرتے ہیں، تو آپ ان کے ارشادات سمجھنا شروع کرتے ہیں اور آپ کو احساس ہو گا کہ جو کچھ وہ فرماتے ہیں اس میں گہرے معنے پوشیدہ ہیں۔

اب آپ ان لمحات کا لطف اٹھانا شروع کرتے ہیں جو آپ مرشد کی صحبت میں گزارتے ہیں۔ آپ کو اپنے مرشد کی مسکان، گفتار یا آپ کی طرف دیکھنے کا انداز پسند آنا شروع ہو جاتا ہے۔ آپ کو معلوم ہونا شروع ہوتا ہے کہ مرشد کی طرف سے ایک خاص قسم کی نرمی، ایک خاص قسم کی محبّت کا اظہار ہو رہا ہے جو فقط آپ

Marfat.com

کے لئے ہے۔ اور عموماً یہ درست ہے

یہ ہمیشہ یاد رکھیئے کہ ایک سچا مرشد فنافی الرسول ہے۔ ان کا اپنا وجود تو اس وقت ختم ہو گیا تھا جب اللہ نے انہیں مرشد کا مقام عطا کیا تھا۔

ہم اُن مرشدوں کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں جو مرشدانِ کامل ہیں یعنی وہ روحانی شخصیات جو اللہ کے بندگانِ خاص ہیں، جو محرمانِ راز ہیں اور جو براہِ راست یہ محبّت حاصل کرنے والے ہیں۔ اُن کی روحانیت اتنی پختہ ہے کہ وہ زمان و مکان سے آزاد ہیں۔ اور متواتر اللہ کی رحمت تلے اور مستقل اس کی تجلّی کے نیچے ہیں۔

ہو سکتا ہے کہ وہ بظاہر دوسرے عام لوگوں کی طرح دکھائی دیتے ہوں، لیکن جب آپ جا کر ان کے قریب بیٹھتے ہیں، تو پھر آپ سکون و اطمینان محسوس کرنے لگتے ہیں۔ ایسا لگے گا کہ جیسے آپ کے دل سے تمام پریشانیاں دُور ہو گئی ہوں اور آپ خود کو محبّت کی نرم و گرم آغوش میں جھولتا محسوس کریں گے۔

پھر آپ کے مرشد کا نُور آپ کو اور زیادہ دکھائی دے گا۔ اُن کی قوت جو دراصل اللہ کی قوت ہے، زیادہ واضح دکھائی دے گی۔ ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ

آپ کو یہ نہیں بتائیں کہ اُن کے پاس کیسے خزانے ہیں،
اور انہیں کس خوبصورتی سے نوازا گیا ہے۔ یہ ان کا
عجز ہے کہ وہ ان کے بارے میں بات نہیں کرتے۔
مگر وہ ان خزانوں کو دوسرے لوگوں میں بانٹنے میں
پس و پیش نہیں کرتے۔

رحمت کی یہ تقسیم کئی طرح سے کی جاتی ہے۔ کبھی
کبھی وہ بصیرت کی باتیں کرتے ہیں تاکہ آپ اللہ کی
راہ سے بھٹک نہ جائیں۔ کبھی کبھی ان کی دعائیں ہیں،
جو وہ ہر وقت پوری اُمّت کے حق میں مانگتے ہیں۔
اور کبھی کبھی ان کا نور ہے جو اُن کے قلب سے پھوٹ
کر آپ کے قلب تک پہنچتا ہے۔ اور اس طرح
اُسے اُن دنیاوی آلودگیوں سے پاک صاف کرتا
ہے جو وہاں جمع ہیں۔

مُرشدِ کامل کا ملنا اللہ کی سب سے بڑی
نعمت ہے۔ آپ کے لئے وہ آپ کے والدین سے
بڑھ کر ہونا چاہیئے، یا اس سے بڑھ کر جس سے آپ
اس دنیا میں محبّت کرتے ہیں۔ یہ محبّت ہی وہ واحد
طریقہ ہے جس سے آپ اپنی روحانیت کی راہ پر

Marfat.com

آگے چل سکتے ہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ اپنے مُرشد کے پاس سلام عرض کرنے جائیں، مگر حقیقت میں آپ وہاں اپنی دنیاوی خواہشات کی بارآوری کے لئے جاتے ہیں۔ جس کا مطلب ہے کہ آپ وہاں اس لئے جاتے ہیں کہ آپ کے مُرشد دُعا کریں اور دنیا آپ کے لئے آسان ہو جائے۔ اور آپ جتنا ممکن ہو سکے فائدہ حاصل کر سکیں۔

اگر آپ کا صرف یہی مقصد ہے تو پھر آپ کے مرشد یقیناً آپ کے لئے دُعا کریں گے اور اللہ یقیناً دُعا سُنے گا۔ کیوں کہ اللہ اپنے محبوب بندوں کی ہمیشہ سُنتا ہے۔

لیکن آپ کو اپنے مرشد سے صرف یہی چیز ملے گی۔ یعنی آپ کو فقط دنیا ہی ملے گی۔ لیکن اگر آپ اس سے زیادہ طلب کرتے ہیں جو یہ دنیا فراہم کر سکتی ہے، تو پھر اس کے لئے آپ کے آدابِ مرشد مختلف ہونے چاہئیں۔

سب سے پہلے یہ کہ آپ کا دل کسی بھی غرض سے خالی ہو، آپ کا مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ میں اپنے

Marfat.com

مرشد کے پاس سلامِ عقیدت پیش کرنے جارہا ہوں اور یقیناً ان کے ذریعے آپ کے سارے مسائل حل ہوں گے۔

آپ کو باوضو ہونا چاہیئے اور ہوسکے تو ننگے سر نہ ہوں۔ یہ مرشد کے آداب کے خلاف ہوتا ہے اگر کوئی مُرید خانقاہ میں غیر مناسب لباس میں اور ننگے سر داخل ہو۔

جب آپ اندر داخل ہوں اور مرشد مسند پر موجود ہوں تو بڑے باادب طریقے سے ان کے پاس دست بوسی اور سلام کے لئے جائیں۔ اگر وہ کسی اور سے گفتگو فرما رہے ہیں، تو احترام سے اپنی باری کا انتظار کریں۔ جب آپ اپنے مرشد سے باتیں کر رہے ہوں تو اپنی نظریں جھکائے رکھیں۔ اور ان کے آگے اپنی آواز اونچی نہ رکھیں۔ ہمیشہ نرمی اور آرام سے بات کریں۔

جب کبھی آپ اپنے مرشد کے حضور حاضر ہوں، تو ان کی کہی ہوئی باتوں کو بڑے غور سے سُنیں۔ ایک کامل مرشد عموماً جو الفاظ استعمال کرتے ہیں،

Marfat.com

وہ بصیرت کے موتی ہوتے ہیں۔ وہ چاہے زیادہ بولیں یا کم۔ ہمیشہ یہ ذہن میں رکھیں کہ جو رہنمائی وہ دے رہے ہیں وہ خالصتاً آپ ہی کے لئے ہے۔

ایک کامل مرشد کو اللہ سے بڑی نعمتیں حاصل ہیں جو دوسروں کو نظر نہیں آتی ہیں۔ ان کی آنکھوں میں بے پناہ نرمی ہے جو آپ پر سچّی محبت برساتی ہیں، مگر جن میں یہ قوت بھی ہے کہ وہ آپ کے دل میں جھانکیں۔

آپ نے چاہے ان سے بات نہیں کی ہو لیکن وہ اپنے کشف کے ذریعے فوراً آپ کے دل کی حالت کو بھانپ لیتے ہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ یہی اُن کا کام ہے۔ یعنی دلوں کی دیکھ بھال کرنا اور اللہ کے لئے ان کی صفائی ستھرائی کرنا۔

جب کبھی بھی وہ آپ کی جانب دیکھتے ہیں ان کی آنکھیں آپ کی روح میں اُترتی ہیں مگر وہ آپ کو کچھ نہیں بتاتے اور اس کے بجائے وہ آپ کی لطیف انداز میں رہنمائی فرمائیں گے۔

ایک مرید ہمیشہ مرشد کی ذمہ داری ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مرید کو تنہا نہیں چھوڑا جاتا۔ مرشد اس پر نگاہ رکھتے ہیں چاہے وہ ان کے سامنے ہوں یا نہیں۔

ایک مُرشد فنا فی الرسول ہیں اور اگر ہم مُرشد کامل کی بات کر رہے ہیں تو پھر بے شک وہ نہ صرف فنا فی الرسول ہیں بلکہ فنا فی اللہ اور باقی باللہ بھی ہیں۔

جب وہ آپ کو دیکھتے ہیں، وہ آپ کو نبی کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، جب وہ آپ سے بات کرتے ہیں، تو وہ آپ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں بات کرتے ہیں۔ اور جب وہ کام کرتے ہیں تو وہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اور پیروں سے کام کرتے ہیں۔

یہ ہمیشہ یاد رکھئے کہ آپ کا نبیؐ آپ کے اللہ سے الگ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے مرشد کا احترام کیوں اتنا اہم ہے۔ ان کے ذریعے آپ دراصل اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اور مہربان ربِ عظیم کا احترام کر رہے ہیں۔

یہ سبق صدیوں سے سکھایا جاتا رہا ہے اور پچھلے وقتوں کے لوگ اس سے اچھی طرح واقف تھے ، لیکن آج کے لوگ اس ادب کو مشکل سے جانتے ہیں۔ وہ اپنے مرشد کا احترام کیسے کر سکتے ہیں۔ جب کہ وہ یہ تک نہیں جانتے کہ اللہ اور اس کے رسول کا احترام کیسے کیا جائے۔

ہمیشہ یاد رکھئے کہ روحانیت میں ادب پہلا زینہ ہے۔ اگر آپ اپنے مرشد کا احترام نہیں کرتے، اور اگر آپ اپنے مرشد سے اپنی زندگی میں سب سے زیادہ محبّت نہیں کرتے، تو پھر آپ روحانیت کے زینے پر کبھی نہیں چڑھ سکتے۔ یہ وہ زینہ ہے جس کے ذریعے آپ اپنے اللہ اور اپنے کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ سکتے ہیں۔

اے اُمّتِ محمدی! دنیا کا یہ وقت آپ کے لئے نہایت قیمتی ہے۔ اس لئے کہ آپ زندہ ہیں۔ اور جو کچھ آپ کر رہے ہیں وہ دوسری دنیا کے لئے آپ کا زادِ راہ بن رہا ہے۔ یہ چند سانسیں جو آپ دنیا میں لے رہے ہیں، دراصل یہی اس کا فیصلہ کریں

Marfat.com

گی کہ آخرت میں آپ کا مستقل قیام کہاں ہوگا۔ تو ان سانسوں کا بہترین استعمال کریں۔ اللہ نے آپ کو راہِ طریقت عطا کر کے آپ پر بڑی عنایت کی ہے۔ اس راہ کے آداب سیکھ لیں اور پھر اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ہی وہ خوش نصیب ہوں گے جو اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں گے۔

آج ہم ایک ایسی مقدس روح کے بارے میں بات کریں گے، جو مرشد کامل تھی، جو رحمتِ مصطفےٰ تھی، جو سلسلہ چشتیہ کی نوری رُکن تھی اور وہ تھے اللہ کے پیارے حضرت عثمان ہارونی (رحمتہ اللہ علیہ) اپنے اللہ کے پیدا کردہ نُور۔

یہ وہ ولی ہیں جن کی دعائیں نہ فقط اپنے دور کے لئے تھیں بلکہ وقت کے خاتمے تک، آپ سب کے لئے ہیں۔ جو کوئی بھی انہیں اب یاد کرتا ہے ان کے بارے میں بات کرتا ہے یا ان پر رحمتیں بھیجنے کی دعائیں مانگتا ہے، اسے بھی یہ ولی یاد کرتے ہیں جو ایسے لوگوں کے لئے خود کاملِ دُعا اور رحمت ہیں۔

ایک عاشق محبّت کو کبھی نہیں بھولتا، کیونکہ

یہی واحد زبان ہے جسے وہ سمجھتا ہے۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ شریعت، طریقت اور حقیقت میں اپنے وقت کے پاکیزہ رہنما تھے، آپؒ نے اپنا خرقۂ ارادت حضرت خواجہ حاجی شریف زندانی رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔

حضرت شیخ معین الدین حسن سنجری رحمتہ اللہ علیہ (جو آپ کے خلیفہ تھے) بیان کرتے ہیں کہ:
"ایک مرتبہ میں حضرت عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ شریکِ سفر تھا کہ اچانک ہم دریائے دجلہ کے کنارے پہنچے، جہاں ہمیں کوئی کشتی نظر نہیں آئی۔ حضرت عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا "لمحہ بھر کے لئے اپنی آنکھیں بند کیجئے"۔

میں نے ارشاد کی تعمیل کی اور پھر جب آنکھیں کھولیں تو میں نے خود کو اور حضرت صاحب کو دریا کے دوسری جانب پایا"۔ میں نے اپنے مرشد سے پوچھا "آپ نے یہ کیسے کیا؟" انہوں نے جواب دیا "میں نے بس سورۃ الفاتحہ پانچ بار پڑھی"۔

شیخ الاسلام حضرت معین الدین حسن سنجری رحمتہ اللہ

Marfat.com

علیہ نے یہ بھی بیان فرمایا کہ "حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید میرے پڑوس میں رہتا تھا۔ جب اس کا انتقال ہوا تو میں اس کے جنازے میں شریک ہوا۔ دفنانے کے بعد باقی لوگ واپس چلے گئے لیکن میں اپنے دوست کی قبر پر کچھ دیر رکا رہا۔ میں نے دیکھا کہ بھیانک چہروں والے عذاب کے فرشتے وہاں آئے اور چاہا کہ اُسے عذاب دیں لیکن عین اُسی وقت حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ وہاں پہنچے اور فرشتوں سے فرمایا:

"کہ عذاب دینا بند کر دیں، کیوں کہ وہ اُن کے مرید ہیں"

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ "وہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہیں کہ یہ آپ کا سچا مرید نہیں، بلکہ آپ کا مخالف تھا"

اس پر خواجہ صاحب نے جواب دیا کہ "جی ہاں میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں کہ یہ میرا سچا مرید نہیں تھا۔ لیکن پھر بھی یہ میرے سلسلے سے تعلق رکھتا تھا اور ایک بار اس نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ

Marfat.com

میں دیا تھا۔ اب یہ میرے لئے شرمندگی کی بات ہو گی کہ اگر اُسے کچھ ہو جائے"۔

عین اسی وقت فرشتوں سے کہا گیا کہ "اے فرشتو! خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید سے ہاتھ ہٹا لو، ہم نے اسے خواجہ کو بخش دیا"۔

حضرت عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ نے دنیا کو بہت سی خوبصورت چیزیں دکھائیں۔ آپؒ کے ارشادات آپ کی مشہور کتاب "انیس الارواح" میں محفوظ ہیں جنہیں حضرت خواجہ غریب نواز حضرت معین الدین چشتی سنجری اجمیری رحمتہ اللہ علیہ نے مرتب کی ہے۔ آئیے اُن نورانی موتیوں میں سے کچھ موتی سمیٹتے ہیں۔

اپنی ایک مجلس میں ایمان پر گفتگو کرتے ہوئے حضرت عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ارشاد فرمایا کہ: ایمان برہنہ ہے اور اس کا لباس پرہیزگاری ہے۔ اس کا سرہانہ فقر اور اس کی دوا علم ہے۔ جب آپ

Marfat.com

لاالٰہ الاّ اللہ محمد رسول اللہ پر شہادت دیتے ہیں تو یہی ایمان ہے"۔

پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: "اللہ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ" جاؤ اور کافروں کے خلاف اس وقت تک جہاد کرو جب تک وہ کلمہ نہ پڑھیں"۔ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کیا اور گواہی دی کہ "اللہ واحد ہے" پھر نماز کا حکم ہوا۔ آپؐ نے اسے تسلیم کیا۔ پھر حج، روزہ اور زکوٰۃ کا حکم آیا آپؐ نے انہیں بھی تسلیم کیا۔

اس پوری گفتگو کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنا ایمان تازہ کر رہے ہیں۔ لیکن ایمان میں کمی بیشی نماز اور روزے سے نہیں ہوتی۔ کیوں کہ اگر کسی نے اپنی نماز فرض ادا کی اور اسے کسی بھی طرح ضائع نہیں کی، پھر اللہ اس شخص کا حساب آسان کرتا ہے۔ لیکن اگر وہ اس فرض کو صحیح طرح ادا نہیں کرتا تو پھر اللہ فرشتوں کو حکم دے گا کہ دیکھو کیا اس کی کوئی اور عبادت ہے، تاکہ تم اس فرض کی جگہ اُن کو شمار کر سکو"۔

لیکن اگر اس شخص کے پاس کوئی اور عبادت

Marfat.com

نہیں، تو پھر وہ دوزخ کا سزاوار ہوگا۔ بشرطیکہ اسے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت یا اللہ کی رحمت نصیب نہ ہوئی ہو۔ لیکن جو فرض کا منکر ہے، وہ کافر ہے، اور جس نے جان بوجھ کر نماز ترک کی، وہ بھی کافر ہے۔"

اپنی ایک محفل پاک میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے وقت کے خاتمہ کی تفصیل بتائی۔ آپ نے فرمایا کہ: "میں نے خواجہ یوسف چشتی رحمتہ اللہ علیہ سے سُنا ہے کہ میں ثمرقند جا رہا تھا اور وہاں میں نے خواجہ یحییٰ ثمرقندی رحمتہ اللہ علیہ سے سُنا کہ امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا تھا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی، جس کا ترجمہ ہے کہ: "کوئی شہر ایسا نہیں جس پر قیامت سے پہلے ہم مصیبت اور عذاب اور، ہلاکت نازل نہ کریں اور شہر ویران نہ ہو۔"

تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ "چونکہ وقت کے خاتمہ پر گناہوں کی کثرت ہوگی، کعبہ کو حبشی لوگ ویران کردیں گے اور مدینہ میں قحط ہوگا۔ بصرہ، عراق اور مشہد شرابی لوگ تباہ کریں گے۔ وہ سال مصائب

سے پُر ہوگا۔ شام ایک بادشاہ کی سفاکی سے تباہ ہوگا۔ ایک مکڑی آسمان سے اُترے گی اور روم کو تباہ کیا جائے گا۔ اور آسمان سے تیز ہوا آئے گی، جو ہر ایک کو مار ڈالے گی۔ خراسان اور بلخ تاجروں کی بے ایمانی سے تباہ ہوں گے اور اس کی وجہ سے مسلمان مردار ہو جائیں گے۔"

آپ رضی اللہ عنہ نے دیگر کئی شہروں کا بھی ذکر کیا اور فرمایا "جب یہ سب کچھ ہو گزرے گا تو پھر امام مہدی کا ظہور ہوگا۔ جن کا عدل مشرق سے مغرب تک مشہور ہوگا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نزول فرمائیں گے اور دونوں مسلمانوں سے محبّت کریں گے۔ دن اتنے چھوٹے ہوں گے کہ ایک دن میں صرف ایک نماز ادا کی جائے گی۔"

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "میں نے خواجہ حاجی رحمتہ اللہ علیہ سے سُنا ہے کہ سال مہینوں کی طرح ہوں گے، مہینے ہفتوں کی طرح ہوں گے، ہفتے دنوں کی مانند اور دن لمحوں کی طرح گزریں گے۔"

اس موقع پر خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے

Marfat.com

اشک بار آنکھوں سے فرمایا" اے درویش ! آدمی کو ان تمام سالوں اور مہینوں کو ایک سال اور ایک مہینہ کی طرح لینا چاہیئے، کیوں کہ یہ ایام وقت کے خاتمہ کے ایام ہیں"

اے اُمتِ محمدی! یہ باتیں صدیوں پہلے کہی گئی تھیں اور لوگ وقت کے خاتمہ کی تباہی سے خوفزدہ تھے۔

لیکن اب جب کہ نشانیاں بالکل واضح ہیں آپ کے زمانے کے لوگ اُلٹا عمل کر رہے ہیں، ایسا لگتا ہے کہ جیسے انہیں کوئی فکر نہیں"

اے اُمتِ محمدی! آپ سب طریقت والے لوگ ہیں، روحانیت کے لوگ ہیں، اسی لئے آپ دوسروں سے زیادہ آگاہ ہیں۔ اپنے مرشدین کے ہاتھوں کو مضبوطی سے پکڑے رہیں، اور باقی دنیا کے لئے روشنی کا مینار بنیں۔ "وقت" سے ہونے والی تباہی ناگزیر ہے۔ لیکن اس بات پر شک نہ کریں کہ وہ لوگ بچا لئے جائیں گے، جو اپنے اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار ہیں۔

Marfat.com

اے اُمّتِ محمدی! اپنی زبان کو ذکرِ الٰہی سے سجائے رکھیں مسلسل توحید کی تصدیق کریں۔ خود پر اور دوسروں پر نیکی، عقیدہ اور اللہ کے کام کے لئے زور ڈالیں۔ اگر آپ سے نیکی نہیں ہو سکتی تو کم از کم بدی تو نہ کریں۔ اگر آپ اچھی بات نہیں کر سکتے تو کم از کم اپنی زبان کو غلط باتوں سے روکیں۔ آپ جلتی ہوئی شمع کی طرح رہیں، خود کو پگھلا دیں۔ لیکن اپنے اطراف کے لوگوں کو اپنی روشنی سے فائدہ پہنچائیں۔

اس بات کو تسلیم کریں کہ جو کچھ خوبصورت اور اچھا ہے وہ سب منجانب اللہ ہے اور جو کچھ بُرا اور بدصورت ہے وہ آپ کی اپنی طرف سے ہے۔ چاہے آپ سے کوئی گُناہ سرزد بھی ہو جائے تب بھی اللہ سے ناامید نہ ہونا، وہ نہایت رحم والا، بخشنے اور معاف کرنے والا ہے، وہ ہمارے عیبوں کو چھپانے والا ہے۔

آیئے سب مل کر دُعا کریں کہ "اے اللہ کریم! ہمیں اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جُدا نہ کریں۔ ہمیں ہمیشہ ان صالحین کی صحبت عطا کریں، جنہیں آپ کی رضا حاصل ہے۔ جس طرح آپ نے ہمیں

یہاں اپنے محبوب کی اُمت میں رہنے کی برکتیں اور نعمتیں بخشی ہیں ۔ اسی طرح ہمیں یوم محشر میں رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت عطا کیجئے۔ ہمیں اپنا بندہ بنائیں ہمیں اپنی خدمت میں رہنے کا لطف اٹھانے دیں ۔ ہمیں ایمان کی سلامتی کے ساتھ زندگی دیں اور ایمان کی سلامتی کے ساتھ موت دیں ۔

آمین !

Marfat.com

یومِ ذُوالفقار اور زمان کا خاتمہ

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جس کے آگے سب مخلوقات سربسجود ہوتے ہیں۔ سوائے سرکش جنّوں اور انسانوں کے۔ یہی وہ واحد ذات ہے جو دلوں کی گہرائیوں میں پوشیدہ تمام رازوں سے واقف ہے۔ اور یہی وہ واحد ذات ہے جو اُن لوگوں سے نمٹنا جانتی ہے جن کی گردنیں تکبّر اور غرور سے اکڑی ہوئی ہیں۔

درود وسلام اللہ کے سچّے نبی پر جن کو حق کے پرچار کے لئے مقرر کیا گیا تھا، اور جو یہ کام اس دنیا کے خاتمے تک انجام دیتے رہیں گے۔

سلام، رحمت اور برکتیں ہوں آپ سب کے لئے اور آپ کے گھرانوں کے لئے۔ سلامتی ہو اُن سب پر جو عَلَم الفتح کے نیچے جمع ہیں اور جو اپنی آخری سانس تک اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار

Marfat.com

رہیں گے۔

رحمت کا مہینہ گزر چکا اور دیگر خوبصورت مہینے ہمارے آگے آرہے ہیں۔ وہ سب جنہوں نے رمضان کے دوران اللہ کی رحمتوں کا حصول کیا، انہوں نے نفع کا سودا کیا۔ لیکن وہ جو حسب معمول سوتے رہے اور اپنی ذات میں مشغول رہے، انہوں نے نہایت ہی قیمتی وقت ضائع کیا۔

آپ کا ملک ایک زبردست بحران میں گھرا ہوا تھا، اور بے شمار لوگ تباہ کن سیلابوں میں اپنی ہر چیز سے محروم ہو گئے۔ آپ میں سے اکثر نے اپنے بھائیوں کی مدد کی۔ کسی نے کم دیا، کسی نے زیادہ۔ حتیٰ کہ ایک ادنیٰ سا پرانا لباس بھی اللہ کے دربار میں مقبول ہوا۔ ایک ضرورت مند بھائی کی مدد کے لئے آپ کو ایسا ہی ہونا چاہیئے۔

پورے معاشرے کو آگے آنا چاہیئے۔ پاکستان کے لوگ اس آزمائش میں پورے اُترے، جی ہاں! آپ ایک بہادر قوم ہیں۔ بھروسے والی اور باہمت، آپ نے اپنی ساری قدروں کو نہیں بھلایا ہے۔ اگرچہ

سامان کی لوٹ مار ہوئی اور کچھ ایسے لوگ بھی تھے ، جنہوں نے اس تباہی میں بھی فائدہ اُٹھایا۔ لیکن ایسے بھی تھے جن کی نسبت اللہ سے تھی، جنہوں نے مصیبت زدہ لوگوں کے لئے دن رات کام کیا۔

یہ ہمیشہ یاد رکھیئے کہ اللہ سے نسبت رکھنے والا ایک بندہ بھی ان ایک ہزار لوگوں سے زیادہ طاقت ور ہوتا ہے جن کا تعلق تاریکی سے ہے۔ آپ کی عام زندگی میں یا عام حالات میں ایک بُرا عمل آپ کے نامۂ اعمال میں ایک کالا دھبہ لگاتا ہے لیکن ایک ایسے وقت میں کوئی بُرا عمل کیا جائے جب ہزاروں لوگ ایک تباہی سے دوچار ہوں تو پھر بدیانتی کا ایک ہی عمل پورے نامۂ اعمال کو سیاہ کر سکتا ہے اور اللہ کے سخت غصے کا باعث بن سکتا ہے۔

فقط وہ جو بہت ہی زیادہ احمق ہیں ایسی بدعملی کی جسارت کرتے ہیں۔ اللہ کی جانب سے آنے والی آزمائشوں میں اِن دلوں اضافہ ہو گیا ہے۔ کیا آپ محسوس نہیں کر رہے کہ آپ مسلسل مشکلات کا شکار ہیں ؟ یہ مشکلات آپ کی آزمائشیں بھی ہیں۔

Marfat.com

اگر آپ میں سے کوئی بغیر مسائل و مشکلات کے زندگی بسر کر رہا ہے، تو پھر آپ کی یہ آرام دہ زندگی بھی آپ کے لئے ایک آزمائش ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے ارادے، آپ کے اعمال اور آپ کے رویہ کی مسلسل جانچ کی جارہی ہے، اور آپ بہت ہی خاص ہیں۔

آپ سب اُمتِ محمدی ہیں۔ آپ جہاں کہیں جاتے ہیں، آپ اللہ اور اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نمائندگی کرتے ہیں۔ باقی تمام اقوام آپ کو مسلمان کی صورت میں دیکھتے ہیں۔ کیوں کہ یہی آپ کی شناخت ہے۔ اگر آپ اُن کے سامنے ایک اچھا عمل کرتے ہیں، تو وہ یہ نہیں کہتے کہ یہ نیک کام اس شخص نے کیا بلکہ وہ یہ کہیں گے کہ یہ نیک کام ایک مسلمان نے کیا ہے۔

اسی طرح کوئی بُرا عمل، غیر اخلاقی رویّہ، بے ایمانی یا تشدد کے کسی عمل کا الزام براہِ راست مسلمان طبقے پر ڈالا جاتا ہے۔ بد دیانتی کا ایک عمل تمام نیک کاموں کو ضائع کر دیتا ہے۔ اب دنیا آپ کو اس نظر سے

دیکھتی ہے۔ انہیں مسلمانوں کے خلاف برین واش کیا گیا ہے۔ شیطان ان کے دلوں میں آپ سب کے خلاف نفرت کے بیج بونے میں کامیاب ہو چکا ہے۔

اب یہ اقوام کسی نہ کسی بہانے اس دنیا کے امن کو بگاڑنے کا الزام آپ پر ڈالتے ہیں۔ اور آپ کو بد دیانت قوم قرار دیتے ہیں۔ لیکن مجھے بتائیے کہ ان خیالات کے لئے کیا وہ واقعی قصور وار ٹھہرائے جا سکتے ہیں؟ کیا مسلمان دنیا کی عیاشیوں میں مبتلا نہیں ہیں؟ آپ میں سے کتنے ایسے ہیں جو اپنے دین کی صحیح روح کو جانتے ہیں؟

آپ میں سے کئی اس رمضان المبارک میں سر بسجود رہے، یعنی اللہ کی اطاعت میں رہے، اس امید پر کہ اللہ آپ کو بخش دے گا۔ لیکن آپ میں سے کتنے ایسے ہیں جو اطاعت کے اس وعدے کو سال کے باقی مہینوں میں بھی یاد رکھیں گے؟ آپ کی تمام غلطیوں کے لئے عُذر اور بہانے ہیں۔

آپ کہتے ہیں کہ کچھ خفیہ ہاتھ ہیں جو ملک کا امن تباہ کر رہے ہیں۔ کیا اپنے گریبانوں میں جھانکنے سے

Marfat.com

زیادہ آسان کام دوسروں پر اُنگلی اُٹھانا نہیں ہے؟ چلئے فرض کرتے ہیں کہ دوسرے لوگ آپ کے مُلک کے امن کو برباد کر رہے ہیں، تو پھر مجھے بتائیے کہ ان خفیہ ہاتھوں کو آپ کے ملک میں کون آنے دے رہا ہے؟

آپ میں سے ہر ایک کے پاس اپنے اپنے گھروں کی مثال موجود ہے، آپ میں سے کتنے ایسے ہیں، جو رات کو سوتے وقت اپنے گھروں کو کھُلا چھوڑ دیتے ہیں؟ کیا آپ اس وقت چوکنّے نہیں ہوتے جب کوئی آپ کے دروازے پر دستک دیتا ہے؟

اگر ایسا نہیں ہے تو پھر آپ نے اپنے وطن کے دروازے کیوں کھُلے چھوڑ دیئے، جب آپ سب سو رہے تھے؟ آپ نے اپنے دشمن کو یہ موقع کیوں دیا کہ وہ اندر گھُس کر آپ کو قابو کرے۔ کیا کُتّے کسی گھر میں داخل نہیں ہوتے جب وہ اُسے کھُلا دیکھتے ہیں جہاں مُفت کھانا بلا کسی چوکیدار کے پڑا ہوا ہو؟

اپنے کیئے کا الزام دوسروں پہ ڈالنا اور اپنی نا اہلی کا عُذر پیش کرنا آسان ہے۔ اگر آپ اپنی غلطیوں

Marfat.com

کو نہیں پہنچائیں گے تو اُن کی اصلاح کس طرح کریں گے ؟ آپ خود کو ان غلطیوں کو دہرانے سے کس طرح بچا سکیں گے ؟

پوُری اُمّت کا یہی حال ہے ۔ انہوں نے خود کو اس دُنیا کی رنگ برنگی روشنیوں میں جکڑنے دیا ہے ۔ وہ یہ بھول گئے ہیں کہ وہ کون ہیں اور کس کی نمائندگی کر رہے ہیں ۔ اس دنیا کی مصنوعی چمک دمک نے انہیں مسحور کر دیا ہے ، جس سے ان کی آنکھیں اندھی ہوگئی ہیں ۔ آرام دِہ بستروں نے ان کے جسموں کو کمزور کر دیا ہے مرغن غذاؤں نے ان کے پیٹ میں جا کر ان کی آنکھوں کو بوجھل اور ذہنوں کو سُلا کر خمار زدہ کر دیا ہے ۔ انہوں نے سوچنا چھوڑ دیا ہے ۔ مسلمانوں نے محسوس کرنا چھوڑ دیا ہے اور وہ پرواہ بھی نہیں کرتے ۔ وہ اب رہنما نہیں رہے ۔ وہ بس پیچھے چلنے والے بن گئے ہیں ۔ اور جس کے پیچھے وہ چل رہے ہیں ، بدقسمتی سے وہ یہ دنیا ہے ۔

فرض کیجئے کہ آپ سب ایک خوبصورت جگہ میں رہتے ہیں ، جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر قسم کی نعمتیں عطا کی ہیں آپ کے پاس پھلوں سے لدے باغات اور غلّے سے بھری

Marfat.com

فصلیں ہیں۔ آپ کی سخت نگرانی نے اس جگہ کو تجاوز کرنے والوں سے محفوظ کر رکھا ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ یہ زمین اللہ کی ہے اور اس نے آپ کو اس کا نگران مقرر کیا ہے۔ پھر ایک دن ایک اجنبی آتا ہے جو بظاہر بالکل بے ضرر لگتا ہے۔ وہ خود کو آپ کا دوست ظاہر کرتا ہے اور وہ سمجھداری سے بات کرنے والا ہے۔ وہ آپ کو دُور دراز ملکوں کی کہانیاں سُنانا شروع کرتا ہے۔

وہ ان جگہوں کی تعریف کچھ اس انداز سے کرتا ہے کہ آپ کا دل ان کو دیکھنے کے لئے مچلتا ہے۔ وہ آپ کے لوگوں سے کہتا ہے کہ وہ دولت کے لئے دوسری جگہ جائیں۔ حرص و لالچ آپ پر اور آپ کے دوستوں پر غالب آجاتی ہے۔ اور اب آپ کو اپنا گھر بدنما نظر آتا ہے، وہ پھل جو پہلے آپ کو مزیدار لگتے تھے، اب ان میں آپ کے لئے کوئی کشش نہیں۔

آپ کے آدمی جو طاقتور ہیں وہ ان دُور دراز خزانوں کے حصول کے لئے نکل پڑتے ہیں، جب کہ صرف کمزور پیچھے رہ جاتے ہیں۔ وہ اجنبی آپ کے علاقے کا

سکون تباہ کرنے کے بعد بھی اپنی شر پسندی جاری رکھتا ہے۔ یہ آپ کو بے معنی کھیل کود میں الجھائے رکھتا ہے۔ تاکہ آپ کا وقت بے کار ضائع ہو جائے۔

وہ جگہ جس کے آپ اتنے دلدادہ تھے، اب دھیرے دھیرے بدلنا شروع ہوتی ہے۔ فصلیں آپ کی غفلت کی وجہ سے برباد ہونا شروع ہوتی ہیں۔ درختوں میں پھل لگنا بند ہو جاتے ہیں۔ کیوں کہ آپ نے ان کی نگہداشت چھوڑ دی تھی۔ اور قدرتی حسن بھی ماند پڑ گیا، کیوں کہ اب اس کی قدر کرنے والا باقی نہیں رہا۔

وہ جگہ جو کبھی فردوسِ بریں کی طرح تھی، اب زوال اور بربادی کا نظارہ پیش کر رہی ہے۔ اب کوئی اچھائی نہیں رہی، اور لوگوں میں ہم آہنگی اور خوشی کہیں باقی نہیں رہی۔ اگر کوئی آپ سے پوچھے کہ ایسے کیوں ہوا تو ہو سکتا ہے آپ اس اجنبی کی طرف ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے کہیں کہ یہ سب اسی کا کیا دھرا ہے۔

لیکن کیا یہ ایک غلط جواب نہیں ہوگا؟ وہ شخص تو صرف ایک ہی تھا، جب کہ آپ اور آپ کے دوستوں کی تعداد کئی گنا زیادہ تھی۔ اس شخص کا آپ کے

Marfat.com

اوپر کوئی اختیار نہیں تھا۔ جب کہ آپ اور آپ کے دوست کئی گنا زیادہ با اختیار تھے۔ یہ صریحًا آپ کی حماقت تھی، جس نے آپ کو اپنے آرام دہ جگہ سے محروم کیا اور آپ کو اتنا گرا دیا۔

جو بھی اس کہانی کو سُنے گا وہ فقط آپ کی ناسمجھی اور حماقت کو اس کا سبب بتائے گا۔ آپ نے اُس آدمی کی باتیں کیوں سُنیں جو آپ کو گمراہ کر رہا تھا؟ آپ نے حرص کیوں کی۔ جب کہ اللہ نے آپ کو پہلے سے ہی اتنا دے رکھا تھا؛ آپ اپنے روّیہ میں اس قدر مغرور، بے جان اور ناسمجھ کیوں ہو گئے تھے؟

وہ شخص جس نے آپ کو گمراہ کیا وہ زیادہ کامیاب اس لئے ہوا کہ اس نے اپنا کام اچھی طرح کیا۔ جب کہ آپ سب اپنی حماقت سے اس کی چالوں میں آ گئے۔ یہ ایک دُکھ بھری داستان ہے۔ نادانی اور متواتر غلطیوں کی داستان، اور ان غلطیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے بے معنی عذر خواہی کی داستان۔

یہ اس اُمت کی کہانی ہے جسے آپ کا اللہ بہت چاہتا ہے۔ جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو

Marfat.com

اتنا محبوب ہے آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ آپ کو پہلے سے نہیں بتایا گیا تھا ؟ یا آپ کو پہلے سے خبردار نہیں کیا گیا تھا، یا اس کا آپ نے پہلے مشاہدہ نہیں کیا تھا؛

اللہ نے بڑے واضح طور سے اپنی کتاب میں دکھایا ہے کہ کیا ہونا ہے جب لوگ تاریکی کا راستہ اختیار کرتے ہیں، جب وہ اپنی حماقت سے شیطان کو اپنی زندگی میں داخل ہونے دیتے ہیں۔ جب وہ حق کی تعلیمات کو بھول کر سچی راہ کو نظر انداز کرنا پسند کرتے ہیں۔

کیا آپ بھول گئے کہ قومِ ثمود پر اور قومِ عاد پر کیا بیتی ؟ کیا آپ بھول گئے کہ قومِ لوطؑ اور قومِ شعیب پر کیا گزری ؛ وہ قومیں آپ سب سے زیادہ طاقتور تھیں ۔ انہیں اللہ نے بہت سی نعمتوں سے بھی نوازا تھا، جو اُن کے پاس کثرت سے تھیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ لالچی ہو گئے۔ وہ نافرمان ہوئے اور اپنے اللہ سے مُنہ موڑ لیا، اور اللہ کے نظام میں خلل ڈالنا شروع کیا۔

انہوں نے بے گناہوں کو تکلیف دینی شروع کی

Marfat.com

اور یتیموں اور بیواؤں کے مال میں سے کھانا شروع کیا۔ اور لوگوں کو دھوکا دینا شروع کیا، کہاں ہیں اب وہ قومیں۔ کیا آپ کو اُن میں سے آج کوئی بھی دکھائی دیتا ہے؟ کیا اللہ اُن کے زیرِ احسان تھے کہ ان کے اس روّیہ کو برداشت کریں؟ کیا اُس پر کوئی دباؤ تھا کہ وہ اس ساری خرافات کو برداشت کریں؟ بالکل نہیں! بھلا اللہ سے کون کہہ سکتا ہے کہ یہ کرو اور یہ نہ کرو؟

اللہ نے آپ سب کو برابر پیدا کیا ہے۔ ہر ایک کو ذہن سوچنے کے لئے اور ایک دل محسوس کرنے کے لئے دیا گیا ہے۔ لیکن آپ نے اس کی ان نعمتوں سے ناشکری کی۔ آپ نے اپنے ذہن اللہ کے دشمنوں کے حوالے کئے اور اپنے دل اس دنیا کو دے دیئے۔ ذرا سوچیئے کہ آپ کو اس کا نتیجہ کیا ملا؟ نتیجہ خسارہ، مکمل خسارہ ہے۔

یہ وہ اُمّت ہے جو اللہ کو بہت پیاری ہے۔ کیوں کہ یہ اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت ہے۔ یہ اُمّتِ محمدی ہے۔ کیا آپ کے خیال میں اس اُمّت نے اپنا وہ عہدِ وفا پورا کیا جو اس نے

اپنے نبی سے کیا تھا: اللہ نے اس اُمت کو بے انداز دولت دی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بیشتر مسلمان ممالک دنیا میں امیر ترین ممالک ہیں۔ اللہ نے اس اُمت کو بہت زیادہ زمین عطا کی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلم ممالک کرۂ ارض کے ایک بہت بڑے حصے کے مالک ہیں۔ اُس نے اس اُمت کو آبادی کے لحاظ سے ایک بڑی قوت عطا کی ہے۔

بے شک مسلمان اب کثیر تعداد میں ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر اللہ نے اس اُمت کو اللہ کا جمال، یعنی اپنا محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم عطا کیا ہے۔ جو بلاشبہ تمام عالمین کے لئے رحمت ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے طفیل اُمت کو پاک و طاہر اہلِ بیت ملے۔ انہیں اللہ کے جواہر بھی ملے، یعنی اُمت کے ولی اور ولیائیں۔

کیا اب بھی آپ کہہ سکتے ہیں کہ آپ پر دوسروں کے مقابلے میں کم عنایتیں ہوئی ہیں؟ اس کے برعکس، آپ وہ اُمت ہیں جس کو اللہ نے سب سے زیادہ

نوازا ہے۔ یہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کے پاس تاجِ شفاعت ہے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی راتیں جن کو "قدر" اور "برائت" کا رتبہ عطا ہوا ہے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دن ہیں جو اذان کی سُریلی آواز سے مترنم ہیں۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حرم ہے جس میں پڑھی جانے والی ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔

یہ آپ (مسلمانوں) کا نامۂ اعمال ہے، جس میں ایک نیکی برابر ہے دس ثوابوں کے لیکن ایک گناہ برابر ہے ایک ہی گناہ کے۔ آپ کا حج دیکھئے، جو ایک آدمی کے گناہوں کو اس طرح دھو ڈالتا ہے کہ جیسے وہ آج ہی پیدا ہوا ہو۔ اپنے اس کوثر کو لیجئے، یہ اُنے کو پلایا جائے گا جو اپنے پیارے نبی سے وفادار رہے ہوں۔ اپنے عَلَم الفتح کو دیکھئے جو قیامت کے دن میدانِ حشر میں لہرایا جانے والا پہلا پرچم ہوگا۔

کیا آپ کو دوسری کوئی ایسی اُمت نظر آتی ہے جسے اتنی نعمتوں سے نوازا گیا ہو، جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر محبوب ہو؛ تو

Marfat.com

پھر آپ کیوں اس مقام کی قدر نہیں کرتے، جو آپ سب کو عطا کیا گیا ہے؟ آپ اپنی زندگی اور اپنے اعمال کو بے کار مشاغل میں کیوں ضائع کر رہے ہیں؟

اے اُمّتِ محمدی! آپ کا ماضی اس قدر درخشاں تھا کہ اس سے سارا جہان روشن تھا۔ یہ آپ ہی تھے جنہوں نے دنیا کو بتایا کہ کس طرح ہم آہنگی سے رہا جائے۔ یہ آپ ہی تھے جنہوں نے دنیا کو مساوات اور انصاف کا سبق سکھایا۔ یہ آپ ہی تھے جنہوں نے عورت کو عزت دی اور کمزوروں پر رحم کیا۔ یہ آپ ہی تھے جنہوں نے سکھایا کہ ہمت و شجاعت کیا ہوتی ہے۔ یہ آپ ہی تھے جنہوں نے دنیا کو سکھایا کہ کس طرح سوچا جائے، کس طرح تحقیق کی جائے، اور کس طرح دینی اور دنیاوی علوم حاصل کئے جائیں۔

آپ کا ماضی شاندار تھا اور اب آپ کا حال پُر الم ہے۔ آپ کو زندگی کے ہر شعبے کے سنہرے قواعد سکھائے گئے تھے، لیکن آپ اُن اسباق کو سرے سے بھول ہی گئے ہیں۔

آپ کے خیال میں اس اُمّت کا کیا حال ہونا چاہیئے

Marfat.com

جس نے گزری تمام اُمتوں کے گناہ اپنا لیئے ہیں۔ ان تمام نعمتوں کے با وجود جن کی بارش اللہ تعالیٰ مسلسل ان پر کر رہے ہیں۔ اللہ بڑا مہربان اور بخشنے والے ہیں۔

اُمتِ محمدی میں اب بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جن کے دل خوبصورت ہیں۔ وہ جن کی آنکھیں ہر وقت بھیگی اور زبانیں ذکرِ اللہ سے تر رہتی ہیں۔ وفا اُن کے خُون میں شامل ہے اور اُن کا قیمتی اثاثہ اُن کا قلبِ سلیم ہے۔ اُمہ میں اُن کی موجودگی بھی اللہ کی جانب سے ایک نعمت ہے۔ وہی اس کا باعث ہیں کہ اُمت اب تک دین سے جُڑی ہوئی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا ہے اُنکے اہلبیت کی دُعائیں ہیں، اُنکے صحابہ کی دُعا ہے اور تمام اولیاء کرام اور اُنکے انول پیرو کاروں کی دُعائیں ہیں اور جن کے طفیل بفضلہ اللہ تعالیٰ اُمتِ محمدی کو آج تک قائم رکھے ہوئے ہے۔

زمانہ یعنی وقت کی ڈوری نومبر ۲۰۰۶ء میں ٹوٹ چکی ہے۔ اور اس کے دانے ایک ایک کر کے نیچے گر رہے ہیں۔ وقت کے خاتمے کے حوالے سے اب ہر ایک سال ایک اہم سال ہے۔ سال ۲۰۰۷ء رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نظامیہ نوریہ کے ظہور کا سال تھا۔ سال ۲۰۰۸ء میں ان خصوصی ارشادات کی ابتداء ہوئی جن میں بصیرت کی باتیں اور روحانیت کے نکات ہیں۔

سال ۲۰۰۹ء میں علمَ الفتح میدانِ عرفات اور پھر کربلا میں لہرایا گیا۔ اس سال ۲۰۱۰ء میں ایک نہایت خصوصی دن یومِ ذوالفقار، جمعہ ۳ ستمبر ۲۰۱۰ء یعنی (۲۳ رمضان ۱۴۳۱ھ ہجری) منایا گیا۔ جب تیغِ ذوالفقار، شیرِ خدا، حیدرِ کرار، فاتحِ خیبر مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے حوالے کی گئی۔

یہ ایک بڑے عزت و افتخار کا موقع تھا۔ اور یہ وقت کے خاتمے کی دلالت کرتا ہے۔ آپ نے اس کا مشاہدہ ضرور کیا ہوگا کہ جب سورج غروب ہوتا ہے تو آسمان پر ایک لالی سی پھیل جاتی ہے اور سورج کی تیز روشنی ہلکی روشنی میں بدل جاتی ہے۔

یہی مثال آپ اس زمین کی لے سکتے ہیں آسمان نے اپنی سرخ رنگت لے لی ہے اور زندگی کے تیز رنگ اب وقت کے خاتمے کے ہلکے رنگوں میں تبدیل ہو رہے ہیں۔ ہے کوئی ایسا جو اس کو ہونے سے روک سکے؟ ہر

Marfat.com

ایک مخلوق یہ جانتی ہے کہ ''یوم وعدہ'' یعنی یوم حساب ہوکر رہے گا، اور یہ آپ کے گمان سے بھی زود تر ہوگا۔

جمعہ ۲۳ رمضان والی مجلس پاک کو یوم ذوالفقار دیکھنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ اس خصوصی مجلس کو محفلِ ذوالفقار کا نام دیا گیا تھا۔ اس کے لئے اللہ کی طرف سے مبارک باد قبول کیجئے۔ یہ آپ سب کے لئے ایک اعزاز ہے اور ہم سب کے لئے اللہ کی محبّت کی علامت ہے۔

بس اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامے رکھیئے اور بے شک آپ سب پر ابد تک رحمتیں برستی رہیں گی۔ آیئے! سب مِل کر دُعا کرتے ہیں کہ: اے ہمارے رب! ہمیں مرنے سے پہلے جگا دیں۔ ہمیں ایسی آنکھیں عطا کریں جو چیزوں کو ان کے حقیقی رنگ میں دیکھ سکیں۔ ہمیں خوشی سے اپنی عبادات اور بغیر فخر و غرور کے اپنی اطاعت کی توفیق عطا فرمائیں۔ ہماری برائی کو مسرتِ کاملہ میں بدل دیں۔ اور ہمارے غم کو خوشی میں تبدیل کر دیں۔ اور ہماری بُری عادتوں کو قرآنی عادتوں سے بدل دیں۔

Marfat.com

ہمیں آپ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو۔ ہمیں اپنے نفس کا قیدی نہ بننے دیں اور نہ ہی اپنی خواہشات سے ذلیل ہونے دیں، ہمیں ہماری عبادات میں استقامت دیں اور اپنی دائمی رضا سے سرفراز فرمائیں۔ اپنے ذکرِ جمیل اور اپنے قرآنِ پاک کی تلاوت سے ہمیں خوشی عطا فرمائیں۔

اے ہمارے رب!

ہمیں ایمان کی سلامتی کے ساتھ موت عطا کر دیں۔ ہمیں صالحین کی صفوں میں شامل فرمائیں ہمیں نزع کی تکلیف سے نجات دلائیں۔ موت کے وقت ہماری زبانوں پر کلمۂ توحید جاری فرمائیں۔

اے اللہ! ہم پر رحم فرمائیں اور ہماری بخشش فرمائیں ہمیں اپنی لامحدود فیاضی سے اپنی محبّت عطا فرمائیں۔

آمین!

Marfat.com

یکم اکتوبر ۲۰۱۰ء (۱۳۶)

غفلت سے اپنی زندگی کو بچاؤ

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو سبحان ہے، جو تمام خامیوں سے پاک ہے، جو جملہ کمزوریوں سے پاک ہے اور جو سب سے عظیم تر ہے۔

درود و سلام محبوب رب پر جو اپنی اُمت کی ہر پکار کو جانتے ہیں، اپنی اُمت کی ہر آہ کو جانتے ہیں۔ اور جو اپنی اُمت کے ہر ایک دل کے راز کو جانتے ہیں۔

سلام، رحمت اور برکتیں آپ سب کے لئے اور آپ کے پیاروں کے لئے، سلامتی ہو اُن تمام نرم دلوں کے لئے اور ان آنکھوں کے لئے جو عشقِ محمدی میں ہمہ وقت تر رہتی ہیں۔

ایک سوال اٹھایا جاتا ہے جو یہ ہے": جب اللہ والے اپنی زندگیوں میں اللہ کی خاطر قربانیاں دیتے ہیں، تو پھر دوسرے لوگ ان قربانیوں کو کیوں

Marfat.com

نہیں سمجھتے ؟" کبھی کبھی کیوں ان کے زمانے کے لوگ ان کی قربانیوں کو فراموش کر دیتے ہیں۔ اوران کی عظمت کو صرف اس وقت محسوس کرتے ہیں جب وہ اس دنیا سے رُخصت ہو جاتے ہیں؟"

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ" دنیا کے لوگوں کے پاس ہرآدمی کو ناپنے کے لئے اپنے اپنے پیمانے ہیں۔ وہ ہرآدمی کو اس کی سماجی حیثیت، اس کی شکل وصورت اور لباس سے ناپتے ہیں۔ اور یہ کہ وہ کتنا نفیس ہے اور یہ کہ اس کی گفتگو کتنی شائستہ اور علمی ہے۔

لیکن سب سے بڑھ کر جانچنے کا پیمانہ یہ ہے کہ وہ آدمی ان کو کتنا فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ دنیا والے لوگ عام طور سے قلیل مدت کے لئے سوچتے ہیں۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ ان کی سوچ کا دائرہ بس اس دُنیاوی وقت کے اندر محدود ہے۔"

مثال کے طور پر کیا ہر روز صبح جاگنے پر آپ کا پہلا خیال یہ نہیں ہوتا کہ آج مجھے اپنا دن کیسے گزارنا چاہیئے؟ مجھے کیا کام کرنا چاہیئے؟ اور آج کے دن مجھے کیا کیا فائدے حاصل کرنے چاہئیں؟

آپ کے زیادہ تر خیالات کا محور بس آپ کی ذات ہے، آپ کا گھرانہ، آپ کا دفتر، آپ کا کاروبار اور آپ کے گھریلو امور ہوتے ہیں، یا جو کچھ آپ کر رہے ہوتے ہیں۔ اب اگر آپ کے پاس فرصت ہے تو آپ یہ بھی منصوبہ بندی کر سکتے ہیں کہ آپ اس ہفتے میں کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں، اس ماہ کے دوران یا اس سال کے دوران۔

اگر آپ کے بچے ہیں تو آپ ان کے لئے بھی سوچتے ہوں گے کہ اُن کی تعلیم و تربیت کیسی ہو اور انہیں زندگی میں مقام کیسے دلایا جائے۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ کی زندگی بھر آپ کا ذہن یا خیالات صرف اس امر کے گرد گھومتے ہیں کہ کس طرح اس دنیا سے بہترین فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

جب آپ نے اپنے لئے منصوبہ بنا دیا ہے، تو پھر اپنے بچوں کے لئے منصوبہ سازی شروع کرتے ہیں۔ اور حتیٰ کہ اپنی آئندہ نسلوں کے لئے بھی۔ جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں کہ زمین گول ہے۔ اسی طرح آپ کے خیالات بھی ہیں جو اس دنیا کے گرد گھومتے ہیں۔

Marfat.com

اور اس کا پیچھا کبھی نہیں چھوڑتے۔ صرف یہی وجہ ہے کہ جب اللہ والے اپنے اللہ اور آخرت کی باتیں کرتے ہیں، تو دنیا والوں کے کانوں میں یہ باتیں عجیب معلوم ہوتی ہیں۔ اور وہ ان باتوں کو پوری طرح نہیں سمجھتے۔ وہ اس بچّے کی طرح ہیں جو اپنی خود ساختہ دنیا کے کھیل کود میں مصروف ہے۔ وہ اس کھیل میں اتنا مگن ہے کہ جب اس کے والدین اُسے بلاتے ہیں تو وہ اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہو سکتا ہے کہ اس کے والدین اسے حقیقی دنیا کی طرف کیوں واپس بلا رہے ہیں۔

ذرا غور تو کیجئے کہ کیا ہو گا اگر والدین اس بچّے کو کھیل کود میں ہی رہنے دیں۔ یقیناً اُسے خود معلوم نہیں ہو گا کہ وہ کب کھیل کو ختم کر دے۔ وہ اس ناپختگی کی وجہ سے اپنا سارا وقت ان بے کار مشغلوں میں برباد کر دے گا اور اس سے اُسے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ اس کا دل وقتی طور پر تو خوش ہو سکتا ہے لیکن کسی طرح بھی اُسے اس سے دائمی مسرت نہیں ملے گی۔

یہ والدین اپنے بچّوں کے معاملات میں تو اتنے

Marfat.com

محتاط ہیں لیکن اپنے بارے میں لاپرواہ ہیں۔ وہ خود اپنی دنیا میں اتنے مگن ہیں کہ جب اللہ والے انہیں لوٹ آنے کو کہتے ہیں تو ہو سکتا ہے کہ وہ اس بات کو پوری طرح نہ سمجھیں کہ انہیں سیر و تفریح اور مزہ اڑانے سے کیوں روک کر حقیقت کی جانب بلایا جا رہا ہے۔

فقط آخرت حقیقی ہے، باقی سب فانی ہے۔ یعنی اس کا کوئی وجود نہیں۔ کوئی آدمی اپنی پوری زندگی کسی ایسی چیز کے لئے منصوبہ بندی کیسے کر سکتا ہے جو شمع کی طرح ہو اور موت کے ایک ہلکے سے جھونکے سے بجھ سکتی ہو۔

بد قسمتی سے اکثر لوگوں کا یہی طرزِ حیات ہے وہ اسی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔ اپنی دنیا کے تفکرات میں مبتلا، اپنے بچوں کی فکر میں گرفتار، یعنی اپنے مال و عیال کی فکر میں مبتلا مگر حق و سچ کو مکمل نظر انداز کئے۔

ہمیں بتائیے کہ کیا آپ محض آنکھیں بند کر لینے سے ناگزیر کو ٹال سکتے ہیں؟ کیا آپ اس چیز کو ہونے

Marfat.com

سے روک سکتے ہیں جو ہونے والی ہو؟ کیا آپ اُس چیز کو روک سکتے ہیں جس کے ہونے کا حکم اللہ نے دیا ہے۔

ہر سانس جو آپ لے رہے ہیں آپ کو آپ کی موت کے قریب ترلے جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن سانسوں کی تعداد لکھ دی ہے جو آپ کو اس دنیا میں لینی ہیں اور یہ اس نے آپ کی پیدائش سے پہلے ہی لکھ ڈالی ہیں۔ کون ہے جو اللہ کے لکھے کو اور اس کے امر کو روک سکتا ہے؟

حتیٰ کہ اللہ کے محبوب انبیاء کو بھی اس دُنیا سے رخصت ہونا پڑا، وہ بھی اپنے لئے کوئی اضافی سانسیں حاصل نہ کر سکے۔ پھر آپ لوگوں کو کیوں یہ گمان ہے کہ موت تو صرف دوسروں کے لئے ہے آپ کے لئے نہیں؟

جب آپ یہ سب اس دنیا میں کسی سے کہتے ہیں تو وہ جواب دے گا کہ "مجھے معلوم ہے کہ مجھے مرنا ہے، مجھے موت کے برحق ہونے پر یقین ہے" لیکن ان کے قول و فعل میں تضاد ہے۔ یعنی وہ کہتے ہیں جو اُن کے خیال میں درست ہے۔ لیکن جو اُن کی زبان

کہتی ہے، اُسے اُن کا دل نہیں مانتا۔ اگر آپ کا واقعی یہی خیال ہے، پھر آپ اس دنیا کے لئے اتنے فکرمند کیوں ہیں؛ تو پھر کیوں آپ رات دن اس کے لئے جمع کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ کیوں آپ یہاں کے لئے اتنی منصوبہ بندی کرتے ہیں؛ کیوں اس دنیا نے آپ کو اپنے فریب اور دھوکے میں جکڑ رکھا ہے؛ کیوں آپ نے خود کو اس میں جکڑنے دیا ہے؛ آپ کے الفاظ کتنے بے وزن اور آپ کے اعمال کتنے کھوکھلے ہیں؛

آپ تمام مخلوقات میں ممتاز ترین ہیں۔ اللہ نے آپ کو ایک ایسا دل عطا کیا ہے جس میں وہ خود رہتا ہے۔ جب اللہ نے پہاڑوں اور زمین سے کہا کہ وہ اس بوجھ کو اٹھائیں جو وہ نازل کرنے والا تھا۔ تو وہ دونوں خوف کے مارے کانپ اُٹھے اور کہنے لگے "ہم اس ذمہ داری کو اٹھانے کے لئے بہت ہی کمزور ہیں۔ یہ تو احمق انسان تھا جس نے اس بوجھ کو اٹھانے کی حامی بھری۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ ایسا کیوں ہوا؟ یہ اس لئے ہوا کہ انسان نے کبھی اس ذمہ داری کے نتیجے کو نہیں

Marfat.com

دیکھا تھا اور نہ ہی اس کے معنی سمجھے تھے۔ اس نے کبھی اس دنیا اور آخرت کا فرق نہیں سمجھا تھا۔ اس کی جلدباز اور ناسمجھ فطرت نے اُسے اپنی ناک سے آگے سوچنے نہیں دیا۔

صرف چند ارواح ایسی تھیں جو جانتی تھیں کہ اللہ کیا فرما رہے تھے۔ انہوں نے اس بوجھ اور ذمہ داری کو دیکھا تھا، جسے اٹھانے کی حامی انسان نے بھری تھی، اور وہ یہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ اس کے قول و فعل کتنے کھوکھلے ہوں گے۔

یہ ارواح اللہ کے انبیاء، اللہ کے اولیاء اور اللہ کے عاشقین کی تھیں، جو اس وقت بھی روئی تھیں اور جنہوں نے بعد میں بھی گریہ کیا تھا۔ انہوں نے انسان کی حماقت پر گریہ کیا تھا۔ اور ان کے رونے کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے کھوکھلے دلوں کو دیکھا تھا، مگر اللہ سب سے بڑا کرم کرنے والا مہربان ہے۔ اس نے ان ارواح کو بصیرت، سچائی اور قوت سے نوازا تھا۔ اس نے ان کے دلوں کو اپنا مسکن بنایا اور ان کے ہاتھوں میں ہدایت کی مشعل تھما دی۔

Marfat.com

تو اس طرح یہ صاحبان دنیا میں تشریف لائے، اور اسی طرح وہ دنیا میں رہے۔ اللہ والے کسی بھی خوف و خطر سے نہیں گھبراتے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں خوفِ خدا ہے۔ انہیں صرف یہ فکر ہے کہ وہ اپنے اللہ کو کس طرح راضی رکھیں۔ اور خود کو اس دُنیا کی آلودگی سے کس طرح محفوظ رکھیں۔

اے اُمّتِ محمدی! یہی وہ سبق ہے جو حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے لوگوں کو سکھایا تھا۔ اور یہی وہ سبق ہے جو سارے انبیاء نے لوگوں کو دیا ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی تھے، جنہوں نے بھی یہی پیغام آپ تک پہنچایا۔ تو اس طرح آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس زمین کی ابتدا کے وقت سے لے کر اس کے خاتمے تک یہ پیغام ایک ہی رہا۔ اور ایک ہی رہے گا۔

اس میں کوئی شک نہیں اسے بار بار دہرایا گیا ہے۔ لیکن آپ میں سے کتنے اسے واقعی سُن رہے تھے؟ اگر اُسے صحیح طور پر سمجھا گیا ہوتا تو دنیا کیوں اس حال میں ہے؟ کیوں اتنی بڑی بدامنی اور انتشار ہے؟ کیوں ہر کوئی کسی دوسرے کی تاک میں ہے؟ یہ پیغام تو ہمیشہ موجود تھا،

Marfat.com

لیکن اسے کتابوں میں رکھا گیا تھا اور کتابیں الماریوں میں حفاظت سے سجائی جاتی تھیں۔ یہ کتابیں ایک بار کھولی جاتی تھیں لیکن اب وہ وہاں بس پڑی ہوئی ہیں۔ کوئی انہیں چھوتا نہیں ہے۔ اللہ کے محبوبوں کی آوازیں اب کانوں کو بہرا کر دینے والی بے معنی آوازوں میں دب گئی ہیں۔

اب لوگ سُننے کے لئے آمادہ نہیں۔ اب انہوں نے انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لی ہیں۔ انہوں نے حق کو سُننے کے لئے اپنی آنکھیں اور اپنے دل بند کر لئے ہیں۔ اور جب کوئی انہیں ان کے دین کی پاکیزگی بتلانے کی کوشش کرتا ہے، انہیں یہ بتانے کی کوشش کرتا ہے کہ ان کے دین کی پیروی کتنی آسان ہے۔ تو وہ ان سے بحث کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

ان حجتیوں کے پاس محبت اور امن کے ہر پیغام کے خلاف دلائل ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ کون کہتا ہے کہ مشکل کے وقت اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا اور ان کو یاد کرنا یا اللہ کے اولیاء کو یاد کرنا بدعت ہے۔ کون کہتا ہے کہ مرحومین کی بخشش کے لئے قرآن پڑھا

Marfat.com

جائے؟ یہ سوچنا بدعت ہے کہ کوئی کسی مُردے کی مدد کر سکتا ہے۔

یہ لوگ معصوم لوگوں میں اس قدر اُلجھن پھیلا رہے ہیں کہ اب ایک عام آدمی کے لئے نیکی کا ہر عمل یا تو بدعت دکھائی دیتا ہے یا شرک۔ ان حجتیوں کی وجہ سے ایک عام آدمی سوچنے لگتا ہے کہ اصل دین کہاں ہے؟ اور پیغام آخر کیا ہے؟

یہ حجتّی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانے سے ہی موجود تھے اور انہیں خارجی کہا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ بعد میں انہوں نے یہی حجتیں ابو وہاب کے زیرِاثر کرنی شروع کیں۔

ان چالوں کا مقصد صاف دلوں میں شک ڈالنا ہے۔ بدعت و شرک کا خوف ڈالنا ہے۔ تاکہ دین کی محبّت اور سچا جذبہ ختم ہو اور صرف کھوکھلے الفاظ و اعمال باقی رہیں۔ دوسرے الفاظ میں ان کی کوشش ہے کہ مسلمانوں کے دلوں سے ان کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاءکرام کی سچی محبّت کو ختم کر دیں اور اس کی جگہ ان میں خوف اور شکوک پیدا ہوں۔

ذرا اپنے اطراف نظر ڈالیں، یہ لوگ اپنی کارگزاری میں اتنے کامیاب کیوں ہیں؟ کیوں اکثر معصوم لوگوں نے اندھا دھند ان کی پیروی کرنی شروع کر دی ہے؟ اور دین کیوں اتنا بے لچک، سخت اور اُلجھا ہوا بن گیا ہے؟ اس کی وجہ اسلامی علوم کی کمی اور اپنے دین سے صحیح طور پر ناواقفیت ہے۔

یہ انسانی فطرت ہے کہ ایک آدمی صرف وہ عمل کرتا ہے جو اُسے فائدہ پہنچائے۔ آج کے انسان نے اس دنیا کو اپنی آخری منزل کے طور پر چنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تمام فوائد کو اسی پیمانے سے ناپتا ہے۔ اس کا علم دنیاوی علم کے گرد گھومتا ہے اور اس کی خواہشات ایسی ہیں کہ بس جو کچھ ملے یہیں ملے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے "اس دنیا کا آدمی" کہا جاتا ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ وہ اتنا تنگ نظر ہے کہ اُسے اس اُفق سے آگے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

اللہ کا علم، ہر طرف پھیلے ہوئے فتنے کے خلاف سب سے بڑی ڈھال ہے۔ یہ علم، علم نافع ہے۔ یعنی وہ علم جو آپ کو صحیح اور غلط، سچائی اور دھوکا، اور

Marfat.com

نیکی اور بدی کے فرق کو سکھاتا ہے۔ جو باعلم ہیں وہ کبھی کسی فتنے اور شر سے گمراہ نہیں ہوئے، اللہ ان کی حفاظت کرتا ہے۔ کیوں کہ یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے راہِ راست پر چلنے کے لئے اپنا وقت اور اپنی کوششیں صرف کیں۔ اور ان کے لئے اپنے رب سے نصرت طلب کی۔ بے شک یہی لوگ ہدایت یافتہ اور محفوظ ہیں۔

لیکن وہ لوگ جو اپنی میٹھی نیند میں مطمئن ہیں، جو راہِ اللہ کے لئے کوئی کوشش کرنا نہیں چاہتے، وہ بے شک اپنی زندگی میں بڑے خسارے میں رہیں گے۔ یہی وہ لوگ ہوں گے جنہیں آسانی سے گمراہ کیا جائے گا اور جنہیں بے کار اور فضول بحثوں میں الجھایا جائے گا۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار غفلت کے بارے میں فرمایا، یعنی اس حالت کے بارے میں جس میں پوری دنیا جکڑی ہوئی ہے۔ فرمایا "غفلت حسرتوں میں اضافہ کرتی ہے، نعمت کو زائل کرتی ہے۔ خدمت یعنی (عبادت و بندگی) سے

Marfat.com

روکتی ہے۔ حسد کو زیادہ کرتی ہے۔ اور ملامت شرمندگی میں اضافہ کرتی ہے۔"

حضرت ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار فرمایا "میں ایک مرتبہ ایک نہایت پرہیزگار شخص کے پاس گیا، جو مشائخ میں سے تھے اور جو سخت بیمار تھے۔ میں نے دیکھا کہ اُن کے سارے شاگرد اُن کے گرد جمع تھے اور رو رہے تھے۔ ان کی عمر ۸۰،۹۰ سال تھی۔ میں نے اُن سے پوچھا:

"اے شیخ! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کیا یہ اس دنیا کی خاطر؟" شیخ نے جواب دیا "میں اپنی نماز کے فوت ہونے پر رو رہا ہوں"۔ میں نے عرض کی کہ: یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ جب کہ آپ اپنی عبادتوں میں اتنے پابند تھے۔"

شیخ صاحب نے فرمایا: "میں اتنی عمر زندہ رہا، اور ہمیشہ غفلت میں سجدہ کیا اور غفلت میں ہی سجدے سے سر اٹھایا ہے۔ افسوس! آج غفلت میں مر رہا ہوں۔"

حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگ تین باتیں کرتے ہیں، لیکن عمل اس کے بالکل

برعکس کرتے ہیں۔

۱۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے عبد (غلام) ہیں۔ لیکن عمل ایسا کرتے ہیں جیسے کہ وہ آزاد لوگ ہوں۔

۲۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ ہمارے رزق کا کفیل ہے لیکن اُن کے دل اس وقت تک مطمئن نہیں ہوتے، جب تک کہ وہ دنیا اور دنیا کا ایندھن جمع نہیں کرتے، تو یہ بھی ان کے قول کے خلاف ہے۔

۳۔ وہ اپنی زبان سے کہتے ہیں کہ ہم موت سے نہیں بچ سکتے، مگر ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے انہیں کبھی مرنا نہیں ہے۔

اے میرے بھائی! اپنے بارے میں سوچیں کہ اپنے اللہ کے آگے کس جسم کے ساتھ کھڑے ہوں گے، اور اس وقت کس زبان کے ساتھ اسے جواب دیں گے، جب وہ آپ سے آپ کے کئے ہوئے ہر ایک چھوٹے یا بڑے اعمال کے بارے میں سوال کرے گا؟

آپ کیا کہیں گے، اپنے جوابات ابھی سے تیار کرلیں۔ کیا سورۂ حشر میں یہ لکھا ہوا نہیں ہے کہ "اور

Marfat.com

ڈرتے رہا کرو اللہ سے، بے شک اللہ تعالیٰ خوب آگاہ ہے جو تم کرتے ہو''۔

اللہ نے مزید فرمایا ہے کہ '' جو میری قضا پر راضی نہیں، میرے امتحان پر صابر نہیں، میری رحمتوں پر شاکر نہیں، اور میری عطا پر قانع نہیں، وہ میرے سوا کوئی اور رب تلاش کرے''۔

ایک مرتبہ ایک آدمی حضرت ابو یزد رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آیا اور کہا '' مجھے اپنی عبادت میں مزہ نہیں آتا''۔ اس پر صالح شیخ نے فرمایا کہ '' ایسا اس لئے ہے کہ آپ اپنی عبادت کی عبادت کرتے ہیں' اپنے اللہ کی نہیں۔ اللہ کی عبادت کیا کرو، تاکہ تمہیں عبادت میں لطف آئے''۔

حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے مزید فرمایا:
کہ یہ ایک سمجھدار آدمی کے لئے ضروری ہے کہ وہ دنیا کو چھوڑ دے۔ اللہ کی عبادت کرے اور اپنی آخرت کی فکر کرے۔ اور اس کا یہی مقصدِ حیات ہو''۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے'': جو طلب گار ہو آخرت کی کھیتی کا، تو ہم اپنے فضل و کرم سے اس کی کھیتی کو

Marfat.com

اور بڑھا دیں گے۔ اور جو شخص خواہشمند ہے صرف دنیا کی کھیتی کا تو ہم اسے دیں گے، اس سے اور نہیں ہو گا اُن کے لئے آخرت میں کوئی حصہ"۔ (سورہ الشوریٰ:۲۰)

اے اُمتِ محمدی! اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بات صدیوں سے کہی جا رہی ہے اور یہ اس دنیا کے خاتمے تک کہی جائے گی' آپ کے اللہ کو یہ کہنے میں تامّل نہیں کہ کیا حق اور کیا سچ ہے۔ یہ تو حقیقت میں آپ سب کا کام ہے کہ جو کچھ کہا جا رہا ہے اُسے جذب کریں۔

بے شک جو کوئی ان ارشادات کو سمجھتا ہے اور انہیں اپنی زندگی میں جذب کرتا ہے وہ ان باتوں کا فائدہ آخر میں پائے گا۔ اور وہ جو ان کو بس سُنتا ہے اور پھر بھول جاتا ہے وہ دراصل خسارے کا سودا کر رہے ہیں۔

آیئے! سب مل کر دُعا کرتے ہیں، اے میرے رب! ہمیں اپنی ہدایت عطا فرما دیجئے۔ اپنی خدائی نصرت ہمارے شاملِ حال کر دیجئے۔ ہماری خطاؤں کو نظر انداز کر دیجئے اور ہم پر اپنا کریمانہ سلوک کر

Marfat.com

دیجیے۔ ہمیں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دیجیے۔ ہمیں نصوحی توبہ کی توفیق عطا فرما دیجیے۔ ہماری شرمناک عادتوں کو اچھے اخلاق اور قابلِ تعریف خوبیوں سے بدل دیجیے۔ ہمیں اپنا اطاعت گزار بندہ بنا دیجیے۔ لیکن اس اطاعت پر ہمیں مغرور نہ ہونے دیں۔

ہماری آخرت اور انجام بخیر ہو۔ ہمیں موت ایمان کی سلامتی کے ساتھ عطا کر دیجیے۔ اللہ کے کرم سے اس کی ہدایت اور امان ہم سب کے ساتھ ہو۔

آمین!

Marfat.com

۸ر اکتوبر ۲۰۱۰ء (۱۳۷)

زندگی کی خوشی کے لئے

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو نہایت مہربان اور بہت ہی عالیشان ہے۔ جو علم ہے اور یہ علم صرف ان کو عطا کرتے ہیں جو اس کے لائق ہیں۔

درود وسلام رحمتِ کونین پر جو سب سے حسین تر دل کے مالک ہیں۔ جو ہر وقت اپنی اُمّت کی خیر خواہی چاہتے ہیں۔

سلام، رحمت اور برکتیں آپ سب کے لئے اور آپ کے پیاروں کے لئے۔ سلامتی ان سب کے لئے جو سچا علم طلب کر رہے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہی سچا راستہ ہے، تمام اولیاء اور صالحین کا۔

زندگی میں انصاف نہیں ہے۔ دنیا کے بیشتر لوگوں کو یہی شکایت ہے۔ وہ اپنی زندگی کے بارے میں یہی شکایت کرتے ہیں۔ اور یہ کہ خوشی ان سے بہت

Marfat.com

دُور رہتی ہے۔ اس قدر غیر اطمینانی کیوں ہے؟ کیوں اتنی شکایات اور اتنی مایوسی ہے؟

ذرا سوچیئے کہ اگر آپ کو معلوم ہو کہ آپ کے سامنے سونے کا ایک پہاڑ ہے، اور آپ جتنا چاہیں اس میں سے لے سکتے ہیں۔ تو پھر مجھے بتائیے کہ کیا اس سے آپ مطمئن ہوں گے؟ بدقسمتی سے آپ میں سے اکثریت پھر بھی شکوہ کرتے ہیں۔ اور ناخوش ہی رہتے ہیں۔

یہ عجیب بات ہے، کیوں کہ اللہ چاہے کتنی ہی نعمتیں آپ کو عطا کرے لیکن انسان شکوہ ہی کرتا ہے۔ اور جو کچھ اسے میسر ہے اس سے وہ خوش نہیں۔ ایک عام آدمی اپنی زندگی اپنی خوشی کے حصول کے لئے بسر کرتا ہے، جب وہ چھوٹا ہوتا ہے تو وہ اپنے والدین کو امتحانات میں اچھے نمبر لا کر یا ان کی تابعداری کر کے انہیں خوش کرتا ہے۔ یہ دراصل اس کی اپنی بھی خوشی ہے۔ کیوں کہ جب اس کے والدین خوش ہیں تو پھر وہ بھی خوش ہے۔ خوشی کا یہ حصول اس کی پوری زندگی پر محیط ہے۔

Marfat.com

وہ دن رات اپنے گھرانے کو خوشی اور آسائش مہیا کرنے کے لئے کام کرتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کی عبادات کی ادائیگی بھی اس کی اپنی خوشی اور اطمینان کے حصول کے لئے ہوتی ہیں۔ اکثر اوقات اس کی نماز ایک عادت یا رسم کے طور پر ادا ہوتی ہے۔ اور اس سے واحد خوشی جو اسے حاصل ہوتی ہے، وہ یہ کہ "ہمارا فرض پورا ہوا"۔

تو اس طرح ساری عبادات ادا ہوتی ہیں۔ یعنی رسم کے طور پر، بغیر جذبے کے، ہو سکتا ہے بغیر خوشی کے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ خوشی ہے کیا۔

کہا جاتا ہے کہ یہ لذت اور سکونِ قلب کا ایک احساس ہے۔ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ وہ شے ہے کہ جس کا تعلق دل سے ہے۔ جب دل میں سُرور ہو اور زندگی کے بوجھ ہلکے اور قابلِ برداشت ہوتے محسوس ہوں تو پھر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے دلوں میں خوشی ہے۔ خوشی ایک ایسا جذبہ ہے جس کی ہر ایک کو تلاش ہے۔

خوش رہنے کے لئے بے شمار دولت کی ضرورت نہیں کسی کی زندگی میں کوئی بھی کامیابی ہی خوشی لاسکتی

Marfat.com

ہے ۔ زندگی کے تمام اہم واقعات بھی بہت لوگوں کے لئے خوشی کا باعث ہوتے ہیں ۔ جیسا کہ شادی ، بچے کی ولادت ، یا نئے گھر میں منتقلی ۔ گذشتہ زمانوں میں سب کو خوشی آسانی سے میسر تھی ۔ لوگ اپنے گرد و نواح کی چھوٹی چیزوں سے بھی خوش ہوتے تھے ۔ مثلاً موسم میں تبدیلی ، موسم بہار کی آمد پر اکثر مقامات میں جشن منایا جاتا تھا ۔

اسی طرح دن بھر کی محنت و مشقت کے بعد دوست اور عزیزوں کا شام کے وقت جمع ہونا بھی ہر ایک کے لئے خوشی کا باعث ہوتا ۔ اگر خاندان کے کسی فرد کو یا کسی جاننے والے کو بھی کوئی اعزاز ملتا ، یا اللہ کی کوئی نعمت ملتی تو باقی سب لوگ بھی اُس کے لئے خوشی محسوس کرتے ۔

اس زمانے کے لوگوں کو خوشی حاصل کرنے کے لئے بہت زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی تھی ۔ لوگوں کی ہنسی ، فکر سے بے نیاز تھی ۔ محبّت سے بھرے ہوئے الفاظ تھے ، ہر ایک کو دوسرے کی عافیت کا خیال تھا ۔ جس کے باعث زندگی آسان تر تھی ۔

Marfat.com

لیکن پھر زمانے بدل گئے، جس سے کئی دوسری چیزیں بدل گئیں۔ اب خوشی اتنی آسانی سے نہیں ملتی۔ آج کے دور کے لوگ دل کی حقیقی خوشی سے دُور ہوتے جا رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے ہی اعمال کی وجہ سے اس نعمت سے اپنے آپ کو محروم کر لیا ہے۔

آپ باہر نکلیں، جہاں بہت سارے لوگ ہوں۔ تو آپ کو ان کے چہروں پر ایک عجیب کیفیت دکھائی دے گی۔ یہ دنیا کی صورت ہے۔ یہ سختیوں اور لاتعلقی کی صورت ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ ہر ایک اپنے ہی خول میں جکڑا ہوا ہے اور اپنے اِرد گرد کے ماحول سے مکمل طور پر بے گانہ ہے۔ حتیٰ کہ اگر دو آدمی ایک دوسرے کی طرف دیکھتے بھی ہیں، تو وہ لباس، وضع قطع اور گفتگو سے ایک دوسرے کی حیثیت کا اندازہ لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اگر اُن میں سے ایک دوسرے کو اپنی حیثیت سے اُونچا پاتا ہے تو اُس کے دل میں رشک وحسد کا ایک جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اور اسی طرح اگر وہ دوسرے کو اپنی حیثیت سے کمتر پاتا ہے، تو اُس صورت

میں بھی اُس کے دل میں اُس کے لئے تحقیر کا جذبہ پیدا ہو سکتا ہے۔ اس طرح دونوں کے درمیان فاصلے بڑھ جاتے ہیں۔

اللہ نے تو انسانوں کو اس طرح تخلیق کیا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے آرام پائیں۔ اُن میں رشتہ داریاں اور دوستیاں ہیں۔ جن سے زندگی آسان تر ہوتی ہے۔ ہر ایک آدمی دوسرے کیلئے کچھ نہ کچھ کارآمد ہوتا ہے۔ آپ کئی پیشوں کو رات دن کام میں لگے دیکھ سکتے ہیں۔ جو زندگی کو مدد فراہم کرتے ہیں، جس سے ہر ایک کو فائدہ پہنچتا ہے۔

دونوں، بیچنے والے اور خریدنے والے کو اسی طرح زندگی کے مصائب میں رشتہ دار بھی ایک دوسرے کا سہارا بنتے ہیں۔ والدین، اولاد، شریکِ حیات اور باقی خونی رشتے یہ سب زندگی کی دھوپ میں سائبان ہیں۔ اور اسی طرح مخلص دوست ہیں، جو اپنے خلوص کے باعث دوسروں کی نسبت آپ کے زیادہ قریب ہو سکتے ہیں۔

اللہ نے ان سب کو ہمارے لئے خوشی کا ذریعہ

Marfat.com

بنایا ہے۔ بالکل اسی طرح خوشی اس وقت بھی ہوتی ہے جب آپ قدرت کے حسن میں محو ہوتے ہیں۔ جیسے کہ سرسبز کھیتوں میں، گرجتی ندیوں میں، گنگناتے جھرنوں میں، ٹھنڈی ہوا یا یخ بستہ آبشاروں میں۔ یہ سب بھی عالم انسان کے لئے اللہ کی رحمت ہیں' اللہ کی عطا اور عنایت۔ ان خوبصورت مناظر کی یہ دلکشی اور پاکیزگی ''المُصَوِّرُ'' کا براہِ راست مظہر ہیں، اس کی قدرت اور رحمت کا۔

تمام آنکھیں ان کا نظارہ کرتی ہیں، مگر بہت ہی کم لوگ خالق کی اس صنّاعی کو تسلیم کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بہت کم دل ہی ان سے حقیقی خوشی حاصل کر سکتے ہیں۔

اس ادنیٰ سے جذبے پہ اتنی بحث کیوں، جب کہ یہ تو ہر کسی کے پاس پہلے سے موجود ہے؛ یہ کوئی معمولی جذبہ نہیں، یعنی خوشی کا ہونا یا خوشی کا نہ ہونا ہی اصل میں دنیا میں مسائل کی بنیادی وجہ ہے، آخر یہ مصائب کی بنیادی وجہ کیوں ہے؟

ایک دنیاوی آدمی خود پسند انسان ہے، جو

Marfat.com

فقط اپنی ہی خوشی کے بارے میں سوچتا ہے۔ چونکہ یہ دنیا دار آدمی ہے اس لئے اس کی خوشی دنیاوی اشیاء کے حصول میں مضمر ہے۔

وہ چیزیں جو خوبصورت تو نظر آتی ہوں، لیکن درحقیقت رکھے جانے کے قابل نہیں، اس خوشی کو مصنوعی خوشی کہتے ہیں، جو فقط تھوڑے عرصے کے لئے ہے۔

یہ شخص اس وقت تک خوش رہتا ہے جب تک کہ اُسے دنیا کی بہترین چیز نہ ملے، جو باقی سب سے بہتر ہو۔ اگر کسی لمحے اُسے معلوم ہو جائے کہ کسی دوسرے کے پاس اُس سے کوئی بہتر چیز ہے، تو پھر اس کی خوشی غم میں بدل جاتی ہے، اور ہو سکتا ہے کہ وہ بدی پر اُتر آئے۔ جیسا کہ بددیانتی یا دھوکا بازی۔ تاکہ اُسے مزید مادی خوشی حاصل ہو۔ کھوکھلی چیزیں ظاہر ہے کہ کھوکھلی خوشی لاتی ہیں۔

پچھلے زمانے میں مختلف وجوہات کی بنا پر خوشی آسانی سے حاصل ہوتی تھی۔ پہلی وجہ دلوں کا پاک اور مخلص ہونا تھا۔ لوگوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے

لیے اُلفت تھی۔ اور لوگ اپنی اقدار کو باقی تمام چیزوں پر مقدم رکھتے تھے۔ یہ قدریں، سچائی اور دیانت پر مبنی تھیں، اور انہی قدروں کی وجہ سے وہ سادہ اور مطمئن زندگی گزارتے تھے، وہ سادہ کھاتے تھے، اُن کا طرزِ حیات سادہ تھا۔ ان کی تفریحات سادہ تھیں اور اُن کے دل سادہ تھے۔

آپ اُسے ایک ایسے شیشے کے گلاس سے موازنہ کریں، جو صاف اور شفاف ہے۔ جب کبھی آپ اُسے پانی سے بھریں گے تو آپ بڑی آسانی سے پانی کی کیفیت کو دیکھ سکتے ہیں، چونکہ وہ گلاس اس قدر صاف ہے، اس لئے آپ اُس میں گندا پانی نہیں ڈالیں گے اگر تھوڑی سی مٹی اُس میں داخل بھی ہو جائے تو وہ دکھائی دے گی اور اُس پانی کی جگہ اس میں تازہ پانی بھرا جا سکتا ہے۔ یہ تھی اُس زمانے کے لوگوں کے دلوں کی حالت۔

وہ اس قدر شفاف تھے کہ ان میں پڑنے والی مٹی فوراً ہی نظر آجاتی تھی۔ اور اُسے نکال دیا جاتا تھا۔ وہ بیسویں اور اکیسویں صدی کے لوگوں کے دلوں سے

Marfat.com

یکسر مختلف تھے۔ آپ ان دلوں کو پھر ایسے گلاسوں سے تشبیہہ دے سکتے ہیں جو آلودہ اور زیادہ صاف نہیں۔ اب اگر پانی صاف ہے یا گدلا ہے تو ایسے گلاسوں میں دکھائی نہیں دے گا۔ کیوں کہ غیر شفاف گلاسوں میں پانی کی آلودگی دکھائی نہیں دیتی، اس لئے اس کی صفائی کا اہتمام نہیں کیا جاتا۔ حتیٰ کہ ان گلاسوں کے مالک بھی نہیں جانتے کہ ان گلاسوں کے پانی کو کس طرح صاف کیا جائے۔

اب سوال اُٹھتا ہے کہ اُس زمانے اور آج کے دور میں اتنا بڑا فرق کیوں ہے۔ ایسی کیا خرابی ہوئی ہے کہ اتنی تبدیلی رونما ہوئی۔ اس کا جواب بہت آسان ہے۔ پہلے یہ گلاس ذکر اللہ اور ندامت کے اشکوں سے باقاعدہ دھو کر صاف کئے جاتے تھے۔ لیکن اب لوگ ان طور طریقوں کو بھول بیٹھے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ دنیا نے ان گلاسوں کی شفافیت کو کم کر دیا ہے۔ پہلے جو کچھ بھی دلوں میں ہوتا تھا وہ دکھائی دیتا تھا لیکن اب غیر شفاف گلاسوں کے باعث جو کچھ دلوں میں ہے، وہ پوشیدہ ہے۔ گزشتہ زمانوں میں کیونکہ دلوں

Marfat.com

کو بہ آسانی دیکھا جا سکتا تھا۔ تو لوگ ان کا خیال رکھتے تھے۔ وہ اپنے دلوں کی آلودگی کو دوسروں پر عیاں کرنے کی جرأت نہیں رکھتے تھے۔

یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے دلوں کو پاک رکھنے کا خاص اہتمام کرتے تھے۔ لیکن آج کل لوگوں نے اپنے دل دنیا کے سپرد کر رکھے ہیں۔ انہوں نے ان کا خیال رکھنا چھوڑ دیا ہے۔ اب لوگوں نے اس کو اہمیت دینا چھوڑ دی ہے۔ اس کو درگزر کرتے ہوئے کہ یہ اللہ کا گھر ہے۔

اس لاپرواہی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ لوگ اپنے ظاہر، یعنی اپنے جسم کی نگہداشت میں اتنے مصروف ہو چکے ہیں کہ انہیں اپنے باطن یعنی دل کی کچھ خبر نہیں۔ آپ کا قلب آپ کی روح کا ایک حصہ ہے۔ یہ روحانی جسم کا حساس ترین عضو ہے، یہ ایک پھول کی طرح ہے۔ اگر اس کی مناسب نگہداشت کی جائے تو یہ کھلا رہتا ہے۔ اور اپنی خوشبو اطراف میں پھیلاتا ہے۔ لیکن اس پر اگر توجہ نہ دی جائے تو یہ مرجھانے لگتا ہے۔ اور اس کے مرجھانے سے پورے روحانی جسم پر برے اثرات پڑ سکتے ہیں۔ کیا کوئی مادی جسم دل کے بغیر زندہ رہ سکتا ہے؟

Marfat.com

اگر نہیں تو پھر رُوحانی جسم قلب کے بغیر کیسے جی سکتا ہے۔ یعنی روحانی دل۔

جب قلب مرتا ہے تو روح کی خوشی مر جاتی ہے، روحیں جسم کی تمام لطافتیں مارتی ہیں، اور جو کچھ بچتا ہے، وہ بس ایک چلتی پھرتی لاش ہوتی ہے، اپنی مٹی کی حیات میں۔ اس جسم کا نُور مرتا ہے۔

اگر قلب اتنا ہی اہم ہے تو کوئی شخص اسے کس طرح نظرانداز کر سکتا ہے؟ ایسی غفلت اور حماقت آخر کیوں؟ بس یہ تصور کیجئے کہ ایک دریائے حیات ہے جو اپنی منزل کی طرف بڑی تیزی سے رواں ہے۔ وہ منزل آپ کی ابدی رہائش گاہ ہے۔ اب اس دنیا میں جو بھی موجود ہے وہ اسی دریا میں بہے جا رہا ہے۔

اللہ نے آپ میں سے ہر ایک کو ایک کشتی دی ہے، تاکہ آپ اس سے راستہ طے کریں۔ دریا کا راستہ آسان نہیں ہے۔ اس میں بے شمار موڑ ہیں۔ اس میں بڑے پتھر اور تیز دھارے ہیں جن سے آپ کی کشتی الٹ سکتی ہے۔ دریا ایک کٹھن راستہ ہے اس کا پانی ایک آبشار کی طرح بھی گر سکتا ہے۔ اور آپ کی

کشتی کو ڈوبا سکتا ہے۔ اس میں بھنور بھی ہیں جو کشتی اور اس کے سوار کو نگل سکتی ہیں۔ آپ سب کو چپو دیئے گئے ہیں، جن سے آپ اپنے راستے بنا سکتے ہیں۔ آپ کی کشتیوں کے اچھے اور مضبوط بادبان بھی ہیں، جو دریائی سفر میں مفید ہیں۔

اب بالغ ہوتے ہی آپ کا سفر شروع ہوتا ہے، سفر سے پہلے آپ کے والدین، آپ کے اساتذہ اور آپ کے رہنما آپ کو سفر کے لئے تیار کرتے ہیں۔ ایک اچھی تربیت آپ کو یہ سکھاتی ہے کہ خود کو راستے کی مشکلات سے کس طرح بچایا جائے۔ اور یہ بھی کہ اپنی کشتی کو کس طرح سنبھالا جائے۔

اب جس وقت آپ کا سفر شروع ہوتا ہے، اور آپ تربیت یافتہ ہیں تو یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ آپ محفوظ تر راستہ اختیار کریں۔ آپ کے رہنماؤں نے آپ کو طوفانی راستوں سے خبردار کیا ہوگا اور آپ اپنی کشتی کو دانائی کے ساتھ ان سے بچا کر نکال سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی کشتی میں، کشتی رانی کے تمام آلات بھی مہیا کر رکھے ہیں، تاکہ آپ کو راستہ

تلاش کرنے میں آسانی ہو۔ آپ کو یہ احساس ہو سکتا ہے کہ بدقسمتی سے آپ تنہا اس کشتی میں سوار نہیں۔ اس میں آپ کا ایک ساتھی بھی ہے، جو آپ کا دوست کم اور دشمن زیادہ ہے۔ وہ چوری چھپے آپ کی کشتی میں سوار ہو گیا اور اس کا واحد مقصد آپ کو اور آپ کی کشتی کو تباہ کرنا ہے۔ اس کا طرزِ عمل دوست جیسا ہوتا ہے اور آپ کو بے مقصد کاموں میں الجھاتا ہے۔ وہ کبھی کبھی آپ کو کھانے اور سو جانے کی عیاشیوں میں لگاتا ہے۔ یا آپ کو شہرت و عظمت کے بے ثمر حصول کے لئے دوسری کشتیوں سے دوڑ لگانے کو کہے گا۔

وہ آپ کو دوسرے غیر ضروری مشغلوں میں بھی ملوث کرتا ہے۔ جیسا کہ اپنی کشتی کو، ایسا رنگ و روغن کرانا کہ سب میں بہترین نظر آئے۔ یا پھر اس سے بھی زیادہ پُرتکلف اور پُر آسائش بنانا۔

المختصر آپ اپنی کشتی کی تزئین میں یا دوسروں سے مقابلہ کرنے میں اس قدر مشغول ہیں کہ آپ پانی کے خطرات سے مکمل غافل ہو جاتے ہیں۔ یعنی بھنوروں

Marfat.com

چٹانوں اور نگلنے والی آبشاروں سے۔ آپ کی آنکھیں صرف اس وقت کھلتی ہیں جب آپ کی کشتی ایک جان لیوا خطرے سے ٹکرا کر پاش پاش ہوتی ہے اور آپ گہرے پانی میں گر جاتے ہیں۔

یہ ہے انجام ان سب لوگوں کا جو اپنی حماقت میں شیطان کو اپنا ساتھی بناتے ہیں اور جو اُس کا آسان شکار بنتے ہیں۔ وہ اپنی بے کار خواہشوں غرور اور انا کی تسکین میں اتنے مگن ہو جاتے ہیں کہ وہ کشتی رانی کے اُن کنٹرولز کے بارے میں صریحاً بھول جاتے ہیں، جو ہر کشتی میں موجود ہیں۔ کشتی رانی کے یہ کنٹرولز اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے اولیاء کی ہدایات ہیں۔

اللہ ایک ایسے شخص کی مدد کیوں کرے گا جو اپنی مدد خود نہیں کرنا چاہتا، جو اس کی ہدایت پر کان نہ دھرے، جو آنے والے خطرے سے آنکھ چرائے۔ جو ہر وقت آپ میں سے ہر ایک کے سر پر منڈلا رہا ہے۔ یعنی موت کا خطرہ، جو برحق ہے اور جو ناگزیر ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے بڑا خسارہ ہے اور بڑے افسوس کا مقام ہے۔

Marfat.com

دائمی خوشی کے لئے ایک خفیہ نسخہ (ترکیب) یہ ہے کہ: اپنا گلاس اٹھائیے، جو ہوسکتا ہے دنیا کی دھول سے آلودہ ہوا ہو۔ اس دھول کو توبہ اور ندامت کے اشکوں سے دھو ڈالئے۔ پھر اس گلاس کو شرابِ عشق سے بھر دیجیے۔ اُسے شہدِ عشقِ نبیؐ سے شیریں تر کیجئے اور پھر اس پر تصورِ مرشدین کی خوشبو چھڑکئے۔

اب اس مشروب کو اپنے دل کے خفیہ کونے میں رکھئے تاکہ عشقِ الٰہی کی حدّت اُسے بہتر سے بہتر اور گرم سے گرم تر بنائے۔ پھر دھیرے دھیرے اس میں عشقِ اولیاء کے مختلف جواہر ملاتے جائیں جن کے ہر اضافے سے اُس کی لذت بڑھتی ہے۔

یہ سچّی خوشی کیا مشروب ہے، سُرور اور مسرتِ دوام کا مشروب۔ بے شک جو بھی اس مشروب کو چکھ لے وہ اس کے سُرور سے کبھی باہر نہیں آسکتا اور یہ سُرور ابد تک اُس پر طاری رہے گا۔

اے محبوب! شام ہوتے ہی ہمیں شراب پلا تم ہماری آنکھوں کے نُور ہو۔ ہر صبح ہم تیرے ہاتھ سے اپنا حصہ لیتے ہیں۔ اے رُخِ آفتاب! تمام پیالوں کو الٹا

دو، جام فقط مجھے پیش کرو، دوسروں کو نہیں۔ اپنے قول پر قائم رہو، تم باوفا سلطان ہو۔ تم ماہتاب ہو، پہلی شب کا ہلال۔

تم گرد و غبار کے پردے کے پیچھے سے ظاہر ہوتے ہو، تم ہمارے تمام دُکھوں کا چارا کار ہو۔ گلاس کو الٹ دو۔

اب تمہاری محبّت کا وقت ہے تمہاری تمام ترشان کے ساتھ۔ اے میرے سلطان! خدارا میرا ساقی بنو۔ ہم تمہارے تشنہ مے خوار ہیں۔ (رُومی)

آیئے سب مل کر دُعا کرتے ہیں، اے اللہ کریم! ہمیں ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت نصیب فرمائیں۔ ہمیں اُن کے اہلِ بیت کی سچی محبّت عطا فرمائیں۔ ہمیں اُن کے صحابہ کرام کا احترام کرنے کی توفیق عطا کریں۔ تاکہ ہمیں دونوں جہاں میں عزت و وقار اور رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو۔

ہمیں اپنی یاد سے غافل نہ رکھئے اور اپنی یاد ہر وقت ہمارے دلوں میں قائم رہنے دیجئے! کیوں کہ اُسے یاد رکھا جاتا ہے جس سے محبّت ہو۔ دل کی سکینت

Marfat.com

اللہ کی یاد ہے۔ وہ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں یقیناً کامیابی ان کا نصیب ہے۔

اے اللہ کریم! ہمیشہ ہمیں یاد رکھیئے، کیوں کہ آپ انہیں یاد کرتے ہیں جو آپ کو یاد کرتے ہیں اپنے محبوب سے ہمیں جدا نہ کریئے۔ ہمیں کلمۂ پاک پڑھنے اور اُس پر سچے دل سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ ہماری زبانوں کو ذکرِ الٰہی سے زینت بخشئے۔ ہمارے دلوں کو حفظِ قرآن سے منوّر فرمائیے۔ اور اپنی الوہی واحدانیت کی روشنی عطا کریئے۔ ہمارے چہروں کو روشن و تاباں اور دلوں کو شفاف بنائیے۔ ہمارے ظاہر و باطن کو پاکی عطا کریئے۔ ہماری نیک نامی، ہمارے وقار اور جو کچھ بھی ہمارے پاس مقدس ہے، اُن سب کو دشمن کے قدموں تلے روندے جانے سے محفوظ رکھیئے۔

تمام مسلمانوں اور اہلِ ایمان کو نجات عطا کر دیجئے، ہمارے دلوں کو متحد کریئے۔ تمام تعریفیں اللہ کے لئے جو رب العالمین ہے۔ اور درود و سلام اُن کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر جو رحمۃ اللعالمین ہیں۔

آمین!

Marfat.com

۱۵ اکتوبر ۲۰۱۰ء (۱۳۸)

فتنۂ وہابیہ

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو تمام بھیدوں کا جاننے والا ہے۔ وہ ان خیالات کو بھی جانتا ہے جو ابھی تک ذہن میں اُبھرے ہی نہیں۔ اور ان نیتوں سے بھی واقف ہے جو ابھی دلوں میں پیدا ہی نہیں ہوئی ہیں، تمام حمد وثنا اسی عظمت والے کے لئے ہیں۔

درود وسلام اللہ کے معصوم نبی، خوبصورت نبی پر جو انبیاء کرام کے سلسلے کے آخری نبی ہیں۔ جو نبیٔ آخر الزماں ہیں۔

سلام، رحمت اور برکتیں آپ کے اور آپ کے پیاروں کے لئے، سلامتی ان سب کے لئے جو راہِ مُستقیم یعنی اللہ کی راہ کے سچے طلبگار ہیں اور جو علم نافع کے بھی سالک ہیں ان دلوں کے بارے میں آپ کیا کہیں گے جو دُنیا کی خاک سے ڈھکے ہوئے اور پیغام حق کے لئے بند

Marfat.com

ہیں؟ وہ دل جو سخت اور غیر لچکدار ہو گئے ہیں۔ اور جہالت نے جن پر اپنی جڑیں پھیلا رکھی ہیں۔ وہ دل جو متعصب اور منافق ہیں اور تکبر اور غرور سے پُر ہو گئے ہیں۔

اپنی آنکھیں کھولیں اور اپنے اِردگرد نگاہ ڈالیں کیا آپ کو نظر نہیں آرہا کہ ایسے دلوں کی تعداد پہلے سے کئی گنا بڑھ گئی ہے؟ اگر یہ دل کافروں کے ہوتے تو آپ یہ دلیل دے سکتے کہ ہوسکتا ہے کہ اُن کے دلوں کی یہ کیفیت ان میں ایمان کی کمی کی وجہ سے ہوئی ہے

لیکن بدقسمتی سے یہ دل ان لوگوں کے ہیں، جو کلمہ گو ہیں۔ اور دینِ اسلام کی تعلیمات سے اچھی طرح آگاہ ہیں، یہ دل جو نرم وگداز ہونے چاہیئے تھے، جو عجز وانکساری سے پُر اور اللہ کے آگے سرتسلیم خم ہونے چاہیئے تھے، وہ ان ساری خوبیوں سے عاری ہیں۔

وہ لوگ جو دینِ اسلام سے واقف ہیں، بہ آسانی سے دیکھ سکتے ہیں کہ یہ کس طرح وحشی دلوں کو نرم ترین بنا سکتا ہے۔ کیا اس نے دورِ جہالت کے عربوں کو بدل نہیں ڈالا تھا؟ اُس دور کے لوگ بے رحم اور سفاک تھے۔

وہ اپنے ہی قوانین پر عمل کرتے تھے۔ وہ قوانین، جیسے کہ "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" یا کمزور کو جینے کا حق نہیں"۔ وہ اپنی زبانوں سے کم اور تلواروں سے زیادہ بات کرتے تھے۔ اور بد زبانی اور فریب ان کے لہو میں شامل تھے۔ یہ وہ لوگ تھے کہ جب انہوں نے خدائے واحد کے بارے میں سُنا تو ان کی آنکھوں نے آگ کے شعلے برسائے اور اُن کی زبانوں نے ہر طرف زہر افشانی شروع کی۔

کیا آپ ان مشکلات کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑنے والے بوجھ کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ جب وہ اکیلے ہی ہزاروں کے مقابلے پر تھے، ثابت قدمی اور ہمت کے ساتھ؟ مشفقانہ الفاظ اور پختہ عزم کے ساتھ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان بند دلوں میں داخل ہوئے اور بڑی نرمی سے انہیں نُورِ ہدایت سے منوّر فرمایا مگر اُس دور میں بھی جن دلوں پر مُہر لگی ہوئی تھی وہ نہیں مڑے اور حق کو تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ یہ وہ لوگ تھے جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا، اور ابدی عذاب اُن کا مقدر بنا۔

Marfat.com

اسلام امن، محبّت اور درگزر کا دین ہے۔ یہ برابری، رحم اور دوسروں کے حقوق کا احترام کرنا سکھاتا ہے۔ یہ دباؤ اور جبر کا مذہب نہیں ہے۔ اسلام کا پیغام ہمیشہ دو طریقوں سے پھیلا۔ ایک ہے تبلیغ، یعنی سچّی راہ کی طرف آنے کی دعوت دینا۔ اور دوسرا اپنے کہے پر خود بھی عمل کرنا۔

جب آپ باہر نکل کر کہتے ہیں کہ دوسروں کے ساتھ امن و ہم آہنگی سے رہیں، تو یہ آپ کے اعمال سے بھی ظاہر ہونا چاہیئے۔ ایسا ممکن نہیں کہ آپ کے الفاظ اور اعمال ایک دوسرے سے ملتے نہ ہوں اور آپ پھر بھی اپنے دین کی خوبیوں کی پرچار کریں۔ اور حیران ہوں کہ آپ کے الفاظ کا دوسروں پر اثر کیوں نہیں ہوتا۔

ایک مومن کی سادہ اور پُرخلوص زندگی اس کے مذہب کی بہترین تبلیغ ہے۔ غریبوں کے لئے اُس کا رحم، بڑوں کے لئے احترام، عورت کے لئے اس کے دل میں عزت، معاشرے میں اس کا مثبت کردار، اور اُس کی سچّائی اور دیانت، انسانیت کے لئے اُس کی

سچی محبّت، اُس کی نرم وخوشگوار فطرت، یہ وہ تمام صفات ہیں جو کسی کو بھی اس خوب صورت دین کی جانب کھینچ سکتی ہیں۔

لیکن کتنی مرتبہ آپ نے کسی مسلمان کو یہ سب کچھ کرتے دیکھا ہے۔ اپنے دین کا اصلی جوہر دوسروں کو دکھاتے ہوئے؟ آج کے مسلمان نے باقی دنیا کو دکھا دیا ہے کہ وہ بھی انہی میں سے ایک ہے۔ اب اُس کا مقصدِ حیات آخرت نہیں بلکہ دُنیا ہے۔ وہ بہت بھُوکا ہے مال کے لئے، شہرت کے لئے اور اقتدار کے لئے؛ اس کی اس بدبخت بھُوک نے اُسے اس کی قدروں سے اور اُس کی اخلاقیات سے فراموش کر دیا ہے۔ اُس نے اپنے فائدے کے لئے اپنے طور طریقوں کو بدلنا سیکھ لیا ہے، اس نے اپنے مفاد کے لئے اپنے الفاظ کو بدلنا سیکھ لیا ہے۔ اس نے اپنے مقاصد کی خاطر اپنے عقیدے کو بھی بدلنا سیکھ لیا ہے۔

شیطان مردُود نے موجودہ زمانوں میں اپنے لئے مزید ساتھی پیدا کر لئے ہیں۔ اور اب تو اُسے اِس کے لئے زیادہ محنت کی بھی ضرورت نہیں رہی۔ اب اُس کی

Marfat.com

صدیوں کی محنت رنگ لارہی ہے۔ اُس نے اپنی حکمتِ عملی سالوں میں تشکیل دی ہے۔ اور اب اُس نے اپنے مہرے صحیح جگہوں پر رکھ دیئے ہیں۔ سالہا سال سے وہ اپنا وقت دلوں کو تبدیل کرنے میں لگاتا رہا ہے۔ سالہا سال سے وہ اپنا وقت اس دُنیا کے شور کو بڑھانے اور اس کے گِرد شوخ رنگوں سے تصویر کشی کرنے میں گزارے ہیں، تاکہ انسانی آنکھیں حیرت زدہ ہوں اور اُن کے دل قابو ہوسکیں۔

وہ دنیا جو کبھی قدُرتی حسُن اور سُکون کی آماجگاہ تھی، اب کسی سرکس کی صورت اختیار کرچکی ہے، جس میں ہر ایک اپنا کرتب اور تماشہ میں مصروف ہے۔ جس کا کوئی مقصد نہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ اب ہر ایک اپنی زبان میں بول رہا ہے، وہ سب اُونچی آوازوں میں چیخ رہے ہیں اور اپنی اطراف کے لوگوں کو بہرا بنا رہے ہیں۔ اس اُلجھن اور افراتفری میں معصوم لوگ اُلجھ کر رِہ گئے ہیں۔ اور مدد کے لئے بُری طرح منتظر ہیں۔

شیطان کا یہ کھیل اب شروع ہونے کو ہے۔ اُس کے چیلوں نے بے شمار لوگوں کے ایمان کو کمزور کر

Marfat.com

دیا ہے۔ انہوں نے لوگوں کی کثیر تعداد کو اُلجھا دیا ہے۔ اور بے شمار مسلمانوں کے دلوں سے اُن کے دین کی محبّت اور تقدّس کو ختم کرا دیا ہے۔ یہ بھی شیطانی فتنہ ہے۔ یہ بھی شیطان کے چیلے ہیں۔ جنہوں نے حقیقت میں آپ کے مذہب کے اصل کو نشانہ بنایا ہوا ہے۔ یعنی انہوں نے "عشق" کے اصل جوہر کو نشانہ بنایا ہوا ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو۔ یہ ہے اِس فِتنے کا اصل مقصد۔ یعنی دلوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے اولیاء کی محبّت کو مٹا دینا۔

اِن سب کے پیچھے اُن کا ایک گھناؤنا مقصد ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو بڑی خوبی اور کمال سے اُسے اپنی حیاتِ مُبارکہ میں نافذ کر دیا تھا۔ آپؐ کے الفاظ، آپؐ کی احادیث قرآن کی تفسیر ہیں۔ جو بھی قرآن اور احادیث کو جانتا ہے، وہ اپنے دین کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔

اس فِتنے سے تعلق رکھنے والے لوگ قرآن کو سمجھتے ہیں لیکن بدقسمتی سے وہ قرآنی آیات کے معنی کو

اپنے مفاد کے لئے بدل دیتے ہیں۔ کبھی کبھی وہ کسی آیت کا صرف ایک حصہ پڑھتے ہیں اور دوسرا چھپا لیتے ہیں۔ یا پھر وہ کسی پوری آیت کی غلط تفسیر بیان کرتے ہیں۔ اور اُس سے نئے معنی اخذ کرتے ہیں۔

مگر اکثر اوقات وہ اُن آیات کو لیتے ہیں، جو بُت پرستوں کے لئے نازل ہوئی تھیں۔ اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں اور اولیاء کرام کے عاشقین پر چسپاں کرتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ وہ قرآن کے معنی بدل سکتے ہیں۔ لیکن انہیں خوف ہے کہ کوئی بھی جو احادیث کو اچھی طرح سمجھتا ہو وہ اُن کی پوشیدہ چالوں کو سمجھ کر اُن کی شرارت کو پکڑ سکتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ یہ فتنہ وہابیہ مسلمانوں کے دلوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء کرام کی محبّت کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ بالکل یہی وجہ ہے کہ وہ معصوم مسلمانوں پر شرک اور کفر جیسے سنگین الزامات عائد کرتے ہیں۔ اُن کی نظر میں رسول اللہ کی محبّت کا ہر عمل رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے اولیاء کو یاد کرنے کا ہر عمل اُن کے لئے بدعت ہے۔ اور پھر یہی بدعت شرک اور کفر بن جاتا ہے۔

Marfat.com

اُن کی بے باک زبانیں فوری طور پر مسلمانوں کو مومن کے درجے سے گرا کر بُت پرست بنا دیتی ہیں ۔ وہ پوچھتے ہیں کہ " آپ یہ کیوں کہتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی علمِ غیب تھا؟ اگر آپ ایسا کہتے ہیں تو آپ شرک کے مرتکب ہوں گے ۔ کیوں کہ علمِ غیب تو صرف اللہ کی صفت ہے ۔

یہ حُجّتی اپنی بے بنیاد حُجّت سے اللہ کے کلام کی بھی نفی کرتے ہیں ۔ کیوں کہ کئی آیات میں اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کی تصدیق فرمائی ہے ۔ سُورۂ جِن، آیت نمبر ۲۷ میں ارشادِ ربّانی ہے کہ :

" تو اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتے سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے "۔

اور اسی طرح اللہ کا ارشاد سورۂ تکویر آیت نمبر ۲۴ میں بھی ہے : " اور یہ نبیؐ غیب بتانے میں بخیل نہیں "۔

تو یہ حُجّتی اپنے تکبّر میں اللہ کے کلام سے بھی سرتابی کر رہے ہیں ۔ اُن کی ایک حجّت یہ بھی ہے کہ " آپ یہ کیوں کہتے ہیں کہ نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں ــــ یہ صفات کسی غیر اللہ میں نہیں ہو سکتیں "۔

Marfat.com

اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ تمام اہلِ اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات جامع کمالات ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ وہ سارے کمالات جو کسی دوسرے نبی یا کسی اور مخلوق میں ہیں وہ تمام کے تمام خاتم المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہیں۔

جب ملک الموت کے لئے پوری دُنیا ایک طشت (پلیٹ) کی طرح ہے اور وہ جہاں بھی جانا چاہیں ایک لمحے میں پہنچ جاتے ہیں۔ جب نیند کے دوران ہماری اپنی رُوح لمحوں میں سفر کرتے ہوئے جہاں اللہ اُسے چاہے جا سکتی ہے۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر آصف بن برخیہ ایک لمحہ میں حضرت بلقیس کا تخت یمن سے شام تک لا سکتا ہے۔ جب بُراق حدِ نگاہ کی رفتار سے سفر کر سکتا ہے، تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام میں تو یہ صفات موجود ہوں لیکن خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ صفات حدِ کمال تک موجود ہیں۔

Marfat.com

اِن وہابیوں کی ایک اور حجت یہ ہے کہ نعوذ باللہ
نبئ پاک صلی اللہ علیہ وسلم محض ایک بشر تھے، ایک عام
انسان اور پھر وہ سورۂ کہف پڑھتے ہیں :

"اے محبوب! فرما دو کہ میں تم جیسا
بشر ہوں"۔ (آیت ۱۱۰)

لیکن یہ لاعلم وہابی یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ
جب اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہوتا ہے،
تو وہ اپنے محبوب کو یہ کہہ کر بھی مخاطب ہوتا ہے،
کہ : یَانَذِیْرُ، یَاشَاہِدُ، یَامُبَشِّرُ۔ اس نے آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑے پیار سے سِرَاجٌ مُّنِیْرٌ کہہ
کر بھی مخاطب کیا ہے۔ اس نے اپنے محبوب کی شان
کو یہ کہہ کر بھی دوبالا کیا ہے کہ "یَاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ" اور
"یَاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ" اللہ نے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے
لئے لفظ "بشر" صرف اس لئے استعمال کیا ہے تاکہ
لوگ یہ نہ کہیں کہ رسول کو ان لوگوں سے مختلف طریقے
سے بنایا گیا تھا۔

یہی سبب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ سب
کچھ کر سکتے تھے جو اللہ آپ سے کہتا، لیکن عام لوگ اُسے

Marfat.com

نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے آپؐ کو "بشر" کہا تھا۔ لیکن کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بس ایک عام انسان تھے؟ کیا کبھی کوئی اپنے دنیاوی جسم کے ساتھ معراج پر گیا ہے، کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اندھیرے میں بھی دیکھ سکتا ہے، یا آپکی طرح دور کی آوازوں کو سن سکتا ہے؟ کس کے لعاب مبارک سے کھارا پانی میٹھا ہو جاتا ہے، یا زخم سے زہر ختم ہو جاتا ہے؟ یا کس کے ہاتھ ایسے ہیں جنہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی آنکھوں پر رکھا تو وہ چمکنے لگیں، یا ٹوٹی ہوئی ہڈی جڑ کر صحیح ہو جاتی؟ کس کے چہرہ پر نورِ محمدی چمکتا ہے؟ اور کس کا پسینہ بھی مُشک وعنبر کی طرح خوشبودار ہے؟

ع

بے مثلی حق کے مظہر ہو
پھر مثال تمہارا کیوں کر ہو
نہیں کوئی تمہارا ہم رتبہ
نہ کوئی تمہارا ہم پایہ!

یہ تو بس چند ایک دلائل ہیں ان حجتیوں کے اور ان کی حجتوں کا سبب بس نفاق اور بغض ہے۔ اللہ

Marfat.com

اُن کو اُن کے نِفاق اور بُغض کا بدلہ دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتنۂ وہابیہ سے بخوبی آگاہ تھے۔ اپنی نبوّت کے زمانہ سے ہی۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے اپنی اُمت کو اِن الفاظ میں خبردار کیا تھا۔ ابنِ عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے اللہ! ہمارے لئے برکت عطا فرما ہمارے شام میں، اے اللہ! ہمارے لئے برکت عطا فرما ہمارے یمن میں۔" صحابہ کرام نے عرض کی: "یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نجد کے لئے بھی دُعا فرمائیں۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی عرض سُننے کے باوجود پھر دُعا فرمائی: "اے اللہ! ہمارے لئے برکت عطا فرما ہمارے شام میں، اے اللہ! ہمارے لئے برکت عطا فرما ہمارے یمن میں"۔

صحابہ کرام نے پھر عرض کی "یا رسول اللہ! نجد کے لئے بھی دُعا فرمائیں۔" ابنِ عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے تیسری دفعہ فرمایا: "وہاں (نجد میں) زلزلے ہیں اور فِتنے ہیں اور سرزمینِ نجد میں شیطانی گروہ نکلنے والا ہے۔"

Marfat.com

آپ تاریخ کی کتابوں سے دیکھ سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں کتنی سچّی تھیں۔ فتنہ خوارج سرزمینِ نجد سے شروع ہوا۔ اور پھر اسی مقام سے ہی اس فتنے نے ایک بار ابنِ عبدالوہاب کی جماعتِ وہابیہ کی شکل میں ۱۱۰۰ ہجری میں سراٹھایا۔ جو بعد میں برصغیر پاک و ہند میں سید بھائی بریلی اور محمد جمیل دہلوی کے ذریعے پھیلا۔ اس فتنے کے لوگ بھی وہی ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبردار کیا تھا کہ یہ لوگ قرآن کی تلاوت بڑی خوبی سے کریں گے۔ لیکن قرآن اُن کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا۔

یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے معصوم مسلمانوں کو اندھا دھند مشرک قرار دیا۔ اور پھر سالہا سال تک اسلام کے نام پر قتل اور لوٹ مار کا بازار گرم کئے رکھا۔ انہوں نے مسلمانوں پر قبر پرستی، غیر اللہ کے نام پر نذرانے، توسّل غیر اللہ، اور ندا و دعائے اولیاء اللہ کے الزامات لگائے۔

عبدالوہاب کی کتاب "کتاب التوحید" کے مطابق مسلمان ان تمام بدعقیدتوں کے مجرم ہیں۔ آگے چل کروہ فتویٰ دیتے ہیں، انبیاء اور اولیاء کے مزار پہ حاضری دینا

Marfat.com

اور اُن کے توسّل سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا مانگنا اللہ کے ان محبوب سے شفاعت چاہنا، ان کے ایصالِ ثواب کے لئے نذر و نیاز دینا، یہ سب قبر پرستی ہے۔ اور جو بھی اس کا مرتکب ہوتا ہے وہ مشرک ہے۔

ان منکرین کا مال لوٹنا حلال ہے، اور ان کو قتل کرنا بھی حلال ہے۔ ان وہابیوں کا سب سے بڑا جُرم قرآن اور احادیث میں تحریف کرنا ہے اور کہنا ہے کہ فتویٰ اللہ اور اس کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ہے۔

عبدالوہاب کے دل میں یہی شدید نفرت اور بُغض تھا کہ جس نے اُسے اُس کے ناقابلِ معافی مظالم کے لئے بھڑکایا۔ سال ۱۲۴۰ ھجری میں اس نے نجد پر قبضہ کیا اور برطانوی سرکار کی مدد سے پوری سلطنتِ حجاز پر قابض ہوگیا۔

پھر انہوں نے ایک اور ناپاک جسارت کی ہمت کی۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے تمام مقبرے اور جنت المولیٰ اور جنت البقیع کے قبرستانوں کو زمین کے برابر کر دیا گیا۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والی تمام مقدس یادگاروں کو، جیسا کہ آپؐ کی جائے ولادت، اور حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش کا مقام، ان سب کو مکمل طور سے برباد کیا گیا۔

اسی طرح اُمّ المومنین حضرت خدیجتہ الکبریٰؓ کا مزار اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کے مزار کی بھی بے حُرمتی کی۔ اور پھر اُنسے کو زمین بوس کر دیا گیا۔ امیر المومنین حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزارات کو بھی مکمل طور پر مسمار کر دیا گیا۔

اگر آپ اہلِ بیت، صحابۂ کرام اور اولیائے کرام کے مزارات کے ساتھ کی گئی بے حرمتی کی تمام وارداتوں کی فہرست پر نگاہ ڈالیں، تو ہو سکتا ہے کہ آپ کا دل اتنا دُکھی ہو کہ آپ اُسے پڑھ بھی نہ سکیں۔ آپ پھر یقیناً کہیں گے کہ وہ سب لوگ جنہوں نے یہ بے حرمتی کی ہے انہیں ایک لمحہ کے لئے بھی معاف نہ کیا جائے۔

یہ سب کچھ کئی سالوں سے سعودی عربیہ اور اُن جگہوں میں ہو رہا ہے، جہاں وہابی اقتدار میں ہیں۔

Marfat.com

کچھ عرصے سے یہ ہمارے ملک میں ہونا شروع ہوا ہے۔
۲۰۰۵ء سے ۲۰۱۰ء کے درمیان کئی اولیاءاللہ کے مقدس مزارات نشانہ بنے ہیں۔ کیا آپ میں سے کسی نے اس بربریت کے خلاف آواز اٹھائی ہے؟

حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ جیسے اولیاء کے مزار کی بے حرمتی اور حضرت شہید عبداللہ شاہ غازی رحمتہ اللہ علیہ جیسے اہلِ بیت کے مزار کی بے حرمتی شیطان اور اُس کے چیلوں کی صریح بے باکی ظاہر کرتی ہے۔ ہر گزرنے والا دن شیطان کو اُس کی منزل کے قریب تر لا رہا ہے۔ یعنی مسلمانوں کے دلوں سے عشق کو نکال دینا۔

لیکن سوال یہ ہے کہ اُن شرپسندوں کی تعداد کتنی ہے؟ اور آپ کی تعداد کتنی ہے؟ آپ کی تعداد یقیناً اُن سے زیادہ ہے۔ لیکن آپ کے دشمنان کو کس چیز نے اتنا باہمت اور بے باک بنا دیا ہے؟

یہ آپ کی خاموشی ہے۔ آپ کی آنکھوں کے سامنے جو کچھ ہو رہا ہے، اُس کو تسلیم کرنا آپ کی کم علمی ہے جو ابلیس کی ہمت میں روز افزوں اضافہ کر رہی ہیں۔ کل یہ اولیاء تھے، آج یہ اہلِ بیت ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وآلہ وسلم کا لہو۔

آپ کی حیا کو کیا ہوا؟ آپ کے دلوں میں موجود محبّت کو کیا ہوا؟ آپ کی آنکھیں ابھی تک کیوں خشک اور آپ کے دل ابھی تک کیوں خالی ہیں؟

اے اُمّتِ محمدی! آپ میں سے ہر ایک کو اپنی نیتّوں کا اور اس دنیا میں کئے ہوئے اعمال کا جواب دینا ہے۔ ہر ایک عمل کا محاسبہ ہوگا۔ آج جو کچھ ہو رہا ہے اگر اس کے خلاف کچھ کرنے کی آپ میں قوت ہے مگر آپ خاموش رہتے ہیں، تو اس کے لئے آپ جواب دہ ہوں گے۔

ذرا اُس وقت کے بارے میں سوچئے، جب حشر والے دن اولیاءِ کرام اور اُن کے محبوب آپ سے آ کر سوال کریں گے کہ: "آپ نے پرواہ کیوں نہیں کی؟" پھر کیا آپ کے پاس اُن کو دینے کے لئے کوئی جواب ہوگا؟ کیا اس وقت آپ کے آنسو اور آپ کی پشیمانی کسی کام آئے گی؟

اے اُمّتِ محمدی! خدارا جاگئے، جاگ جائیے۔ اس سے پہلے کہ بہت دیر ہو جائے۔ عین اس وقت

Marfat.com

آپ ایک تباہ کن سیلاب میں گھرے ہوئے ہیں ۔ بے علمی اور شیطانیت کے سیلاب میں ۔ سروں پر منڈلاتی ہوئی اس تباہی سے خود کو بچانے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ اپنی آنکھیں کھولیں ، اپنے دلوں پر پڑی ہوئی گرد کو صاف کریں اور بڑی صاف دلی سے اندازہ لگائیں کہ اس وقت کیا کرنا چاہیئے ۔ آپ کو اپنا دشمن چاہے کتنا ہی بڑا اور طاقت ور نظر آرہا ہو، مگر آپ اُن میں ہر ایک سے بہت زیادہ طاقت ور ہیں ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقین ہیں ۔ اور اللہ کی نصرت آپ کے ساتھ ہے ۔ بس اُٹھیئے اور تمام ناانصافیوں اور جھوٹ کے خلاف کمر بستہ ہو جائیے ، اپنے ایمان اور علم کو کام میں لائیے ، یہ دونوں آپ کے مضبوط ترین ہتھیار ہیں ۔

اور پھر اپنے دشمن کو نکال باہر کیجیئے ۔ اس کو اتنی قوت سے باہر پھینکیں کہ وہ آئندہ کبھی بھی آپ کے آگے آنے کی جرأت نہ کر سکے ۔ یہ ہمیشہ یاد رکھیئے کہ اللہ کی محبّت آپ کے ساتھ ہے اور آپ بھی اپنی پوری قوت سے اُس سے محبت کریں ۔ آمین !

Marfat.com

۲۲۔ اکتوبر ۲۰۱۰ء

(۱۳۹)

احادیث اور منکرانِ احادیث

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو حق اور سچائی کا خالق ہے، جو اُن لوگوں کو قوت بخشتا ہے جو اس سچائی کے طالب ہیں، اور جو زندگی بھر اس کی تلاش میں رہتے ہیں۔

درود و سلام، رحمت اللعالمین پر، جو حسین ترین استاد ہیں، جن کی زبانِ مبارک سے ادا ہونے والا ہر لفظ بصیرت اور سچائی ہے۔

سلامتی اُن سب کے لئے جو اُن الفاظ کو اپنے دلوں میں جذب کرتے ہیں۔

سلام، رحمت اور برکتیں ہوں آپ کے لئے اور آپ کے پیاروں کے لئے۔ سلامتی اُن سب کے لئے جو بدی کے خلاف ہر وقت سینہ سپر ہیں، اور جو اپنے رسولِ برحق کے سچے عاشقین ہیں۔

Marfat.com

اس دُنیا کے آغاز سے لے کر ہی روشنی اور تاریکی کے مابین ایک مسلسل کشمکش رہی ہے۔ یعنی حق و باطل کے درمیان، سچ اور جھوٹ کے درمیان۔ اس دوران شیطان بہت مصروف رہا ہے۔ اور ہزاروں سال سے اُس کی سر توڑ کوشش رہی ہے کہ وہ اللہ کے نظام میں بگاڑ پیدا کرے، تاکہ وہ اس ذِلت کا بدلہ لے جو اُسے آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت اُٹھانی پڑی تھی۔ یہ ایک نہایت ہی تیز طرار کارندہ رہا ہے۔ یہ انسانوں میں گمراہی پیدا کرنے کے عمل میں ایک لمحہ اور لحظہ تک ضائع نہیں کرتا۔

زمانوں سے یہ اپنا واحد ہتھیار یعنی وسوسے ڈالنا' استعمال کرتا آرہا ہے۔ جو وہ بڑی خاموشی سے معصوم انسانوں کے دلوں میں ڈالتا ہے۔ اب اگر وہ آدمی اس شیطانیت سے واقف نہیں۔ اور وہ نہ فقط اس وسوسے پر کان دھرتا ہے بلکہ اس پر یقین بھی کر لیتا ہے۔ پھر وہ آخر کار تاریکی کا دوست بن جاتا ہے اور اس کی جھوٹی باتوں کی تبلیغ کر کے اُس کی مدد کرنا شروع کرتا ہے۔

شیطان مردُود سے اپنے دل کو محفوظ رکھنے کا

Marfat.com

واحد طریقہ خود کو یادِ الٰہی میں مصروف رکھنا ہے۔ ذکرِ اللہ ایک زبردست تلوار ہے، جو ہر اُس شیطان کی گردن قلم کرتی ہے جو اللہ کی حدود میں تجاوز کرتا ہے۔ یعنی مومن کے قلب میں؛ لیکن اگر یہ شخص زندگی بھر اللہ کے پیغام سے لاعلم رہا تو اللہ بھی اُس کے طرزِ زندگی سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ یقیناً یہ اس شخص کے لئے تباہی کے سوا کچھ بھی نہیں۔

وقت بڑی تیزی سے بدل رہا ہے۔ دنیا زیادہ سے زیادہ دلوں کو اپنے جال میں پھانس رہی ہے اور انہیں دین سے دُور لے جا رہی ہے۔ دین کو چند کھوکھلے اعمال اور کھوکھلے الفاظ تک محدود کر دیا گیا ہے، جو کسی کے لئے بھی منافع بخش نہیں۔

آج کے لوگوں کے لئے اس دنیا میں کرنے کے لئے بہت کچھ ہے لیکن اُن کے پاس وقت کم ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ کمانا چاہتے ہیں، زیادہ سے زیادہ عیش کرنا چاہتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ سرگوشیاں کرنا چاہتے ہیں، اور زیادہ سے زیادہ فریب دینا چاہتے ہیں۔ آج کل آپ اُن سے عالمی سیاست پر بات کر سکتے ہیں اور

Marfat.com

اُن کے پاس اِس پر کہنے کے لئے بہت کچھ ہے۔

آپ اُن سے زیادہ کمانے کے جدید طریقوں پر بات کرسکتے ہیں۔ اور وہ فراخ دلی سے اس پر اپنی رائے دیں گے۔ حقیقت میں تو وہ آپ کی ایسے طور طریقوں سے راہنمائی بھی کریں گے جن سے پہلے آپ واقف بھی نہ تھے۔

آپ اُن سے جدید ترین موٹر کار کے بارے میں بات کریں تو آپ اُن کو گاڑیوں کا انسائیکلوپیڈیا پائیں گے۔ آپ اُن سے جدید ترین ٹیکنالوجی کے موضوع پر بات کریں اور وہ آپ کو تمام جدید ساز وسامان پر معلومات فراہم کریں گے۔

حقیقت میں دنیا کے بارے میں آج کا انسان پُرانے دور کے انسان سے زیادہ باخبر ہے۔ وہ اپنی زندگی میں زیادہ چالاک اور زیادہ سمجھدار ہے۔

لیکن بدقسمتی سے جب آپ اُس سے دین کے بارے میں بات کریں تو آپ پائیں گے کہ اُس میں اِس کا علم محدود ہے، اس کی زیادہ تر معلومات اُس زمانے سے تعلق رکھتی ہیں، جب وہ چھوٹا بچّہ تھا۔ اور اُس

نے اسکول کے نصاب میں شامل اسلامیات کی کتابوں سے یہ بنیادی خیالات حاصل کئے تھے۔

جب یہ بالغ ہوا تو اس کی خاص توجہ زیادہ تر جدید تعلیم کے حصول پر مرکوز ہو گئی، تاکہ وہ اچھی ملازمت یا اونچا مقام حاصل کر سکے۔ زندگی بھر اس نے دینی علم کے بجائے دنیاوی علم حاصل کئے۔ اس کے نتیجے میں اس کے ذہن میں اسلام کے بارے میں گمراہی اور گڑبڑ پیدا ہوئی۔ اب جو کچھ لوگ کہتے ہیں وہ انہیں بلا تأمل ہضم کر لیتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس کے لئے سب جھوٹ اور سچ برابر ہوئے۔ دینی علم تو ہے نہیں، جو صحیح اور غلط یا سچ اور جھوٹ میں فرق کر سکے۔

علم طاقت ہے۔ اور بے علمی شکست ہے۔ اگر آپ کے پاس علم ہے، یعنی سچّا علم، تو آپ اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر اپنے مخالف کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہہ سکتے ہیں کہ وہ غلطی پر ہے۔ لیکن اگر آپ نے اپنے شب و روز دنیا کے حصول میں بسر کئے اور اپنے دینی علم کو فراموش کر دیا، تو پھر امکان ہے کہ آپ کے دین کے خلاف اٹھنے والے کسی بھی فتنے میں زیادہ حملہ

Marfat.com

آپ پر ہو گا۔

فرض کیجئے کہ آپ کسی تاریک اور پتھریلی زمین پر ہیں اور کوئی آپ سے کہے کہ راستے میں ڈاکو ہیں، جو آپ کا قیمتی سامان لوٹنا چاہتے ہیں۔ تو دنیا دار آدمی کی حیثیت سے آپ اپنی رقم یا زیورات کو بہت قیمتی اثاثہ سمجھ کر اُن کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔

آپ اپنے دنیاوی مال کی حفاظت کے لئے گارڈ یا ہتھیار رکھ سکتے ہیں لیکن اگر اس راہ کا ڈاکو نظر نہیں آتا اور اُس کا ہدف آپ کا مال نہیں ہے۔ بلکہ اس کے بدلے وہ آپ کے ایمان کے درپے ہے، تو پھر کیا آپ اس دشمن کا سامنا کرنے کے لئے تیار ہیں؟ آپ کے گارڈ یا ہتھیار اس سے آپ کا دفاع نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ وہ نظر نہیں آتا۔ اور اس کا پکڑنا آسان نہیں۔ وہ آپ کے پیچھے اس لئے پڑا ہے کہ وہ آپ کا ایمان چھیننا چاہتا ہے۔ یہی اصل میں آپ کا سب سے قیمتی اثاثہ ہے اور وہ اسی کو چھیننے کے لئے بے قرار ہے۔

وہ اور اس کے ساتھیوں نے بہتوں کو تربیت دی ہے۔ جنّوں اور انسانوں میں، جو آپ کے سچے دین کے

Marfat.com

خلاف باتیں پھیلا رہے ہیں۔ یہ لوگ روزانہ نئی حُجّتیں نکالتے ہیں۔ بے معنی بحث ومباحثہ کرتے ہیں، جو آپ کے دینی عقائد میں اُلجھاؤ کا باعث بنتے ہیں۔ وہ یہ کام کھُلے عام اور بڑی بے شرمی سے کرتے ہیں، اور بڑے اعتماد کے ساتھ۔ کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ آپ میں سے اکثر کے پاس اُن کے دلائل کا کوئی جواب نہیں ہے۔

یہ بات نہیں کہ وہ حق بات کر رہے ہیں۔ اس کے برعکس وہ اپنے وقت کے سب سے بڑے منافقین ہیں۔ اُن کے اعتماد کی وجہ یہ ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ ان کے مخالف کا علم صفر ہے اور وہ جواب دینے کے قابل نہیں ہے۔

اِن فِتنہ بازوں کے شکار اتنے بے لبس اس لئے ہیں کہ وہ اپنے دل میں جانتے ہیں کہ اُن کے سامنے جو کچھ کہا جا رہا ہے وہ جھوٹ ہے۔ لیکن ان کے پاس وہ علمی حقائق اور وسائل نہیں ہیں جن سے وہ اُن کے حملوں کو پسپا کریں۔

بہت سے ایسے ہو سکتے ہیں جو اس جھوٹ میں پھنس جاتے ہیں۔ اور پھر بدقسمتی سے اسی انداز میں

Marfat.com

سوچنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور اسی کشمکش میں وہ اپنے نہایت ہی اہم اثاثے سے یعنی ایمان سے محروم ہو جاتے ہیں۔

یہ سب کچھ علم کی کمی کے باعث ہوتا ہے۔ اس لئے کہ آپ کے پاس دین کا علم حاصل کرنے کے لئے وقت نہیں تھا۔ یا آپ عُلماء اور اولیاء اللہ کی محفلوں میں بیٹھنے کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے تھے، تاکہ آپ اپنے دین کو مناسب طریقے سے سیکھ سکیں۔

یہ اللہ کا کرم ہے کہ اُس نے انسانیت کے لئے ایک کامل استاد مبعوث فرمایا۔ جنہوں نے نہ صرف ایک ایک لفظ جو اللہ نے اُن پر وحی فرمائی تھی لوگوں تک پہنچایا، بلکہ اپنی حیاتِ مبارکہ میں بھی اُن کو نافذ فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتا پھرتا قرآن تھے۔ آپؐ وہ رحمت ہیں جو اللہ نے تمام عالمین کو عنایت فرمایا، وہ جنہوں نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ کی عبادت میں بسر کیا۔ آپؐ وہ واحد ہستی ہیں دنیا میں جن کی حیاتِ مُبارکہ کا ایک ایک پَل تحریر شدہ اور

Marfat.com

محفوظ ہے۔ کیوں کہ آپؐ کی پوری زندگی احکامِ خدا وندی کے مطابق بسر ہوئی۔ اللہ کے آخری نبی حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم وقت کے خاتمے تک نبی رہیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جغرافیائی خطّے یا ایک قوم تک محدود نہیں تھے۔ آپؐ پوری دنیا کے نبی ہیں۔ یعنی پوری انسانیت کے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک عمل کو باقی ماندہ انسانیت کے کے لئے تحریر اور محفوظ کیا گیا۔ تحریر کرنے کا یہ کام آپؐ کے قابلِ اعتماد صحابہ کرام اور اہلِ بیت نے انجام دیا۔ اور یہ اتنے احتیاط سے رکھے گئے تھے کہ ان تک رسائی سارے لوگوں کو سارے زمانوں میں ہوتی رہی۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ مُبارکہ اور سُنّت ہیں۔ یعنی آپؐ کے مقدس الفاظ اور مبارک اعمال جو اسلام کا ایک اہم سُتون ہیں۔ قرآن اللہ کا کلام ہے اور احادیثِ مُبارکہ آپ کے سچے رسُول کی طرف سے اس کی تفسیر ہیں۔

جب اللہ نے اپنے کلام کی حفاظت کی ذمہ داری

Marfat.com

لی ہے تو ظاہر ہے کہ اُس نے اپنے رسولؐ کے الفاظ کی حفاظت کی ذمہ داری بھی لی ہے۔

احادیث کو محفوظ رکھنے کا کام انتہائی محتاط اور سائنسی انداز میں اللہ کے اُن جواہر نے کیا ہے جنہوں نے اپنی زندگیاں اس کے لئے وقف کی تھیں۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ایک فتنہ موجود ہے۔ جسے فتنۂ انکارِ حدیث کہتے ہیں۔ جو اسلام کے ابتدائی دور سے موجود رہا ہے۔ لیکن جو آج کل کے زمانے میں شدّت اختیار کئے ہوئے ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ دین کو سمجھنے کے لئے صرف قرآن کو پڑھنا ہی کافی ہے۔ وہ احادیث کے بارے میں جاننا نہیں چاہتے۔ کیوں کہ اُن کا کہنا ہے کہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ احادیث مستند ہیں۔

کیا ان احادیث کی تدوین تین سو (۳۰۰) سال بعد نہیں ہوئی تھی؟ آپ اُن لوگوں پر کس طرح بھروسہ کر سکتے ہیں جنہوں نے احادیث لکھی ہیں؟ ان الزامات کی وجہ سے یہ لوگ احادیث کی اصلیت کو اہمیت نہیں

دیتے۔ یعنی وہ قرآن کے نفاذ کو رد کر رہے ہیں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا پر ظاہر فرمایا تھا۔

ایسا کرتے ہوئے یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار کی بھی توہین کر رہے ہیں۔ آپ کے گفتار کی اور آپ کی رسالت کی بھی توہین کر رہے ہیں۔ جس کے معنی ہیں کہ وہ اللہ کے محبوبؐ کی توہین کر رہے ہیں۔ اُن ذاتِ محترم کی جنہیں انسانیت کے لئے عظیم ترین رہنما بنا کر بھیجا گیا تھا۔

یہ بدبخت لوگ جو خاص طور سے آج کے دور میں موجود ہیں۔ اپنی بے باکی میں اُن منکرینِ احادیث سے دو قدم آگے ہیں، جو اگلے وقتوں میں ہوا کرتے تھے۔ اب وہ احادیث کا کھلے عام مذاق اُڑاتے ہیں۔ اور نہ صرف احادیث کا بلکہ اُن صحابہ اور علماء کا بھی جو اُن احادیث سے منسلک ہیں۔

سب سے پہلا بڑا اور تمام زمانوں کا مُنکرِ احادیث ابولہب تھا۔ جو مکہ کی گلیوں میں جا جا کر لوگوں سے کہتا تھا کہ ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں مت سُنو۔''

یہ وہ شخص تھا جو تکلیف دِہ باتیں کرتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہنسی اُڑایا کرتا تھا۔'' اللہ کی لعنت اُس پر ہو،

Marfat.com

ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ تباہ و برباد ہو جائے۔"

آج کے منکرینِ احادیث بھی وہی کچھ کر رہے ہیں۔ وہ بھی گلیوں میں جا کر کہہ رہے ہیں "محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں مت سنو۔" اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تو اسی صف میں کھڑے ہیں جس میں ابولہب تھا۔

کتنی شرم کی بات ہے، ان منکرینِ احادیث کے لئے! چودہ سو برس پہلے ابوجہل کہا کرتا تھا "میں یہ نہیں کہہ رہا کہ آپ جھوٹ بول رہے ہیں، بات بس اتنی ہے کہ آپ جو کچھ بول رہے ہیں میں اسے سمجھ نہیں پارہا ہوں۔"

آج کے منکرینِ احادیث بھی یہی بات کرتے ہیں، مگر ذرا مختلف انداز میں جیسے کہ "عقل کی کسوٹی پر ہم پرکھتے ہیں تو احادیث پوری نہیں اُترتیں، اس لئے ہم احادیث کو نہیں مانتے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو ابوجہل نہیں سمجھتا تھا اور اب یہ لوگ بھی ان احادیث کو نہیں سمجھتے، اور یہ انہیں سمجھ بھی کس طرح آسکتی ہیں، جب کہ انہوں نے اپنے دلوں پر تعصب اور گمراہی کے پردے

Marfat.com

ڈال رکھے ہیں ۔ منکرینِ احادیث کا اپنے جھوٹ پر اتنا بضد ہونے کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان کے نفس اسلام کی پابندیوں کو برداشت نہیں کر سکتے ۔ احادیثِ نبویؐ اور سُنّتِ محمدیؐ شہوتِ نفس کو روکتی ہیں اور دنیاوی خواہشات کے پیچھے جانے پر پابندی لگاتی ہیں ۔

اگر وہ ان احادیث کی پیروی کرتے ہیں، تو اُن کی آزادی سلب کی جاتی ہے ۔ اُن میں سے زیادہ تر تو پہلے سے ہی مغرب کی بے حیاء ثقافت اور بے لگام معاشرے کی تقلید کر رہے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ارشاداتِ نبویؐ کی مخالفت کی اتنی جرأت رکھتے ہیں ۔

وہ اپنے اصل ارادوں کو یہ کہہ کر چھپاتے ہیں کہ:

"قرآن پڑھو، لیکن احادیث کی پیروی مت کرو ۔ یہ اس لئے کہ قرآن ایک اصولی اور قانونی کتاب ہے، جب کہ احادیث اس کے نفاذ میں اُلجھن کا باعث ہوتی ہیں ۔

اب اُن کا خیال یہ ہے کہ اگر وہ قرآن کو اپنی پسند کی تشریح کے مطابق پڑھ سکتے ہیں تو وہ دین کی پابندیوں سے بچ سکتے ہیں ۔ اگر وہ احادیث کی پیروی

Marfat.com

کرتے ہیں تو پھر اُن کے پاس وہ آزادی نہیں رہے گی جو وہ چاہتے ہیں۔ کیوں کہ رسُولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ مُبارکہ میں ہی قرآن کا حقیقی نفاذ کر کے دکھا دیا۔ انکارِ حدیث کی اصل وجہ اُن کی عیش پسندی ہے۔

جیسا کہ نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار خود ہی ارشاد فرمایا تھا کہ "میں تم میں سے کسی کو اپنی مسند وں پر سہارا لگائے ہوئے (اس حالت میں) نہ پاؤں کہ جب میرا حکم اُس کے پاس پہنچے جس میں کسی کام کو کرنے کو میں نے کہا ہو یا کسی کام سے روکا ہو تو تکبّر اور نخوت سے کہے کہ میں نہیں جانتا کہ یہ کیا حکم ہے۔ ہم جو قرآن میں پائیں گے فقط اُس کی پیروی کریں گے۔"

فِتنہ انکارِ حدیث نے اسلام کے دشمنوں کو زبردست فائدہ پہنچایا۔ جو کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنا چاہتے تھے۔ جب مُنکرین حدیث نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمودات کو ماننے سے انکار کیا تو اصل میں انہوں نے اسلام کے اہم ترین رُکن پر ضرب لگائی۔ یعنی نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی

Marfat.com

ذاتِ مبارکہ کو ہدف بنایا تھا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت کو گھٹانے کی کوشش کی تھی۔ یہ فتنہ احادیث کے خلاف تین دلائل پیش کرتا ہے۔

نمبر ۱ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تو بس قرآن کے پیغام کو پہنچانا تھا۔ ہمیں تو صرف قرآن کی پیروی کرنی چاہیئے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہم پر واجب نہیں ہے۔ (نعوذ باللہ) قرآن کو سمجھنے کے لئے ہمیں احادیث کی ضرورت نہیں ہے۔

نمبر ۲ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات آپ کے صحابہ کرام کیلئے تھے، وہ ہمارے لئے نہیں تھے۔

نمبر ۳ : ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پوری انسانیت کے لئے ہوں لیکن چوں کہ وہ قابلِ اعتماد ذریعے سے نہیں آئے، اس لئے ہم انہیں قبول نہیں کر سکتے۔

یہ دلائل بہت کمزور ہیں اور یہ فقط عام لوگوں کے ذہنوں میں اُلجھن ڈالنے کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔ آپ کو یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن میں ہدایات احکام کی صورت میں ہیں، لیکن ان احکامات کو کس طرح نافذ

Marfat.com

کیا جائے۔ یہ بات احادیث میں بتائی گئی ہے۔

مثال کے طور پر نماز کو لیجئے، یہ کیسے پڑھی جائے، کن اوقات میں، کتنی رکعتوں میں، تو یہ سب قرآن کے بجائے احادیث میں بتائی گئی ہیں۔

اللہ قرآن کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر بھی بڑی آسانی سے نازل فرما سکتا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک معجزہ ہو سکتا تھا، اور مشرکین کے لئے اس کو قبول کرنا آسان تر ہوتا۔ یہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر اس لئے نازل فرمائی گئی کہ فقط کتاب طریقوں میں تبدیلی نہیں لا سکتی تھی اگر کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اُن احکامات کو نہ سکھاتے اور ان کو اپنی زندگی میں نافذ کر کے نہ دکھلاتے۔ اگر یہ کتاب براہِ راست نازل کی جاتی تو یہی حجتی کہتے پھرتے کہ ہم قرآن کے لکھے پر کس طرح عمل کر سکتے ہیں جب کہ کسی نے بھی اس پر کبھی عمل نہیں کیا ہے۔

اور جب اللہ نے سب سے کامل رہنما کو مبعوث فرمایا، جنہوں نے ایک ایک حکم سکھایا۔ ذاتی طور پہ خود ان پر عمل کر کے، تو اس کے باوجود بھی یہ حجتی کہتے ہیں کہ ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کیوں کریں،

Marfat.com

جب کہ اسلام کے جبن منونے کا پرچہ انہوں نے بنایا تھا وہ تو صرف اُن کے صحابہ کے لئے تھا، ہمارے لئے نہیں۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ اِن صحابہ کرام نے اسلام کی آمد کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت بہ نفسِ نفیس اُن میں موجود تھے، وہ ہر ایک آیت کی شانِ نزول سے بخوبی واقف تھے۔ لیکن یہ تو آپ سب لوگ ہیں جو آج کے دور میں دین سے بہت دُور ہیں۔ جنہیں ان احادیث کی اشد ضرورت ہے، تاکہ دین کو پورا سمجھ سکیں۔

یہ الزام کہ احادیث کی تدوین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری وصال کے ۳۰۰ برس بعد ہوئی تھی' بھی درست نہیں ہے۔ احادیثِ نبوی کو کئی صحابہ نے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کے دوران بھی لکھا تھا۔

مثال کے طور پر کئی احادیث ایک مجموعے میں لکھی ہوئی موجود تھیں جسے ''الشقدہ'' کہا جاتا ہے۔ یہ کام حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کے ہاتھوں انجام پایا تھا۔ اور اس میں تقریباً ایک ہزار احادیث تھیں۔

اس کے علاوہ حضور کے مراسل بھی تھے، جو اسلامی ریاست کے مختلف صوبوں کو بھیجے گئے تھے، جن میں احکامات برائے حکمرانی یا کسی خاص صورتِ حال کے بارے میں تھے۔ یہ سرکاری دستاویزات چار سو کے قریب ہیں۔ جن میں کچھ تبلیغی نوعیت کی ہیں۔ جیسے کہ وہ خط جو قیصر و کسریٰ کو دینِ اسلام کی دعوت کے بارے میں تھا۔

کئی صحابہ کرام بھی تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو تحریر کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہر روز ہم سے ارشاد فرماتے ہیں وہ سب دلچسپ اور اہم ہوتے ہیں لیکن میرا حافظہ کمزور ہے جس کے باعث میں انہیں یاد نہیں رکھ سکتا، میں اب کیا کروں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "اپنے دائیں ہاتھ سے مدد لو" جس کے معنی تھے کہ انہیں لکھ ڈالو"۔

ایک اور اہم صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ تھے، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دس سال کی

Marfat.com

عمر سے لے کر آپ کے وصال تک رہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا باقاعدہ ایک رجسٹر رکھا کرتے تھے۔ وہ یہ رجسٹر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دکھایا کرتے تھے۔ اور اگر اس میں کوئی اصلاح کی ضرورت ہوتی تو حضورؐ اس میں کر دیا کرتے تھے۔

ایسے بھی کئی صحابی تھے جو خطوط کے ذریعے حضورؐ سے کچھ معلومات کے بارے میں سوالات کرتے تھے۔ جن کے جوابات انہیں اُس وقت کے جیّد صحابہ سے موصول ہوا کرتے تھے۔ مثال کے طور پر اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایسے خطوط وصول کرتیں اور اُن کے جوابات دیتیں۔

پھر کچھ اور صحابہ ایسے بھی تھے جیسے کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی اور حضرت مغیرہ بن شوبی رضی اللہ عنہم جنہوں نے بھی خطوط کے جوابات تحریر کئے۔ وہ خطوط محفوظ کر لئے گئے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی ہزاروں کی تعداد میں احادیث تحریری صورت میں محفوظ کر رکھی تھیں۔ جن سے وہ طلباء کو پڑھاتے تھے۔

Marfat.com

اے اُمتِ محمدی! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی تدوین کے بارے میں علم حاصل کریں، جو حضورؐ کے اپنے زمانے میں اور صحابہ کے زمانے میں ہوئی تھی۔ تاکہ جب منکرینِ احادیث یہ دعویٰ کریں کہ احادیث کو تین سو سال بعد جمع کیا تھا۔ تو آپ اُن کو صحیح تفصیلات کے ساتھ جواب دینے کے قابل ہوں۔

احادیث کے چند مجموعوں کے نام یہ تھے :

۱۔ "کتاب الصدقہ" : چوپایوں اور زکوٰۃ کے بارے میں احادیث۔

۲۔ "نسخہ" قبیلہ جامع کو دیا گیا۔

۳۔ "نبی پاکؐ کا آخری خطبہ"

۴۔ "کتاب عمرو بن حزام" جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کے لوگوں کو عطا فرمائی تھی۔

۵۔ "نسخہ" اہلِ یمن۔

۶۔ صحیفۂ حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

جب کوئی بے بنیاد باتیں کرے یا فضول دلائل دے تو بہترین طریقہ یہ ہے کہ حاصل کردہ علم کے ذریعے جواب دیں اور اُسے بتائیں کہ وہ غلط بول رہا

Marfat.com

ہے۔ لیکن اگر آپ اس کی غلط باتوں کے آگے خاموش رہیں گے یہ سوچ کر کہ یہ آپ کا معاملہ نہیں ہے تو پھر آپ کی خاموشی انہیں زیادہ سے زیادہ بے باک بنا دے گی۔

ہمیشہ یاد رکھیئے کہ سچائی قوت ہے اور سچا علم وہ طاقت و رہتھیار ہے جس سے آپ شیطان کے جھوٹ کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ہر وقت اس سچے علم کی طلب کریں، یعنی اللہ سے علمِ نافع کی۔۔ اور دعا ہے کہ اللہ آپ سب کو یہ عطا کرے۔

آیئے سب مل کر دُعا کریں۔ اے اللہ! ہمیں اپنی ہدایت سے نواز دیجئے۔ آپ کی قدسی نصرت ہمارے شاملِ حال رہے۔ ہماری خطاؤں کو نہ دیکھئے۔ ہم پر اپنی کریمانہ نظر فرمائیے۔ ہم کو اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم عنایت فرمائیے۔ ہمیں سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائیے۔ ہماری بدی کے باعث بننے والی عادتوں کو اچھے کردار اور قابلِ تحسین خوبیوں سے بدل دیجئے۔ ہمیں اپنے اطاعت گزار بندے بنائیے۔ ہمیں وہ علم عطا کریں جس سے ہم اپنے دین کی حفاظت

کرسکیں ۔ ہمیں اُمّتِ محمدیؐ کا قابلِ فخر رُکن بنائیے ۔
اے اللہ کریم ! ہمیں اپنے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبّت کرنے اور اُن کی تعظیم کرنے کے قابل بنائیے جن کو آپ نے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے ۔

آمین !

۲۹ ر اکتوبر ۲۰۱۰ء (۱۴۰)

افضل سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ، اولاد کی پرورش

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو جلال و عظمت والا ہے۔ وہ ذات واحد ہے جو قلم کو حکم دیتا ہے۔ اور جب حکم دیتا ہے تو کسی کو بھی اس کے حکم کی عدولی کی جرأت نہیں ہوتی۔ وہ جو تمام کائناتوں کا حکمران ہے اور جس کی سلطنت میں ہر وہ ذرہ شامل ہے جو کبھی تخلیق کیا گیا ہو۔

درود و سلام اللہ کے قاسم پر جو اللہ کی نعمتوں کو تقسیم فرماتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اِن نعمتوں کو اُن لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں جو اُن کے لائق ہیں۔ آپؐ وہ ہستی ہیں جن کو اللہ نے بڑی محبت سے اپنا حبیب کہا ہے۔ بے شک آپؐ عالمین کے لئے رؤف و رحیم ہیں۔

سلام، رحمت اور برکتیں ہوں آپ کے لئے اور آپ کے پیاروں کے لئے، سلامتی ہو تمام عارفی، نوریوں کے لئے جن کے سچے دل اللہ کے نُور کو جذب کرتے ہیں۔ اور بلاشبہ یہ نُور ہر وقت

Marfat.com

اِن محفلوں میں موجود رہتا ہے۔

ایک ایسے راستے کا تصوّر کیجیئے جو پتھریلا اور ٹیڑھا ہے۔ جہاں تاریکی اور غیر یقینی صورت حال ہے۔ جہاں ہر طرف کانٹے اور نوکیلے کنکر ہیں۔ راستہ طویل، تاریک اور ناہموار ہے۔ ہر ایک کو اسی سے گزرنا ہے۔ یہ ہے زندگی، اس دنیا کی زندگی۔

یہ پھولوں کی سیج نہیں۔ یہ ایسا کبھی بھی نہیں تھا اور نہ کبھی ہوگا۔ مگر اکثر لوگوں کو اس کا احساس نہیں۔ وہ ہر چیز کو معمول کے مطابق لیتے ہیں، یہ اُن کو شروع دن سے سکھایا جاتا ہے۔

جب کسی گھرانے میں بچہ پیدا ہوتا ہے۔ زیادہ تر اُس کا بڑی محبّت سے استقبال کیا جاتا ہے۔ اُس کے والدین اُس پر نچھاور ہوتے ہیں اور اُس کی ہر ایک ضرورت کا خیال رکھتے ہیں۔ اُس کے والدین اس کی تعلیم صحت، اور مالی استحکام کے لئے بہتری کی خواہش کرتے ہیں۔ ایک بچّہ ہمیشہ دُنیا کے لئے اللہ کی طرف سے ایک تحفہ ہے یہ آپ کے رب کی امانت ہے، جس کی بہترین دیکھ بھال ہونی چاہیئے۔

یہ بات ہمیشہ یاد رکھیئے کہ ایک بچّہ ایک فرد ہے، جسے آخر کار اپنی پوری نسل کا ذمہ دار بننا ہے۔ اگر اس کے ساتھ بُرا سُلوک کیا جاتا ہے۔ اور وہ بڑا ہو کر ایک بیمار اور غیر صحتمند انسان بنتا ہے۔ ایک ایسا انسان جس میں رُوحانی بیماریاں ہیں،

Marfat.com

یعنی قلب کی بیماریاں۔ تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ دوسرے صحتمند انسانوں کی پرورش کر سکتا ہے؟

ایک ایسا درخت جو اپنی بیماری کے باعث اندر سے کھوکھلا ہو، صحت مند ثمر کس طرح دے سکتا ہے؛ صحت مند بچّوں کی پرورش آسان کام نہیں۔ درحقیقت بچّوں کی پرورش اس دنیا کے مشکل ترین کاموں میں سے ایک کام ہے۔

آپ میں سے اکثر اپنی محبّت اور شفقت کی وجہ سے اپنے بچّوں کو زندگی کے مصائب سے بچاتے ہیں۔ آپ انہیں اس دنیا کی پتھریلی راہ کے لئے تیار نہیں کرتے۔ اس امید میں کہ زندگی اُن کے لئے پھولوں کی سیج ہوگی۔ اس حد سے زیادہ تحفظ اور حرص نے موجودہ نسل کو مزید عیش پسند اور کمزور بنا دیا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ ان کی ضروریات کی فہرست تو لامحدود ہوگئی ہے۔ اور ذمہ داریوں کی فہرست وقت کے ساتھ کم ہوتی جارہی ہے۔

ایک عمارت فقط اس وقت مضبوط اور مستحکم سمجھی جا سکتی ہے۔ جب اس کی بنیادیں پُختہ اور مضبوط ہوں۔ جب ایک اچھا معمار ایک عمارت تعمیر کرنے کا فیصلہ کرتا ہے تو وہ زیادہ تر اپنا پیسہ اور وسائل کو اُن بنیاد پر صرف کرتا ہے، تاکہ وہ وقت کی مار (توڑ پھوڑ) کو سہہ سکے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو یہ

Marfat.com

یقینی بات ہے کہ اُس عمارت میں چند ہی برسوں میں ہر طرف دراڑیں نظر آئیں گی۔ تو پھر ان دراڑوں کی مرمت کس طرح کریں گے؟ اگر آپ ایک دراڑ پُر بھی کرلیں، تو پھر بھی اس بات کی ضمانت نہیں کہ دوسری دراڑ نہ اُبھرے۔

یہی معاملہ بچے کے ساتھ ہے۔ اگر بچّے کی بنیاد صحیح طرح نہیں بچھائی جاتی ہے، تو اس کی شخصیت میں دراڑیں پڑنا شروع ہو جاتی ہیں، جن کو آگے چل کر پُر کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اگر آپ کسی قوم کی قوت کو جانچنا چاہتے ہیں، تو آپ یہ نہیں دیکھیں گے کہ اُس کے پاس دولت کتنی ہے۔ یا اس کی فوج کتنی مضبوط ہے۔ آپ بس سیدھا جا کر دیکھیں گے کہ اُس کے بچّوں کی پرورش کس طرح کی جارہی ہے۔ اُن کو کیسی قدروں سے آراستہ کیا جارہا ہے۔ اور کتنی احتیاط سے اُن کی پرورش کی جارہی ہے۔ بچّے چھوٹے ہیں، کمزور ہیں، اس لئے انہیں راہنمائی کی ضرورت ہے۔ وہ پودوں کے نہال کی مانند ہیں، جو اتنے نازک ہیں کہ ہوا کا ایک تیز جھونکا انہیں جڑ سے اکھاڑ سکتا ہے۔ یہ ان کے والدین کی مہربانی اور پیار بھری نگہداشت ہے جو اُس ننھّے پودے کو تناور درخت

Marfat.com

بناتی ہیں۔

ایک حدیث شریف میں سیدنا ابنِ عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ اللہ نے کئی لوگوں کو "ابرار" (یعنی پاکیزہ اور پاکباز) کہا ہے۔ کیوں کہ انہوں نے اپنے والدین اور اپنے بچّوں سے اچھا برتاؤ کیا تھا، بالکل جس طرح ایک باپ کا حق ایک بیٹے پر ہے۔ اسی طرح اُس کے بچّوں کا حق بھی اُس پر ہے۔

حضرت الولید بن نمیر بن اوس نے فرمایا کہ: "میں نے اپنے والد نمیر بن اوس کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ بزرگ کہا کرتے تھے کہ پرہیز گاری کی طرف رغبت اللہ دیتا ہے، جب کہ اخلاق اطوار سکھانا والدین کا کام ہے۔"

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دلِ اطہر سب سے زیادہ کریم تھا اور آپؐ کی رحمت ہر ایک کے لئے تھی چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: "چند دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اُن میں سے ایک نے کہا۔ یارسول اللہؐ! کیا آپ چھوٹے بچّوں کا بوسہ لیتے ہیں، باخدا ہم تو انہیں بوسہ نہیں دیتے۔" رسول اللہؐ نے اس سے فرمایا کہ: "میں آپ کی مدد کیسے کرسکتا ہوں جب کہ اللہ

Marfat.com

نے آپ کے دل سے رحمت اُٹھالی ہے؟"

اگر کوئی والد اپنے بچّوں پر مہربان ہے، تو یہ اُس پر اللہ کی رحمت ہے۔ جب ایک والد اپنے بچّے کی اچھی تربیت کرتا ہے، جیساکہ آپ کا دین آپ کو سکھاتا ہے۔ یعنی بچّے کو دین کی صحیح تعلیم دینا، اُس کو فرض نمازوں اور عبادات کی پابندی کرانا اُسے حق کے لئے کھڑے ہونا سکھانا۔ اور یہ سکھانا کہ خود کو باطل سے کس طرح بچایا جائے۔ اس میں اچھی عادتیں پیدا کرنا اوقات کار کی سختی سے پابندی کرانا اور اُسے چھوٹی چھوٹی ذمہ داریاں سکھانا تاکہ وہ محنت سے جی نہ چرائے۔

یہ سب ایک مسلمان بچّے کی اچھی تربیت کا حصّہ ہیں۔

یہ سب کرنا اتنا مشکل نہیں ہے۔ بچّے کے لئے سیکھنے کا بہترین طریقہ اپنے والدین اور ان کے ماحول کو دیکھ کر سیکھنا ہے۔ اگر جو کچھ آپ کے گھروں میں ہو رہا ہے اُسے غور سے دیکھیں، تو آپ پائیں گے کہ بچّوں کے مشاہدے میں آنے والے بہت سے تضادات ہیں۔ مثلاً اگر آپ اپنے بچّے کو صاف ستھری زبان بولنے کی نصیحت کرتے ہیں۔ لیکن آپ خود کسی وجہ سے جب غصّے میں آتے ہیں تو زور زور سے گندی زبان استعمال کرتے ہیں۔ جب آپ اپنے بچّے کو سب کی عزت کرنا سکھاتے

Marfat.com

ہیں، لیکن آپ خود اپنی بیوی کو بے عزت کرتے ہیں، اور اُسے ذلیل کرتے ہیں، اگر وہ آپ کی مرضی کے خلاف کچھ کرتی ہے۔

جب آپ اپنے بچّے کو سختی سے کہتے ہیں کہ جھوٹ بولنا بُری عادت ہے، مگر آپ اُس وقت بڑی آسانی سے سفید جھوٹ بولتے ہیں کہ آپ گھر میں نہیں ہیں، جب آپ کسی سے ملنا یا بات کرنا نہیں چاہتے ہوں۔

یہ ہمیشہ یاد رکھئے کہ بچّے بڑی خاموشی سے مشاہدہ کرتے ہیں۔ وہ اسپنج کی طرح ہیں جو ہر اُس چیز کو جذب کرتے ہیں جو انہیں دی جاتی ہے۔ اگر آپ آج اپنی بیوی پر چیختے ہیں تو تیار ہو جائیے کہ کل آپ کا بچّہ آپ پر چیخے گا، اگر آپ اُسے آج نظر انداز کر رہے ہیں اور آپ کے پاس اُس سے بات کرنے کا بھی وقت نہیں ہے۔ تو کل آپ کس طرح توقع کریں گے کہ اُس کے پاس آپ کے لئے وقت ہو گا، جب آپ بیمار اور کمزور ہوں گے؛

اگر آج آپ اپنے دین پر مناسب طریقے سے عمل نہیں کر رہے ہیں تو پھر کل کون قصوروار ہو گا، جب آپ کا بچّہ بڑا ہو کر کہے کہ "میں اپنے مذہب کے بارے میں اُلجھن کا

Marfat.com

شکار ہوں، میں چاہتا ہوں کہ اس کے بغیر ہی زندگی گزاروں۔

تو سب سے پہلے آپ کا ذہن اس پر صاف ہونا چاہیئے کہ آپ اپنے بچّے کو کیسا انسان دیکھنا چاہتے ہیں۔ یعنی کیا آپ اُسے ایک نہایت سنجیدہ، پاکباز اور ذمہ دار آدمی دیکھنا چاہتے ہیں، یا ایک غیر اخلاق، غیر ذمہ دار آدمی اور تاریکی کا ساتھی دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس کا انتخاب کرنا آپ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

اگر آپ کبھی اپنے لئے کوئی مکان بناتے ہیں، جس میں آپ اپنے گھرانے کے ساتھ آرام سے رہ سکیں تو کیا آپ شب و روز اُس کا خاکہ بنانے، اُس کی اندرونی اور بیرونی سجاوٹ، اور ایک بہترین آرکیٹیکٹ کی تلاش میں صرف نہیں کریں گے جس کی فیس آپ ادا کر سکتے ہوں؛ آپ یقیناً اپنی ساری پونجی اُس کی تعمیر میں لگانے میں پس و پیش نہیں کریں گے، کیونکہ آپ کو علم ہے کہ مکان ایک بار بن جائے تو دوبارہ نہیں بنایا جا سکتا۔ اور آپ جانتے ہیں کہ بہترین مکانات وہ ہیں، جو اچھے نقشوں سے اور مضبوط بنیادوں پر تعمیر ہوتے ہیں کیا ایسا ہی انسانوں کے ساتھ نہیں ہوتا؟

آپ دیکھیں گے کہ انسانوں میں بہترین وہ ہیں، جن کا بچپن خوشگوار، تربیت یافتہ تھا۔ جن میں انہیں بہترین

Marfat.com

اُستادوں کی راہنمائی حاصل رہی ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی بھی بچّے کے لئے بہترین اُستاد جو ہمیشہ موجود ہے۔ وہ اس کی "ماں" ہے۔ وہ اپنے بچّے کی زندگی کی مرکزی معمار، نقشہ ساز اور تخلیق کار ہے۔

اگرچہ دونوں والدین کا بچّے کی زندگی میں انتہائی اہم کردار ہوتا ہے۔ لیکن "ماں" کے کردار کو ایک خصوصیت حاصل ہے۔ کیوں کہ اوّل یہ کہ بچّہ اپنے ابتدائی سالوں میں زیادہ تر "ماں" کے پاس ہوتا ہے اور دوم یہ کہ اللہ نے ماں کے دل میں ایک ایسی نہایت ہی خاص محبّت رکھ دی ہے، جس کو تمام انسانوں کی محبّت پر سبقت حاصل ہے۔ بچّے کے لئے ماں کی محبّت بس ایک پاک محبّت ہے۔ یہ وہ محبّت ہے جسے ہم اللہ کی محبّت کے قریب ترین قرار دے سکتے ہیں۔ چاہے بچّہ کتنا ہی شریر کیوں نہ ہو کوئی "ماں" کبھی اُن کی دیکھ بھال سے غافل نہیں رہتی۔ وہ اس وقت تک نہیں کھاتی جب تک اُس کا بچّہ نہیں کھالیتا۔

ایک ماں کی زندگی کی سب سے بڑی تمنا اُس کے بچّے کی بہتری ہے۔ وہ راتوں کو جاگ کر گزارتی ہے، تاکہ اُس کا بچّہ آرام سے سو سکے، وہ اپنا خیال رکھنے سے پہلے اپنے بچّوں کو کھلاتی اور لباس

Marfat.com

پہناتی ہے۔ بچہ اپنی ماں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اور وہ اس کی تمام تر توجہ کا مرکز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ماں کو ایک خوبصورت مقام عطا کیا ہے۔

سیّدنا بحض بن حکیم سے روایت ہے کہ اُنہوں نے اپنے دادا کو یہ کہتے سُنا کہ انہوں نے ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں مہربانی کس سے کروں؟ حضورؐ نے فرمایا: "اپنی ماں سے" انہوں نے پھر دریافت کیا کہ "میں کس سے مہربانی کروں" آپؐ نے فرمایا "اپنی ماں سے" انہوں نے تیسری بار پوچھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اپنی ماں سے"۔ پھر انہوں نے ایک بار اور دریافت کیا کہ میں کس سے مہربانی کروں؟ تو حضورؐ نے فرمایا کہ: "اپنے باپ سے، پھر اپنے قریبی عزیزوں سے اور پھر ان کے بعد کے قریبی عزیزوں سے"۔ اس حدیث کی تفسیر یوں ہے کہ یہ ہمیں بتاتی ہے کہ وہ جو سب سے زیادہ مہربانی کی مستحق ہے وہ ہے ایک "ماں"۔

وہ حمل کی مُدّت اور وضع حمل کی تکلیف کو جھیلتی ہے۔ اور پھر نوزائدہ بچّے کو کھلاتی، پلاتی اور پرورش کرتی ہے جو تکلیف وہ برداشت کرتی ہے، وہ کسی کی بھی تکلیف سے بڑھ کر ہے۔

Marfat.com

وہ اس لئے بھی مستحق ہے کہ وہ کمزور ہے اور اپنی خواہشوں سے خود بھی اپنی روزی نہیں کما سکتی۔

اس حدیث شریف سے کچھ علماء نے یہ بھی نتیجہ اخذ کیا ہے، کہ مہربانی دکھائے جانے کے حق کے تین حصے ماں کو جاتے ہیں، اور ایک حصہ باپ کو۔ یہی وجہ ہے کہ نبی پاکؐ نے ماں کے حق کے بارے میں پہلے ماں کا ذکر تین مرتبہ فرمایا اور پھر باپ کے حق کی بات کی۔

ماں دراصل اپنے بچّوں کے لئے تین مشقّتیں اٹھاتی ہے: ۱۔ حمل کا عرصہ ۲۔ وضع حمل اور ۳۔ بچّے کو دُودھ پلانا۔ ایک ماں اولاد کے مہربان برتاؤ سے پُرمسرت (خوش) ہوتی ہے۔ جب کہ باپ کے حصّے میں احترام اور تکریم ہیں۔ اللہ نے ماں کو بچّے کی پہلی درسگاہ قرار دیا ہے۔ وہ بچّے کو اُس وقت لفظ "اللہ" بولنا سکھاتی ہے، جب وہ بولنا شروع کرتا ہے۔ وہ اپنی ماں کو نماز ادا کرتا دیکھ کر اوّلین رکوع وسجود سیکھتا ہے۔

یہ ماں ہی ہے جو اپنے بچّے کو محبت کی حِدّت اور اپنائیت، اپنی محبت اور اپنائیت اُس پر نچھاور کرکے سکھاتی ہے۔ اصل میں اللہ نے انسانیت کو ماں کی صورت میں ایک تحفہ عطا کیا ہے۔ سارے انبیاء علیہم السلام اس بارے میں

جانتے تھے۔ اور تمام اولیاء کرام نے بھی دُنیا کو یہ دکھایا کہ ایک ماں کا کس طرح عزت و احترام کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں سے فرمایا کہ "وہ اپنے بچّے کو ایک صندوق میں ڈال کر دریا کے حوالے کرے"۔ اللہ نے اُنہیں اُلقا کی نعمت عطا کی تھی، جب وہ اپنے رب سے ہم کلام ہوتی تھیں تو وہ اپنے بچّے کے لئے دُعا کرتی تھیں۔ اُن کی دُعائیں ہمیشہ مقبول ہوتی تھیں۔

اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو کون بھول سکتا ہے جب انہوں نے اپنے اللہ کی خاطر ماں بننا قبول کیا اور اللہ نے بھی انہیں شرف بخشا۔ یہ دونوں نہایت ہی خاص مائیں تھیں۔ جنہوں نے اپنا آپ اللہ کے سپرد کیا اور بے شک اللہ نے بھی انہیں ابدی خوشی سے نوازا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دلِ اطہر میں آپؐ کی والدہ کی خوبصورت محبّت ہمیشہ بسی رہتی تھی۔ اور یہی ایک وجہ بھی تھی کہ آپؐ نے اپنی اُمت کو اس رشتے کو سب سے زیادہ احترام دینے کا درس دیا۔

نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی اُن کی ماں سے والہانہ محبّت کا علم تھا۔ وہ قرن میں رہتے

تھے، جہاں وہ اپنی ضعیف ماں کی خدمت کرتے تھے۔ وہ عاشق رسُول تھے اور دل میں زیارتِ رسُول کی بے انتہا تمنّا رکھتے تھے لیکن ماں کی خدمت کے فریضہ نے انہیں اس نعمت کے حصول سے روکے رکھا۔ لیکن کیا اللہ دلوں کا سب سے عظیم دلدار نہیں ؛ اللہ کو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی اپنی ماں سے کی جانے والی محبّت کی ادا پسند آئی۔ اور جس دلجمعی سے انہوں نے اپنی ماں کی خدمت کی وہ بھی پسند فرمایا۔

اس لئے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہؐ کا صحابی ہونے کا شرف بخشا گیا۔ حالانکہ نہ اُنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کبھی زیارت کی تھی اور نہ اُن سے ملے تھے۔ اگر آپ اولیاء اللہ کے واقعات پڑھیں تو آپ دیکھیں گے کہ سب کی مائیں ولیہ تھیں اور اُن کی زندگی کی بنیادیں زہد و تقویٰ کے اسباق سے مستحکم تھیں۔ والدین میں ماں ایک حصہ ہے جو کسی بھی انسان کے لئے ایک نرم و نازک اور خوبصورت رشتہ ہے۔ وہ ایک بچّے کو بنا یا بگاڑ سکتی ہے۔ یعنی ایک پوری نسل انسانی کو بنا، یا بگاڑ سکتی ہے۔ اگر وہ دین کی راہ پر چلتی ہے تو وہ حقیقی معنوں میں اللہ کے راستے کی راہنمائی ہے، ایک مبلغہ اور اللہ کی معتبر عابدہ کے طور پر۔

پھر جو روشنی وہ اپنے چھوٹے بچّوں کے دلوں

میں ڈالتی ہے وہ زندگی بھر اُن کے ساتھ رہتی ہے۔ اب چاہے زمانہ کتنا ہی سخت کیوں نہ ہو، یا ہر سو غفلت کتنی ہی کیوں نہ ہو، یہ شخص اللہ کے دین کے وہ اسباق بھول نہیں سکتا ہے جو اس کی ماں نے پڑھائے ہوں۔

لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ "ماں" کے الفاظ صرف کھوکھلے الفاظ نہ ہوں، بلکہ وہ خود بھی اسلام کی جیتی جاگتی مثال ہو۔ بس یہ یاد رکھئے کہ ایک ماں اپنے بچے پر جو وقت صرف کرتی ہے، جو تربیت وہ اُسے دیتی ہے، اُس سے نہ صرف اس کے بچے کو فائدہ ہوتا ہے، بلکہ اس کے اپنے لئے بھی بہت بڑے انعامات کا باعث بنتا ہے۔ نیک اولاد ایک صدقہ جاریہ ہے۔ اور والدین کے حق میں کی جانے والی سچی دُعا بارگاہِ الٰہی میں ہمیشہ سُنی جاتی ہے۔

آج کی محفل ایک ایسی خوب صورت ماں کے نام ہے جو ولیہ تھیں، اور کئی ولیوں کو جنم دینے والی تھیں۔ ایک ایسی ماں جس کے پہلو میں ایک انتہائی نرم دل تھا۔ جو اللہ اور رسول کے عشق سے معمور تھا۔ اور بے شک یہی عشق انہوں نے اپنے بچوں میں منتقل کیا، ہمارے پیارے حضرت شاہ محمد افضل رحمتہ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ پہلے سے جانتی تھیں کہ اُن کے بچوں پر دین کی ذمہ داریاں آئیں

Marfat.com

گی ۔ اُن کی فطری نرمی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اُن کی محبت نے اُن کے بچّوں کے مستقبل کی سمت کا تعیّن کر دیا تھا۔ انہوں نے بھی اپنی والدہ کو ہمیشہ چاہا، ان کا احترام کیا۔ اور بچّوں کے بارے میں ان کی خواہشات کی تکمیل کی۔

ایک سچّے دل والی ماں معاشرے کی حقیقی معمار ہوتی ہے۔ اُسے اپنے کام کے لئے بہت ساری ڈگریوں (اسناد) کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ ہی اُسے اپنی کامیابی کے لئے کسی پلتے پھولتے بیشے کی ضرورت ہے۔ حقیقت میں اُسے جس کی ضرورت ہے۔ وہ یہ ہے کہ اُسے ممتا کے مقصد کا علم ہونا چاہیئے اور خلوصِ دل سے اُس مقصد کو پورا کرنا چاہیئے

اے ماؤں! جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمتی بھی ہو، آپ اس فرض سے پہلوتہی نہ کریں جو اللہ نے آپ کو تفویض کی ہے۔ اس فرض کو تندہی اور خلوص سے نبھائیے۔ یقیناً اللہ کے پاس اس کا اجرِ عظیم ہے آپ سب کے لئے۔

آیئے سب مل کر دُعا کرتے ہیں۔ اے اللہ کریم! ہمیں اپنی مقدس ہدایت سے نوازیئے، ہمیں ایسے والدین بنائیے جو اپنے بچّوں کے بارے میں اپنی دینی اور سماجی ذمہ داریاں احسن طریقے سے نبھائیں۔ ہم میں سے جو بے اولاد ہیں انہیں صالح اولاد

Marfat.com

سے نوازیئے ۔ اُن کے حالات بہتر بنایئے ۔ جن کی اولاد تو ہیں ، لیکن سرکش اور باغی ہیں ۔ ہم میں سے جن کے بچے نیک ہیں ، انہیں پھلنے پھولنے دیجئے ۔ ہمارے ماں باپ کی مغفرت فرمایئے ۔ اپنے کرم سے ہمیں دوزخ کی آگ سے نجات دیجئے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ہمیں اپنے فردوس بریں اور جمال کے دیدار سے نواز دیجئے ۔

اللہ کی شانِ اقدس میں حمد و ثنا ہوں اور لاکھوں کروڑوں اربوں ، کھربوں درود و سلام ہوں ہمارے پیارے نبی پاکؐ پر ۔

۵ نومبر ۲۰۱۰ء

(۱۴۱)

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو سب کے لئے رحمت اور پالن ہار ہے۔ جو بے حساب دیتا ہے اور جو نہایت کرم اور رحم والا ہے۔

درُود وسلام اللہ کے رحمۃ اللعالمین پر جو دلوں کے نازک معاملات کو جانتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ ان دلوں کی دیکھ بھال کیسے کی جاسکتی ہے۔ بے شک وہ دلوں کے کامل رکھوالے ہیں۔

سلام، رحمت اور برکتیں ہوں آپ سب پر اور آپ کے پیاروں پر، سلامتی ہو اُن مہربان دلوں اور آنکھوں پر جو سب کو سچی مہر دکھاتے ہیں۔ بے شک اللہ ہی اس احسان کا بہترین اجر دینے والا ہے۔ دل جسم کا انتہائی نازک عضو ہے۔ اگر اس میں کوئی خرابی پیدا ہوتی ہے، تو اس کا اثر پورے جسم پر پڑتا ہے۔ اگر دل کمزور ہو جاتا ہے تو آپ میں آسانی سے حرکت کرنے کی قوت نہیں رہتی۔ اور اگر اس کے عمل میں کوئی گڑبڑ پیدا ہو جاتی ہے تو اس سے جسم کے دوسرے حصّوں کی کارکردگی اور قوت ختم ہو جاتی ہے۔ دل انسان کے مادی جسم کا مرکز ہے۔ اور قلب اس کے

روحانی جسم کا مرکز ہے۔

قلب دل سے زیادہ حساس عضو ہے۔ یہ حساس اس لئے ہے کہ یہ کسی کو دکھائی نہیں دیتا۔ اور قلب کی کوئی بھی بیماری اتنی خاموشی سے آتی ہے کہ متعلقہ شخص کو اس خطرے کا احساس نہیں ہوتا۔ اور وہ اس بیماری کو پھیلنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ کبھی کبھی اس کے نتیجے میں ایسی خطرناک صورتِ حال پیدا ہوتی ہے کہ آدمی اپنی حقیقی ذات کو بھول جاتا ہے۔ اور اس کی حقیقی فطرت بدل جاتی ہے۔ اور وہ شیطان کے ہاتھوں یرغمال ہو جاتا ہے۔

انسانی قلب اللہ کے رہنے کی جگہ ہے۔ لیکن اس مقام کو حاصل کرنے کی ایک شرط ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ یہ جگہ مکمل طور پر پاک ہونی چاہیئے۔ ہر قسم کی غلاظت اور آلودگی سے پاک۔ یہ دنیا غلاظت اور گندگی والی جگہ ہے۔ اور جو دل اس دنیا میں پھنس جاتے ہیں، وہ بھی آخر کار اتنے ہی گندے اور غلیظ ہو جاتے ہیں۔ آپ اگر اپنے اطراف کسی سے بھی بات کریں تو اُسے ہمیشہ یہ کہتے ہوئے پائیں گے "آپ مجھ سے کہتے ہیں کہ اس دنیا میں رہیں، اور اس کی تمام ذمہ داریاں اُٹھائیں۔ اور پھر بھی اپنے دل کو بے داغ اور صاف رکھیں۔ کیا یہ زیادتی نہیں ہے؟"

جب یہ پوری دنیا گندے پانی کا جوہڑ ہے، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ سب لوگ جو اس پر چل پھر رہے ہیں، اپنے پیروں کو خشک

Marfat.com

رکھیں اور خود کو اس پانی کی چھینٹوں سے بچا سکیں؟

جو اِن دُنیادار لوگوں کو نظر نہیں آسکتا ہے وہ یہ ہے کہ پوری دنیا گندے پانی سے بھری ہوئی نہیں ہے۔ اس میں ایک راستہ ہے جو، مکمل خشک اور صاف ہے۔ لیکن اس راستے پر چلنے کے لئے اس دُنیا کی بہت ساری لذّتوں سے دستبردار ہونا پڑتا ہے۔ اس راستے پر چلنے کے قواعد ہیں اور اُن قواعد کو توڑا نہیں جا سکتا۔

یہ راستہ مصائب و مشکلات سے پُر ہے۔ جن پر صرف صبر اور اللہ پر توکّل سے ہی قابو پایا جاسکتا ہے، یہ راہ دنیا کی چکا چوند تفریح، جوش و خروش اور فوری لذّتوں سے خالی ہے۔ لیکن یہ راہ ایک ضمانت دیتی ہے کہ اس راہ پر چلنے والوں کو کبھی دھوکا نہیں دیا جاتا ہے۔ انہیں ہمیشہ یہاں سچّائی اور سکون ملتا ہے۔ اور یہاں انہیں ایسی چیز ملے گی جو اس دنیا میں بہت کم ہے۔ یعنی انہیں اس راہ میں سچّی خوشی ملے گی۔

اب ایک ایسی جگہ سے اس کا موازنہ کریں جو گندے پانی کے جوہڑوں سے بھری ہو۔ لیکن ان جوہڑوں میں سے گزرنے والوں کو اس گندگی اور غلاظت کا ادراک نہ ہو۔ کیوں کہ دنیا سب کو ایک بے معنی افراتفری اور شور و ہنگامے میں الجھائے رکھتی ہے۔ یہ اُس کی مقبولیت اور منطقی احساسات کو تباہ کرتی ہے۔

Marfat.com

اس دُنیا کے لوگ فوری لذت، فوری دولت، فوری اقتدار کے شب و روز کے خواہش مند ہیں۔ تاکہ کوئی بھی انہیں زندگی کے مزے لوٹنے سے محروم نہ رکھ سکے۔ یہ جان لینا چاہیئے کہ ایک صاف اور اللہ کے آگے سر بہ سجُود دل، ایک پاکیزہ زندگی، نفس کی گردن پر رکھنے والا ایک مضبوط پیر، اور اللہ پر کامل ایمان، یہ سب مل کر دُنیا کو رہنے کے لئے ایک آسان تر جگہ بناتے ہیں۔ ایک ایسی عارضی جگہ کو تو عارضی اہمیت دینی چاہیئے۔

جب آپ گاڑی میں سفر کر رہے ہوں۔ اور اشارے پر رُکتے ہیں اور ایک گداگر آکر آپ سے خیرات طلب کرتا ہے، تو آپ کیا کرتے ہیں؛ اس سے پہلے کہ آپ کی گاڑی آگے بڑھے، آپ جلدی سے ایک چھوٹی سی رقم نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ دیتے ہیں۔ اس پر چند لمحے یا اس سے بھی کم وقت لگ سکتا ہے۔ اور آپ کی نظر میں اس کی خاص اہمیت نہیں ہو سکتی ہو۔

دُنیا آپ کو ایسی ہی نظر آنی چاہیئے۔ آپ کی پوُری توجہ آپ کے سفر اور آپ کی آخری منزل پر ہونی چاہیئے۔ جب کہ دُنیا کو صرف اتنی توجہ ملنی چاہیئے، کہ جس کے دوران آپ اُن امور کو پوُرا کر سکیں، جو اللہ نے آپ کے ذمّے ڈالے ہیں۔ دنیا کو کشکول لئے آپ کے پیچھے بھاگنا چاہیئے، نہ کہ آپ کشکول لئے دنیا کے پیچھے بھاگ رہے ہوں۔

یہ دُنیا کسی سے مُخلص نہیں ہے، چاہے آپ اس کے لئے کتنی ہی عرق ریزی کریں۔

اس کو اپنے دن رات، اپنی توانائیاں اور اپنے ذہن و خیالات دیں، یہ آپ سے مُخلص نہیں ہوگی۔ یہ آپ کو بدلے میں کچھ نہیں دیتی۔ سوائے ندامت اور شرمندگی کے، اور وہ بھی اُس وقت جب آپ کو اس کے حقیقی رنگ کا ادراک ہو جائے، یا اُس کی مکّاری سے آگاہ ہو جائیں۔

آپ کا دین آپ کو دُنیا میں رہنے کا سلیقہ سکھاتا ہے۔ اسلام کی تعلیمات نہایت آسان اور واضح ہیں۔ یہ پاکیزگی کا مذہب ہے۔ اور یہ دُنیاوی زندگی میں پاکیزگی سکھاتا ہے۔ انسان کی زندگی کے ہر ایک معاملے میں پاکیزگی ہونی چاہیئے۔ دوسروں کے ساتھ اُس کے تمام روابط و تعلقات میں پاکیزگی ہونی چاہیئے۔

لیکن بدقسمتی سے آج کل ایسا نہیں ہے۔ یہاں جو کچھ بھی کوئی کرتا ہے وہ اپنے ذاتی فائدے کے لئے کرتا ہے۔ اگر کسی کام میں آپ کو فائدہ حاصل ہو رہا ہے تو پھر آپ وہ کام کریں گے، ورنہ اُس میں آپ کی کوئی دلچسپی نہ ہوگی۔

یہ دنیا خودغرض ہے۔ اور یہی چیز یہ دنیا آپ میں پیدا کرے گی، یعنی خودغرض ذات۔ اب بیشتر لوگ صرف اپنے ہی

لئے جی رہے ہیں۔ وہ دوسروں کی بات سُنتے ہیں صرف چند لمحوں کے لئے لیکن ان کی تمام تر توجہ اور کامل ارتکاز اپنی ذات پر ہی ہے۔ آپ اُن کے بارے میں بات کیجئے تو وہ ہمہ تن گوش ہیں، آپ اُن کے لئے کام کیجئے تو آپ انہیں اپنا بہترین دوست پائیں گے۔ مگر جیسے ہی آپ اُن کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانا چاہیں گے، تو اُن کی دلچسپی ختم ہونا شروع ہو جائے گی۔ اُن کی نظروں میں اہم ترین چیز اُن کی اپنی ذات ہے، تو پھر وہ کیوں نہ اُس کی پوجا کریں۔

آخر یہی تو وہ بُت ہے جو ہر وقت اُن کے دلوں میں موجود ہے۔ یعنی "اپنی ذات کا بُت" اُن کا سارا وقت اور تمام تر زور اس کی پرستش پر، اپنی نگاہوں میں اُسے مضبوط تر اور زیادہ بڑا بنانے پر صرف ہوتا ہے۔

کیا آپ نے مشاہدہ کیا ہے کہ یہ کتنے خسارے میں ہیں؟ وہ اپنی ذات کی خود پرستش کر رہے ہیں۔ وہ ایک نیستی کی پوجا کر رہے ہیں۔ ایک ایسی چیز جس کا کوئی وجود نہیں۔ اُن کی ساری محنت ساری لڑائیاں دھوکا بازیاں' اُن کی خود غرضیاں یہ سب ایک ایسی شے کی پرورش کے لئے استعمال ہو رہی ہیں جس کا دراصل کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ کیا یہ ایک بچے کے خواب کی طرح نہیں، وہ اپنے خواب میں تمام تفریحات، سواریاں اور کھلونے دیکھتا ہے، اور خواب کے دوران وہ

Marfat.com

خوش اور مطمئن ہے۔

لیکن ایک خواب کب تک جاری رہ سکتا ہے؛ یہ کسی بھی وقت رُک سکتا ہے۔ آپ چاہے کچھ بھی کریں آپ خواب سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمیشہ کے لئے جاری رہے۔ ایک ایسا لمحہ آئے گا جب آپ کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ اور آپ حقیقت کا سامنا کریں گے۔ اور اُس زندگی کی حقیقت پر افسوس کریں گے جو آپ نے صرف اپنے لئے گزاری تھی، یہ ایک خوشگوار بات نہ ہوگی۔

کیا یہ ایسا نہیں ہے کہ جب ایک بچّہ خواب سے بیدار ہوتا ہے تو خود کو گھُپ اندھیرے میں پاتا ہے۔ بالکل اسی طرح جب ملک الموت آپ کو آپ کے سہانے خواب سے جگاتا ہے، تو آپ بھی خود کو افسوس اور پشیمانی کے گھُپ اندھیرے میں پائیں گے۔ یہ ایک افسوس ناک زندگی کا افسوس ناک انجام ہے جو کسی نے اپنے آپ کے لئے گزاری تھی۔

غم زیادہ گہرا ہوتا ہے۔ جب آپ کو احساس ہوتا ہے کہ دُنیا کے یہ لوگ دراصل آج کے مسلمان ہیں۔ وہ لوگ جن کو سچّائی کی مشعل دی گئی تھی، وہ لوگ جن کو رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے صبر و تحمل سے تعلیم دی تھی، وہ لوگ جو دنیا کے واحد سچّے مذہب کے پیروکار ہیں۔ یعنی وہ لوگ جو اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت ہیں۔ کیا

Marfat.com

اللہ کے پیغام میں نعوذ باللہ کوئی کمی تھی یا نعوذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کام میں کوئی غیر فعالیت تھی؟

کوئی بھی شخص اس دنیا میں یہ کبھی نہیں کہہ سکتا کہ اُسے صحیح اور غلط کا فرق نہیں بتایا گیا تھا، حق و باطل یا روشنی و تاریکی کا فرق نہیں بتایا گیا تھا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت کو سکھانے کے لئے اپنا ایک ایک لمحہ صرف کیا۔ اور بلا شبہ آپؐ نے یہ کام بڑی خوبصورتی سے انجام دیا تھا۔ اس کام میں نہ فقط آپؐ خود تھے بلکہ آپؐ کے پیارے دوست، آپؐ کے صحابہ، آپؐ کے اہلِ بیت بھی شامل تھے۔ جنہوں نے ان تمام باتوں پر عمل کیا، جو حضورؐ نے ان کو بتائی تھیں۔ اس حد تک کہ ان کی زندگیاں اسلام کے پیغام کا مکمل اور واضح عکس بن گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام پاک باز اولیاء اللہ کے حالات کو محفوظ کر لیا ہے۔ تاکہ وہ اپنی رہتی دُنیا تک پوری انسانیت کے لئے ایک مثال بن جائیں۔

آج ہم ایک ایسے خوبصورت شخص کے متعلق گفتگو کریں گے جو فلکِ رسالت کے ایک دمکتے ستارے تھے۔ جو نہ صرف حضورؐ کے ایک بہترین دوست تھے بلکہ آپ کے گھرانے کا بھی ایک رُکن تھے۔ ایک ایسے شخص جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں کے نُور تھے۔ جنہیں پیار سے "ذوالنورین" پکارا جاتا تھا۔

Marfat.com

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ۔

آپؓ عام الفیل کے چھ سال بعد پیدا ہوئے تھے۔ اور انہوں نے بہت شروع میں اسلام قبول کیا تھا۔ آپؓ کو اسلام کی دعوت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دی تھی۔ اور آپ کو دو ہجرتوں کی نعمت عطا ہوئی۔ ایک حبشہ کی طرف اور دوسری مدینہ کی طرف۔

آپ کے عقد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں آئیں۔ پہلے آپ کی شادی رسول اللہ کی دختر حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی۔ جن کی بیماری کے باعث آپؓ کو جنگِ بدر میں حصہ لینے کی سے اجازت نہیں دی گئی تھی۔ لیکن اس کے باوجود رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو جنگِ بدر کے مالِ غنیمت کا حصہ دیا اور اس کا اجر بھی۔ جس کی وجہ سے آپؓ کو اصحابِ بدر میں شمار کیا جاتا ہے۔

جس وقت جنگِ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح کی خبر مدینہ پہنچی، تو عین اُسی وقت حضرت رقیہ کی تدفین مکمل ہوئی تھی۔ اپنی سب سے بڑی صاحبزادی کے انتقال کے بعد حضورؐ نے اپنی دوسری بیٹی اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہ اُن کے عقد میں دے دی۔ جن کا انتقال ۹ ہجری میں ہوا۔ اس پر حضور نے فرمایا:

”اگر میری کوئی تیسری بیٹی ہوتی تو وہ بھی میں عثمان کے عقد میں دے دیتا۔“

کہا جاتا ہے کہ اس سے پہلے کوئی ایسا شخص نہیں گزرا جن کے عقد میں کسی پیغمبر کی دو بیٹیاں آئی ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو "ذوالنورین" کہا جاتا ہے۔ آپؓ عشرہ مبشرہ میں سے بھی تھے۔ اور اُن چھ خوش نصیبوں میں تھے جن سے حضورؐ بہت راضی تھے۔ نیز آپ رضی اللہ عنہ مرتبین قرآن میں سے بھی تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی (۱۴۶) احادیث کے راوی بھی تھے۔ حضرت عبداللہ بن حزام مزنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ حسین عورتوں یا مردوں میں کبھی نہیں دیکھا۔"

ایک اور صحابی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: "مجھے رسولؐ نے گوشت سے بھرا ایک پیالہ دیا کہ میں اُسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچادوں۔ جب میں وہاں پہنچا تو میں نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو بھی حضرت عثمانؓ کے پاس بیٹھے پایا۔ اور میں حضرت عثمانؓ اور حضرت رقیہؓ کے چہروں کو دیکھنے میں محو ہو گیا۔" جب میں واپس لوٹا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت کیا کہ "کیا میں اُن کی طرف گیا؟ میں نے جواب دیا، جی ہاں یارسول اللہ! پھر نبی پاکؐ نے فرمایا۔ کیا تم نے اُن میاں

Marfat.com

بیوی سے زیادہ حسین جوڑا کبھی دیکھا ہے؟ اس پر میں نے عرض، کیا، "جی نہیں یا رسول اللہ!"

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور اپنے ذادا حضرت ابراہیم علیہ السلام میں بہت مشابہت پائی ہے"۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک درمیانے قد کے شخص تھے۔ ان کی رنگت سُرخی مائل سفید تھی۔ اُن کے چہرے پر گھنی داڑھی تھی اور سینہ چوڑا تھا۔ اُن کے بال پیچ دار اور دانت خوبصورت تھے، ان کے گیسو ان کے شانوں تک پہنچے ہوئے تھے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے "کہ ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قریب سے گزر رہے تھے کہ ایک فرشتے نے آکر مجھ سے کہا کہ اس شخص کو قتل کیا جائے گا۔ ان کے لوگ انہیں شہید کریں گے۔ اور میں ان سے حیاء کرتا ہوں"۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حیاء کی کامل مثال تھے، جو کہ اسلام کا اٹوٹ حصہ ہے۔ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: "ایک مرتبہ جب عثمان رضی اللہ عنہ ہمارے یہاں آئے تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لباس کو اپنی ٹانگوں پر پھیلاتے ہوئے فرمایا کہ میں، اس شخص سے کیوں حیاء نہ کروں جن سے فرشتے حیاء کرتے

Marfat.com

ہیں۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: "رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بیعتِ رضوان کا حکم دیا، تو اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک سفیر کی حیثیت میں مکہ گئے ہوئے تھے۔ جب ہر ایک نے بیعت کی تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "عثمان، اللہ اور اس کے رسول کے کام کے لئے گئے ہوئے ہیں۔" پھر آپؐ نے اپنا ہی ہاتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے، اپنے ہاتھ پر بیعت کی غرض سے رکھا۔ بیشک حضرت عثمانؓ کے لیے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک اُس دن بیعت کرنے والے تمام ہاتھوں سے بہترین ہاتھ تھا۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بار رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "بہت جلد ایک فتنہ اُٹھنے والا ہے۔ عثمان بے قصور ہوں گے مگر انہیں قتل کر دیا جائے گا۔"

ایک اور موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ "اے عثمان! اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیض پہنائیں گے، پس اگر منافق اُسے اُتارنے کو کہیں تو اُسے ہرگز نہ اُتارنا حتیٰ کہ تم مجھ سے ملو۔"

سنہ ۲۵ ہجری میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سعد کو

معزول کرکے ولید بن اُقبا کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا، جو آپ کا چچا زاد بھائی تھا۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اقرباء پروری کے ضمن میں پہلا الزام تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ ۱۲ سال خلافت کے منصب پر فائز رہے اور آپ بے انتہا نرم دل تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے ایک بار عبداللہ بن ابی سارہ کو مصر کا حاکم بنایا، لیکن کچھ عرصے بعد اس شخص نے غلط حکمرانی کی اور اُس کی حکومت کے خلاف خلیفہ کو شکایتیں ملنے لگیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دوسروں سے مشاورت کی اور حضرت محمد بن ابو بکرؓ کو عبداللہ بن ابی سارہ کی جگہ مصر کا گورنر مقرر کیا۔ تقرر نامے کا یہ خط کچھ صحابہ رسول کے ہاتھ سے بھیجا گیا۔ مگر راستے میں انہیں ایک حبشی نظر آیا جو لگتا تھا کہ کسی کی تلاش میں تھا۔ تحقیقات کرنے پر انہیں اُس کے پاس سے ایک خط ملا جو اس کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصر کے معزول گورنر عبداللہ بن ابی سارہ کے نام تھا۔ جب خط کو کھولا گیا تو اس میں لکھا تھا کہ جیسے ہی عبداللہ کو یہ خط ملے تو اُسے چاہئیے کہ وہ فوراً صحابہ رسول کو قتل کر دے اور حضرت محمد بن ابو بکر کو بھی قتل کر دے، جو مصر کے نئے گورنر ہونے کا دعویٰ کریں گے۔

بہ ظاہر یہ خط حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا لکھا ہوا معلوم ہوا جس پر آپکی مُہر بھی تھی۔ اس انکشاف سے تمام صحابہ سخت ناراض

Marfat.com

ہوئے۔ وہ واپس لوٹ آئے اور ہر ایک کو اُس خط کے بارے میں بتایا۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور اُن سے خط کے بارے میں دریافت کیا۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سخت حیرانی ہوئی اور انہوں نے کسی ایسے خط کے لکھے جانے کی سختی سے تردید کی۔

کچھ عرصے کے بعد یہ پتہ لگا کہ وہ خط مروان نے لکھا تھا۔ جیسے ہی لوگوں کو اس کا علم ہوا، انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ وہ مروان کو اُن کے حوالے کریں۔ لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایسا کرنے سے انکار کیا۔ کچھ باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان کا محاصرہ کیا، اور مکان میں پانی پہنچانے کا عمل بھی روک دیا۔

یہ حالات دیکھ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مدد کے لئے آنے کو کہا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فوراً ہی اپنے دو صاحبزادے یعنی حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کو چند دیگر صحابہ کے بیٹوں کے ہمراہ بھیج دیا۔ وہاں کافی بدنظمی اور گڑبڑ ہوئی۔ لوگ اپنے تیروں سے ایک دوسرے کو زخمی کر رہے تھے۔ اسی افراتفری کے دوران تین افراد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان میں پیچھے سے

Marfat.com

داخل ہوگئے۔ اور حضرت عثمانؓ کو شہید کیا، جب آپؓ قرآن کی تلاوت کر رہے تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ؕ

کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ایک اہلِ مصر نے شہید کیا۔ جس کا نام حمر تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کو اس واقعہ کے تناظر میں دیکھا جا سکتا ہے کہ جن دنوں آپؓ اپنے گھر میں محصور تھے تو اس وقت مغیرہ بن شعبہ آپ کے پاس آئے، اور آپ سے کہا کہ: "آپ کی زندگی خطرے میں ہے۔ آپ کو تین راستوں میں سے ایک اختیار کرنا ہوگا۔"

۱۔ آپ باہر نکل کر اُن کا مقابلہ کریں، کیوں کہ آپ کے پاس لشکر ہے اور آپ حق پر بھی ہیں۔

۲۔ پچھلے دروازے سے نکل کر مکّہ چلے جائیں۔

۳۔ شام چلے جائیں اور وہاں امیر معاویہ سے پناہ طلب کریں۔

اس کے جواب میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "میں باہر نکل کر نہیں لڑوں گا، کیوں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہو کر میں ایسی خونریزی نہیں کر سکتا۔ میں مکّہ بھی نہیں جا سکتا کیوں کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ قریش کا ایک آدمی مکہ میں اتنا ظلم ڈھائے گا کہ دنیا کا آدھا عذاب

Marfat.com

اُس کو ملے گا۔ میں وہ آدمی بننا نہیں چاہتا۔ اور میں شام بھی نہیں جاسکتا، کیونکہ میں مدینہ کو نہیں چھوڑ سکتا۔ جو دارالہجرت ہے، میں اپنے رسولؐ کی گلیوں کو نہیں چھوڑ سکتا۔"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ۱۸ ذوالحج ۲۵ ہجری میں ہوئی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: "جب حضرت عثمانؓ حیات تھے، تو اللہ کی تلوار میان میں تھی، مگر آپ کی وفات کے بعد وہ تلوار میان سے اس طرح باہر آگئی کہ اب قیامت تک وہ میان میں واپس نہیں جائے گی۔"

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پہلا فتنہ تھا، اور آخری فِتنہ دجّال کی آمد کا فتنہ ہوگا۔ دنیا نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے بہت ساری قدریں سیکھیں۔ انہوں نے غنیٰ (آسودگی) سیکھی، انہوں نے حیاء سیکھی، انہوں نے ہمت و شجاعت سیکھی۔ اور انہوں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید اور گہری محبّت کرنی سیکھی، اپنی آخری سانس تک آپؓ اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت پہ چلتے رہے۔ بے شک آپؓ نے دنیا کو وفا بھی سکھائی، اللہ اور رسولؐ سے وفا۔

ایسے ہوتے ہیں اللہ کے بہترین دوست، بے لوث اور

Marfat.com

نثار ہونے والے۔ وہ اللہ کے ساتھ دوست کی طرح ہیں۔ جب وہ اس دُنیا میں ہیں، اور یہی دوستی یا اس سے بھی بڑھ کر انہیں اس وقت نصیب ہوگی جب وہ اپنے ابدی مسکن کو پہنچیں گے۔

آیئے سب مل کر دُعا کرتے ہیں اے اللہ کریم! ہمارے دلوں سے اس دنیا کے تفکّرات کو ہٹا دیجئے۔ اے اللہ کریم! ہمیں اس راہ پر چلائیے جو آپ تک پہنچتی ہے۔ اے اللہ کریم! ہمارے غمزدہ دلوں کو خوشی عطا کیجئے۔ ہم سب کو آگ سے نجات دیجئے، اور آپ کے لئے اور آپ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہماری محبّت میں اضافہ کر دیجئے۔

اے اللہ کریم! مرنے سے پہلے ہمیں بیدار کر دیجئے۔ ہمیں وہ آنکھیں عطا کیجئے جو صحیح طور سے دیکھ سکتی ہوں۔ اے اللہ کریم! ہماری بُرائیوں کو طمانیت میں بدل دیجئے۔ ہمارے غم کو خوشی میں بدل دیجئے۔ اور بُری عادتوں کو قرآنی کردار میں بدل دیجئے۔ اے اللہ کریم! ہمیں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائیے۔

اے اللہ کریم! ہمیں عبادات میں استقامت دیجئے اور آپ کو راضی کرنے میں قائم رکھئے۔ اے اللہ کریم! ہمیں آپ کے دوستوں کو پہچاننے اور انہیں کبھی نہ چھوڑنے کی توفیق عطا کر دیجئے۔

Marfat.com

اے اللہ کریم!

پوری اُمّتِ محمدی پر اپنی بخشش اور مغفرت عطا کیجئے!

آمین!

Marfat.com

۱۲ / نومبر ۲۰۱۰ء (۱۴۲)

حضرتِ خواجہ شاہ محمد عارف رحمۃ اللہ علیہ

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو عالمین کا پروردگار ہے۔ جو خالق اور عالی شان ہے، وہ ذاتِ واحد، جو سب کچھ دیکھتا اور سُنتا ہے اور جو بس "کُن" کہتا ہے اور ہو جاتا ہے۔

درود و سلام اللہ کے برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر، اُن پر جو اُس کے محبوب اور اُس کے عاجز ترین بندے ہیں۔ وہ جو اپنی اُمت کے سچے نجات دہندہ ہیں۔

سلام، رحمت اور برکتیں ہوں آپ سب کے لئے اور آپ کے پیاروں کے لئے۔ سلامتی ہو اُن سب دلوں پر جو اس دُنیا میں مخلص نیتوں کے ساتھ رہتے ہیں۔

ایک سوال اکثر پوچھا جاتا ہے کہ کتنا وقت اور باقی بچا ہے؛ کتنے دُکھ اور جھیلنے ہیں؛ اور اس میں کتنا مزید اضافہ ہونا ہے؛ ان سارے سوالوں کا جواب یہ ہے کہ وقت کی ڈوری ٹوٹ چکی ہے، اور جیسے جیسے دانے گر کر بکھر رہے ہیں اس کے ساتھ گھنٹے، لمحے،

Marfat.com

اور لحظے بھی اپنے خاتمے کی طرف تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔ اب تو ایک اندھا بھی دیکھ سکتا ہے کہ دنیا خطرناک حد تک بدل چکی ہے۔ اور ہر طرف ایک سمجھ میں نہ آنے والی بدامنی پھیلی ہوئی ہے۔

کوئی بھی امن وچین سے نہیں ہے اور غیر یقینی اور خوف کے بادل دنیا پر چھائے ہوئے ہیں۔ جب دنیا ایسی صورتِ حال کا سامنا کر رہی ہے۔ تو مجھے بتلائیے کہ بوجھ بڑھے گا نہیں اور جینا مزید مشکل نہیں ہوگا۔ جی ہاں! یہ وقت کا خاتمہ ہے۔ وہ وقت جس کے لئے ہر ایک پیغمبر نے اپنی اپنی قوموں کو خبردار کیا تھا۔ وہ وقت جس کی پیش گوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی، کہ یہ مکمل فتنہ وفساد کا زمانہ ہوگا۔

وہ وقت جس سے نہ صرف اس زمین کے باشندے ڈرتے ہیں، بلکہ آسمان والے بھی اس سے خوفزدہ ہیں۔ یہ زمان (وقت) کا خاتمہ ہے۔ یہ دجّال اور اس کی قوتوں کا وقت ہے، اور حق اور اس کی قوتوں کا بھی وقت ہے۔ کھیل شروع ہونے کو ہے، بساط بچھائی جا چکی ہے۔ اور کھلاڑی سب تیار ہیں۔ وہ سب کھیل شروع ہونے والی سیٹی کے منتظر ہیں۔ تاکہ وہ حرکت میں آئیں دنیا کی یہ حالت ہے، وہ صورتِ حال کہ جس میں ایمان کوڑیوں سے بھی سستے، الفاظ خاک سے بھی زیادہ بے قدر اور دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو چکے

Marfat.com

ہیں۔ یہ ایسا وقت ہے کہ بہتر ہے کہ آدمی ہر وقت اپنے گھر میں رہے۔ اور اللہ سے امان طلب کرتا رہے۔

کامل ایمان اللہ کی نعمت ہے اور یہ واحد ذریعہ ہے جس سے کوئی بھی بربادی کے اس دور میں بچ سکتا ہے۔ لیکن کامل ایمان ہے کیا؟ کامل ایمان ان دیکھی ہستی پر مکمل عقیدہ یعنی اللہ واحد اوّل پر، اللہ سلطانِ ذوالجلال پر، آپ کے اللہ پر، جو آپ سے بے پناہ محبت کرتا ہے۔ اس حقیقت پر مکمل بھروسہ کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ ہی کی رضا سے ہوتا ہے۔

ایک قطرہ گر نہیں سکتا اور خاک کا ذرہ بھی وجود میں نہیں آسکتا، اگر اللہ ایسا نہ چاہے۔ وہ نہایت قوت والا پروردگار ہے۔ تمام قوتوں کا مالک، اور تمام زمینوں اور آسمانوں کا حاکم ہے۔ وہ سب جانتا ہے، اور تمام علم اسی کا ہی ہے۔ اُسے دھوپ کی مخصوص مقدار کا علم ہے جو گھنے جنگل میں کسی چھوٹی سی پتّی پر پڑتی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ چھوٹا سا پرندہ کب بھوکا ہوگا اور کتنی مقدار میں غذا اس کے لئے کافی ہوگی۔ وہ جانتا ہے کہ ہر ایک کے دل میں کتنی گھاس پھونس ہے اور لوگوں کے دلوں میں کتنی سچائی ہے۔

بھلا اس اللہ سے کوئی کیا چھپا سکتا ہے جو دلوں کی گہرائیوں میں چھپے رازوں کا جاننے والا ہے۔ ایمان اپنے رب العظیم کے

Marfat.com

آگے سرِ تسلیم خم کرنے کا بھی نام ہے۔ اس کی رضا اور اس کے احکام کے آگے۔ ایمان سوائے اللہ کی محبت کے کسی دوسری شے کی طلب نہ کرنے کو بھی کہتے ہیں۔ ایمان یہ بھی ہے کہ اللہ کے اُس محبوب سے ٹوٹ کر محبّت کی جائے جن سے اللہ سب سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ یعنی اُن سے محبّت کی جائے اور ان کی اطاعت کی جلئے۔اُن سے وفا کی جائے اور زندگی کی آخری سانس تک ان کے دامن کو مضبوطی سے تھاما جائے۔

ایمان یہ بھی ہے کہ اُن تمام لوگوں سے محبّت کی جائے جن سے اللہ اور اس کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم نے محبّت کی ہے۔ یعنی اہلِ بیت سے، صحابہ کرام سے اور اولیاء اللہ سے، کیوں کہ یہ سب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عکس ہیں۔ کامل ایمان کا مطلب یہ بھی ہے کہ تمام ملائکہ، آسمانی کتابوں، تمام رسولوں اور روزِ جزا پہ یقین ہو۔ اور اس عقیدے پر بھی کہ موت کے بعد زندگی ہے۔ یہ وہی کامل ایمان ہے، جو شیطان آپ کے دلوں سے چھیننا چاہتا ہے۔ یہ کامل ایمان آپ کو امن و سکون عطا کرتا ہے۔

اپنے رب پر یہ بھروسہ آپ کو اپنے تمام مخالفوں کے خلاف قوت بخشتا ہے۔ یہ دنیا کی بے یقینیوں کے خلاف آپ کا یقین ہے۔ وقت کے خلفشے سے پیدا شدہ انتشار اور مصائب کے خلاف آپ کا محافظ ہے۔ یہ کامل ایمان آپ کو یہ سکھاتا ہے کہ: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلِ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرِ: "میرے لئے اللہ

کافی ہے۔ وہ بہتر کارساز ہے۔ وہ بہترین والی اور مددگار ہے۔"

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "مکاشفۃ القلوب" میں فرماتے ہیں کہ "جان لو کہ ایمان کی تکمیل جس کا نام تصدیق بھی ہے، اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کی تصدیق، رسولوں کے لائے ہوئے دین کی تائید اور کثرت اعمال سے ہوتی ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحجرات میں فرمایا: "کامل ایماندار تو وہی ہیں جو ایمان لے آئے اللہ اور اس کے رسول پر، پھر (اس میں) کبھی شک نہیں کیا۔ اور جہاد کرتے رہے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں۔ یہی لوگ راست باز ہیں۔"

سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: "بلکہ نیکی کا (کمال) تو یہ ہے کہ کوئی شخص ایمان لائے اللہ پر اور روزِ قیامت پر اور فرشتوں پر اور کتاب پر اور سب نبیوں پر"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "ایمان کے ۷۰ درجات ہیں، جن میں سب سے نچلہ راستے سے کوئی تکلیف دہ چیز ہٹانا ہے۔"

حضرت ابو سعید قادری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث بیان کی: "دلوں کی چار قسمیں ہیں۔ ان میں سے پہلا دل تمام دنیاوی خواہشات سے پاک اور چراغِ معرفت سے روشن ہے یہ مومن کا دل ہے دوسرا فراخ دل ہے، اس میں ایمان اور منافقت دونوں موجود ہیں۔ ایسے دل میں ایمان میٹھے

Marfat.com

پانی سے اُگ‌ آئے ہوئے سبزے کی مانند ہے، جب کہ منافقت پیپ اور گندے پانی سے پیدا شدہ پودے کی طرح ہے۔ جو بھی دل پر غالب آجائے وہ دوسرے کو فنا کر دیتا ہے۔" ایک دوسری حدیث میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "میری اُمت میں شرک چھتوں پر چیونٹی کے رینگنے سے بھی زیادہ مخفی ہے۔"

روایت ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ صحابہ نے ایک شخص کی تعریف کرنا شروع کی۔ اسی دوران وہ شخص اندر داخل ہوا، اس کا چہرہ وضو کے پانی سے گیلا تھا۔ وہ جوتے اپنے ہاتھ میں لئے تھا اور اس کی پیشانی پر سجدے کا محرابی نشان تھا۔ اس پر نگاہ پڑتے ہی صحابہ نے فوراً ہی کہا کہ: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہی وہ شخص ہے جس کے بارے میں ہم بات کر رہے تھے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لیکن مجھے تو اس شخص کے چہرے پر شیطان کی نشانی نظر آرہی ہے۔" پھر وہ شخص قریب آیا اور صحابہ کے ساتھ بیٹھ گیا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا "میں تجھے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جب تو نے اِن لوگوں کو دیکھا تو کیا تو نے اپنے دل میں یہ نہیں سوچا تھا یہاں تجھ سے بہتر کوئی نہیں۔"

Marfat.com

اس کے جواب میں اُس شخص نے عرض کیا کہ: "جی ہاں! اللہ گواہ ہے کہ ایسا ہی ہوا تھا۔" اس پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی کہ: "اے اللہ! میں آپ کی بخشش طلب کرتا ہوں اس کے لئے جو میں جانتا ہوں اور اُس کے لئے بھی جو میں نہیں جانتا۔"

یہ سُن کر صحابہ نے عرض کیا کہ "یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ بھی خوفزدہ ہیں؟" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ "میں کیسے نہ ڈروں، جب کہ میرا دل رحمٰن کی دو اُنگلیوں کے درمیان ہے اور وہ اُس کو جس طرف چاہے موڑ سکتا ہے۔"

حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ: "اگر کوئی شخص کسی ایسے باغ میں داخل ہو جائے جس میں ہر قسم کے درخت ہوں اور ان درختوں پر ہر قسم کے پرندے ہوں۔ ہر پرندہ صاف آواز میں اس شخص سے کہے: اے اللہ والے! السلام علیکم" اگر اس شخص کا نفس اس سے مطمئن ہوتا ہے، تو جان لیجئے کہ وہ ان پرندوں کے جال میں پھنس گیا ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ "نفاق کی وجہ سے زبان و دل، ظاہر و باطن اور اندر و باہر سے آپس میں متضاد ہوتے ہیں۔"

ایک شخص نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ "مجھے ڈر ہے کہ کہیں میں منافق نہ بن جاؤں۔" اس کے جواب میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "اگر تم واقعی منافق ہوتے، تو نفاق سے نہیں

ڈرتے، کیوں کہ ایک اصلی منافق نفاق سے بے خوف ہوتا ہے"۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ مزید وضاحت کرتے ہیں کہ " نفاق کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو انسانوں کو دین سے علیحدہ کر کے انہیں کافروں کے ساتھ ملا دیتا ہے اور انہیں اس گروہ میں شامل کرتا ہے جن کا ٹھکانہ ہمیشہ کے لئے جہنم ہے لیکن دوسری قسم کا نفاق لوگوں کو ایک خاص مدت تک دوزخ میں ڈالتا ہے۔ اور یہ آدمی کو اعلیٰ درجات سے گرا دیتا ہے اور اُسے صادقین کے مقام سے نیچے پھینک دیتا ہے۔

اے اُمتِ محمدی! یہ سبق آپ سب کو سچے عقیدے کامل یقین اور آپ کے رب پر کامل بھروسے کی تعلیم دیتا ہے۔ اور بھلا ایسے کیوں نہ ہو؟ کیا اللہ ہی وہ واحد ذات نہیں جس کے پاس جملہ قوتیں ہیں: ولا حول ولا قوۃ ؛ گناہوں سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی توفیق نہیں مگر اللہ کی طرف سے جو بہت بلند عظمت والا ہے۔

جب کوئی از خود کچھ نہیں کر سکتا اور اتنا بے بس ہے تو پھر کیا چیز اُسے اتنا پُر اعتماد بناتی ہے، کہ وہ یہ سوچنے لگے کہ اُس کے تمام اعمال اللہ کے دربار میں مقبول ہیں اور وہ کسی کے آگے، کسی چیز کے لئے بھی جواب دِہ نہیں ہوگا۔

جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے خوف محسوس

Marfat.com

کرتے تھے کہ ان کا دل اللہ کی اُنگلیوں کے درمیان ہے، وہ اسے جس طرف چاہے موڑ لے، تو پھر کوئی بھی کس طرح اپنے مقدر کے بارے میں اتنا پُراعتماد ہو سکتا ہے؛ زندگی میں وہ کیا چیز ہے جو آپ کو اتنا لاپرواہ بناتی ہے؛ وہ کیا ہے جو آپ کے دل کو اتنا مطمئن رکھتی ہے کہ آپ کو اپنے اعمال کی کوئی فکر نہیں؟ کیا آپ اپنے اعمال کی پاکی اپنی عبادت کی سچائی کی یا اپنے دل کی طہارت کی ضمانت دے سکتے ہیں؟ کیا آپ کو ہر وقت اپنے اعمال نامے کے بارے میں مکمل خوف اور فکر میں نہیں رہنا چاہیئے؟

مثال کے طور پر آپ کوئی کھانا پکانا چاہتے ہیں۔ آپ گوشت اور سبزی کو بڑی احتیاط سے دھو کر صاف کرتے ہیں۔ اور انہیں ایک ہانڈی میں ڈالتے ہیں تاکہ بہترین طریقے سے وہ پک کر تیار ہو۔ اب طریقہ کیا ہونا چاہیئے؟ آپ کو ہر وقت اپنی توجہ اپنے کھانے پر رکھنی چاہیئے۔ لیکن اکثر اِردگرد کا ماحول آپ کے دھیان کو بھٹکا دیتا ہے۔ مصالحہ ڈالتے وقت اپنی بے توجہی سے کہیں اُس میں ضرورت سے زیادہ مصالحہ نہ ڈالیں۔ جلد بازی میں آپ کہیں اُسے تیز آنچ پر جلا نہ ڈالیں۔ آخر میں ہو سکتا ہے کہ وہ نتیجہ نہ نکلے جس کی آپ کو توقع ہو۔

کھانا پکانے کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ کو پکانے کا صحیح طریقہ

Marfat.com

اور اجزار کی مقدار معلوم ہونی چاہیئے ۔کھانے کو مزیدار بنانے کے لئے آہستگی اور توجہ سے پکانا ضروری ہے۔ جلد بازی اور بے دلی سے کھانا تو پک جاتا ہے لیکن اس میں لذت نہیں ہوگی۔

یہی حال آپ کے اُن اعمال کا ہے جو نیک نیتی سے نہیں کئے جاتے ۔ وہ اعمال جو دنیا کے لئے کئے جاتے ہیں یا وہ عبادات بھی جو عجلت میں اور بے دلی سے ادا کئے جاتے ہیں ۔ وہ آپ کو فائدہ نہیں پہنچاتیں ۔ نہ تو اس دنیا میں اور نہ آخرت میں ۔

اب مجھے بتلائیے کہ مزیدار کھانا پکانے کا کیا طریقہ ہے ؟ ایک تجربہ کار آدمی کو چاہیئے کہ وہ ہانڈی پہ ہر وقت گہری نظر رکھے۔ اگر اُسے کوئی خامی نظر آئے تو اُسے چاہیئے کہ فوری طور پر اُسے دُرست کرے۔ اس سے پہلے کہ دیر ہو جائے۔

یہی مثال اُس شخص کی ہے جو اس دنیا میں رہتا ہے اور جو آخرت کا توشہ اکٹھا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر آن، ہر لمحہ دنیا کی آوازیں اس کی توجہ اپنی طرف کھینچتی ہیں ۔ اس نے لالچ اور طمع میں آکر خود پہ اتنا بوجھ ڈال رکھا ہے کہ وہ اپنے نیک اعمال کرنے سے قاصر رہتا ہے، اور ہر وقت عُجلت میں رہتا ہے۔

اس کے پاس دین کا مکمل علم بھی نہیں ہے اور نہ ہی

Marfat.com

اللہ کے سیدھے راستے کا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اتنی آسانی سے اپنے ایمان کو خراب کر رہا ہے۔ اس مقصد کے لئے اللہ نے اپنے ولی اور ولیاؤں کو مقرر فرمایا ہے۔ جو کہ دراصل وہ تجربہ کار ہستیاں ہیں جنہیں فہم و بصیرت عطا کی گئی ہے۔ جس کے ذریعے وہ اپنے اِرد گرد جمع ہونے والوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ یہ اہلِ طریقت، اہلِ حقیقت اور اہلِ محبت ہیں۔ ان کی موجودگی نہ صرف دوسروں کے اعمال کو حُسن بخشتی ہے۔ بلکہ کسی کی بھی توقع سے بہت زیادہ اُسے عطا کرتی ہے۔ ایک حقیقی ولی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا قائم مقام اور اللہ کے الفاظ (کلام) کا امین ہے۔

ان کی موجودگی ایمان کو مستحکم کرتی ہے اور دل کو آلائشِ دُنیا اور اس کی ناپاکی سے صاف کرتی ہے۔ ایک ولی پوشیدہ بھی ہو سکتا ہے اور ظاہر بھی۔ اس کا دارومدار اس پر ہے کہ اللہ اُن سے کس طریقے سے کام لینا چاہتا ہے۔ چاہے وہ کسی بھی عام آدمی کی طرح کام کرتے ہوں۔ لیکن ان کے جسم میں ایک چیز ایسی ہے جو آسانی سے بتا سکتی ہے کہ وہ ایک ولی ہیں۔ اور یہ اُن کی آنکھیں ہیں۔ ولی کی آنکھوں میں ایک زبردست گہرائی اور شعلہ ہے۔ گہرائی بصیرت اور حکمت کی ہے اور شعلہ محبّت کا ہے۔

ایک تُو ہی نہیں میں بھی ہوں اُن آنکھوں کا مارا

Marfat.com

اے اہلِ نظر، نرگسِ بیمار سے کہہ دو

سسک ہی پارا خنجرِ مژگاں کا یہ گھائل

تیرِ نگاہِ دیدۂ خونخوار سے یہ کہہ دو

آیئے ایسی دو خوبصورت نینوں کی بات کرتے ہیں جن کے وارِ خنجر کو کوئی سہہ نہیں سکتا تھا۔ چاہے وہ میدانِ عشق میں کتنا ہی طاقت ور تھا۔ وہ آنکھیں تڑپ سے لبریز تھیں۔ دیکھے اور اَن دیکھے کی تڑپ، وہ تڑپ جو دل کی گہرائی سے آتی ہے۔ اور جب وہاں روکی نہیں جا سکتی تو وہ آنکھوں کے راستے باہر آتی تھی۔ اُن آنکھوں کے مالک اُس تڑپ سے محبت کرتے تھے، کیونکہ وہ تڑپ اُن کا سب سے بڑا خزانہ تھی۔ سب سے محبوب اثاثہ، کیونکہ وہ تڑپ اُن کے حبیب کے لئے تھی، اُن کے محبوب، اُن کے معشوق کے لئے تھی۔

وہ محبت کس کام کی اگر وہ کسی کو عشق کے شعلوں میں نہیں جلاتی اور وہ عشق کس کام کا اگر وہ دل کو تیز ترین خنجر سے چیر نہ سکے اور وہ دل کس کام کا اگر وہ شدید تمنا کا ایک نہ ختم ہونے والا درد نہ بخشے۔

ع منہ اپنا جو تُو نے دکھایا مجھے

وہیں پھر جو ڈھونڈا نہ پایا مجھے!

بسا میری آنکھوں میں تُو اس قدر

Marfat.com

کہ تجھ بن نظر کچھ نہ آیا مجھے

وہ پُردرد اور بابصیرت آنکھیں جو ہر وقت جامِ وحدانیت سے لبریز رہتی تھیں، جو دلوں کو ایک نگاہ سے بدل دیتی تھیں۔ جی ہاں یہ خوبصورت آنکھیں مُرشدِ پاک، صابر ثانی، عارف لاثانی، شہید بحرِ وفا، ریحان القلوب، آفتاب القطب، حضرت خواجہ شاہ محمد عارف رحمتہ اللہ علیہ کی تھیں۔

وہ جن کے دل میں علمِ الدُنی کا ایک بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ جسے وہ بڑی فراخ دلی سے اُن لوگوں میں تقسیم کرنے سے ایک لمحہ بھی نہیں ہچکچاتے، جو اس کے حق دار تھے۔ جب آپ رحمتہ اللہ علیہ ابھی بچّے تھے، تو آپ کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّتِ شق الصدر سے نوازا گیا تھا۔ جس وقت آپ نیند سے اُٹھے تو آپ نے سینے میں درد محسوس کیا تھا۔ اس بچّے کی رُوحانیت بھلا ان کے درویش والد سے کس طرح پوشیدہ رہ سکتی تھی۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے والدِ گرامی سلسلہ قادریہ سے منسلک تھے۔ اور انہیں شرفِ حضوری غوث پاک رحمتہ اللہ علیہ حاصل تھا۔ یہی وجہ تھی کہ انہیں اوران کے فرزند کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مُبارک پر بیعت تھی۔ پھر بیٹے کو غوث پاک رحمتہ اللہ علیہ کے سپرد کیا گیا۔ اس کو "دسوندی" کہتے ہیں جس کا مطلب ہے ۱/۱

Marfat.com

حصّہ والد اور بیٹا، دونوں اپنی آمدنیوں کا ۱/۲ حصّہ غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر دیتے تھے۔ اور یہ وہ اپنی زندگی کی آخری سانس تک دیتے رہے۔

حضرت شاہ محمد عارف رحمۃ اللہ علیہ دنیا کے لئے ایک نعمت تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کامل ایمان والے تھے، کامل فقیر تھے۔ جو ایمانِ محمدی کا مظہر تھے۔ وہ ایمان جس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی تحریک سے، آپ کے مرکزِ نگاہ سے ایک لمحہ کیلئے بھی بھٹکنے نہیں دیا۔ اور آپ کا مرکزِ نگاہ عشق کی تڑپ کو پھیلانا تھا، دردِ محبت تقسیم کرنا تھا۔ سب کو اسی جام سے پلانا جس سے وہ خود ہر روز پیا کرتے تھے۔

وہ جام جامِ وحدانیت تھا۔ وہ شراب جس نے آپؒ کو دنیا کے رنگ دکھائے۔ جہاں کوئی زمان و مکان نہیں۔ وہ شخص جو اگرچہ اس دُنیا سے تعلق رکھتے تھے۔ لیکن تاہم اس دنیائے فنا میں رہتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ وقت کو برداشت کرنے کا طریقہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمِ مُبارک کی خاک بننا اور نُورِ ہدایت اور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے گلشن کی خوشبو کو پھیلانا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس گلشن کے پودوں کو اپنے اطراف لگایا۔ جو طریقت کے سرسبز اور تناور درخت بن گئے۔ آپ

Marfat.com

رحمتہ اللہ علیہ ہمارے پیارے مُرشد افضل سرکار رحمتہ اللہ علیہ کی
آنکھوں کے نُور تھے۔ اور طریقت کے دمکتے سُورج تھے۔ بے شک
آپ رحمتہ اللہ علیہ عارفیوں اور نُوریوں کے لئے اللہ کی نعمت ہیں۔
بے شک آپ پوری اُمّتِ محمدیؐ پر اللہ کی رحمت ہیں اور یقیناً یہ
رحمت ابد تک ساتھ رہے گی۔

آیئے سب مل کر دُعا کرتے ہیں۔ اے اللہ کریم! ہمیں اپنی
ہدایت سے نواز دیجئے، آپ کی نصرت ہمارے شاملِ حال ہو، اے
اللہ کریم! ہماری خطاؤں کو درگزر فرمائیے اور ہم پر اپنے کرم کی بارش
فرمائیے۔ ہمیں سچّی توبہ کی توفیق عطا فرمائیے۔ ہمیں اپنا تابعدار بندہ
بنائیے اور ایمان کے ساتھ موت نصیب فرمائیے اے اللہ کریم! آپ نے ہمارے
پیروں تلے زمین بچھادی ہے اور سروں پر آسمان۔ ہمیں اپنے حبیب صلی اللہ
علیہ وسلم سے جُدا نہ کیجئے۔ ہمیں ان پاکبازوں کی صحبت عطا کیجئے جنہیں
آپ کی رضا اور آپ کے دوستوں کی صحبت حاصل ہے۔ جس طرح
آپ نے ہمیں یہاں اپنے حبیبؐ کی اُمّت میں ہونے کی عزت و نعمت
عطا کی ہے۔ بالکل اسی طرح ہمیں قیامت کے دن اُنہی رحمتہ
اللعالمین کے جوار میں جگہ عطا فرمائیے۔ ہمیں ایمان کے ساتھ زندگی
اور ایمان کی موت نصیب فرمائیے۔

آمین!

Marfat.com

۱۹ نومبر ۲۰۱۰ء (۱۴۳)

حج بیت اللہ شریف

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو رحمت اور برکتیں عطا کرنے والا ہے۔ جس کی پاک حمد و ثناء سے کون و مکاں گونجتے ہیں۔ جس کے جاہ و جلال کا کوئی ثانی نہیں۔ جو حقیقی اعلیٰ ترین ہستی ہے۔ اور جس کی حکومت ہر اس چیز پر محیط ہے جو کبھی بھی پیدا کی گئی ہے۔

درود و سلام نبی اُمی پر، بشیر پر، جو اپنی اُمت کے لئے خوشخبریاں لاتے ہیں اور نذیر پر جنہیں اللہ کا خوف دلانے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ بے شک وہ اپنی اُمت کے لئے رحمت ہیں۔

سلام، رحمت اور برکتیں ہوں آپ کے لئے اور آپ کے گھرانوں کے لئے، سلامتی ہو اُن کے لئے جو ادب اور عشق کے طالب علم ہیں۔ بے شک وہ بہترین علم کے طالب ہیں۔

''حج'' اسلام کا ایک نہایت اہم رُکن ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ ایک خاص مُدت کے لئے ''مکہ شریف'' جا رہے ہیں۔ اور وہاں وہ عبادات ادا کریں گے جو سال میں صرف ایک بار ذوالحج

Marfat.com

کے مہینے میں ادا کی جا سکتی ہیں۔ یعنی بزرگی اور برتری کے مہینے میں، عجز و انکساری کے مہینے میں حج انسان کو کئی اسباق سکھاتا ہے۔

پہلا سبق تسلیم کا ہے۔ آپ میں سے کئی ایسے ہیں جو اپنی زندگی بھر کی محنت کی کمائی سے حج کے لئے جاتے ہیں۔ وہ اپنا مال، اپنے آرام اور اپنے گھر بار سے جُدا ہوتے ہیں۔ پھر انہیں سفر کی تکالیف بھی اٹھانی ہیں، تاکہ وہ اپنے دینی فرائض کو انجام دے سکیں۔

حج انسان کو تسلیم سکھاتا ہے، اللہ کی اطاعت کرنے سے دنیا کو چھوڑ کر اللہ کی طرف جانے سے، اُس عہدِ وفا کی تجدید کرنے سے، جو اس نے اس دنیا کے وجود میں آنے سے پہلے کیا تھا میثاق والے دن۔ یعنی یومِ میثاق میں حج انسان کو انکساری سکھاتا ہے اپنے نفس سے اَنا کے لبادے کو اُتارنے اور اللہ کی عظمت و جلال کے آگے اپنی "نیستی" کو ڈالنے کا سبق سکھاتا ہے۔

یہ وہی لمحہ ہوتا ہے، جب اُسے اللہ کی طاقت کا احساس ہوتا ہے کہ وہ کس طرح سب کو اکٹھا کرتا ہے، چاہے اُن کا تعلق مختلف زبانوں، نسلوں اور قوموں سے ہو، صرف اُن کے سچّے عقیدے کی بنا پر ان سب کو برابر تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ ہے توحید کی طاقت جو سب کو اخوت اور محبّت کے رشتے میں پروتی ہے۔

حج کا ایک اور اہم سبق میدانِ حشر میں آخرت کی یاد دلانا ہے۔ جہاں سب اپنی قبروں سے نکل کر حاضر ہوں گے۔ مٹی ایک بار پھر ہاتھ، جسم اور چہروں کی صورت اختیار کرے گی۔ بالکل اسی طرح جیسے کہ وہ پہلی بار بنائے گئے تھے۔ وہ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ اور وہ یہ اچھی طرح جانیں گے کہ یہ اللہ کے لئے کوئی مشکل کام نہیں۔

یوم عرفہ میں میدانِ عرفات ہر ایک کو یاد دلائے گا کہ دنیا کے خاتمے کے وقت یہ عدل کا مقام ہوگا، فیصلہ اور میزان کی جگہ۔ عرفات میں حاجیوں کی موجودگی ان کو اس حقیقت کا نقشہ دکھاتی ہے، جس کا ہر ایک سامنا کرے گا۔ وہ حقیقت جسے کفّار نے رد کیا اور جس سے باقی تمام لوگ ڈرتے ہیں، یعنی یومِ قیامت اور یومِ جزا کی حقیقت۔ تو پھر کون یہ کہہ سکتا ہے کہ یوم عرفہ میں کوئی بھی اُس امر سے انکار کر سکتا ہے، جو مقدر ہو چکا ہے۔ اور جو اُن کے گمان سے بھی جلد واقع ہو گا۔

یہ ہیں وہ چند اسباق جو اُن حاجیوں کے لئے ہیں، جو وہاں کچھ سیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ وہاں ایک مقصد کے لئے ہیں۔ اللہ سے کیا گیا عہد وفا کرنے کے لئے۔ گزشتہ وقتوں میں حج بے انتہا تکریم کے ساتھ کیا جاتا تھا۔ اور اللہ کے عاشق اپنی زندگیاں اس کی تیاری میں صرف کیا کرتے تھے۔

Marfat.com

چند مقدس کتابوں میں صوفیائے کرام نے اس عبادت پر زیادہ گہرائی سے گفتگو کی ہے۔ شیخ احمد یحییٰ منیری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حج ایک مالی اور بدنی عبادت ہے۔ اس گروہِ صوفیاء کا حال نہ پوچھئے جو اس عبادت میں گہرے راز اور عجیب واقعات سے دوچار ہوتے ہیں۔ یاد رکھیئے کہ زیارتِ کعبہ شریف درحقیقت زیارتِ خداوندی جَلَّ جَلَالہٗ ہے۔ اس کے معنی ہیں کہ مکان کی زیارت کرنے سے آپ کو مکین کی زیارت ملتی ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "جب میں حرم شریف گیا تو جمالِ کعبہ نے مجھے مسحور کیا، لیکن پھر دل نے کہا کہ بس صرف گھر کو دیکھنے سے کیا فائدہ؛ کیا (دیکھنے کے لئے) دوسری عمارتیں نہیں؛ میں تو درحقیقت صاحبِ خانہ کی تلاش میں ہوں۔ تو اس لئے میں واپس لوٹ آیا۔ اگلے سال میں دوبارہ گیا۔ حرم شریف پہنچا، اپنے دل کی آنکھ کھولی اور مکان اور مکین دونوں کو دیکھ لیا۔ میں حیران تھا کہ "عالمِ الوہیّت میں شرکت کہاں۔ اور عالمِ وحدانیت میں دُوئی کا وجود کیونکر"۔

تو میں محبوب کو، اس کے گھر کو اور خود کو کس طرح دیکھ سکتا ہوں۔ یعنی تین کے مجموعے کو۔ اس راہ میں تو "دو" کا ہونا قابلِ قبول نہیں۔ لیکن مجھے دیکھو میں دو سے تین ہو گیا ہوں۔ یہ کیسے

قابلِ قبول ہوسکتا ہے، اس خیال کے آتے ہی میں فوری گھر لوٹ آیا۔

پھر تیسرے سال میں حرم شریف پہنچا اور فوراً ہی لطفِ محبوب کی آغوش میں چلا گیا۔ اور میری آنکھوں کے تمام پردے ہٹا لئے گئے۔ میرے دل میں معرفت کا چراغ روشن کیا گیا اور میری ذات انوارِ تجلیات سے جل گئی۔ پھر میرے دل میں خدا کی جانب سے خیال اُترا کہ "تو سچے دل سے میری زیارت کرنے آیا ہے، تو جس کی زیارت کی جاتی ہے اُس پر حق ہے کہ زیارت کرنے والے پر بخشش کرے۔"

؎ تا چشم بار کشادم، نُورِ رُخِ تو دیدم
تا گوش بار کشیدم، آواز تو شنیدم

(جب میں نے آنکھ کھولی، تو تیرا ہی جلوہ دیکھا، جب میں نے کان لگایا تو تیری ہی آواز سُنی)۔

ہمارے رسُولِ محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حج پسندیدہ بارگاہ بہتر دنیا سے اور جو کچھ دنیا میں ہے اور کیوں نہ ہو اس کے ارد گرد ہر طرف کشادہ عمیق راہیں ہیں۔" آپؐ نے یہ بھی فرمایا "حجِ مبرور (پسندیدہ) کا انعام صرف جنت ہے۔"

شیخ یحییٰ مُنیری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تفسیر یوں بیان

فرماتے ہیں کہ: "جب آپ نے اپنے معشوق کی محبت میں مبتلا ہو کر اپنے گھرانے اور بچوں سے جدائی قبول کی ہے اور جان کی بازی لگالی ہے تو پھر آپ کا معشوق آپ کو اپنی رضا اور بقاء کے تحفے سے کیوں نہ نوازے۔

ایک عاشق نے تو یہاں تک کہا ہے کہ اگر جنت میں دیدار کا وعدہ نہ ہوتا تو سالکین جنت کے بارے میں ایک لمحے کے لئے بھی نہ سوچتے اور کوئی بھی اپنی مرضی سے جنت میں داخل نہ ہوتا۔ اے میرے بھائیو! جنت ایک سیپ کی طرح ہے، جس میں محبوب کی رضا مندی کا موتی موجود ہے۔

حضرت محمد بن فضیل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "مجھے اس بات سے حیرانی ہوتی تھی کہ لوگ اس دنیا میں اس کے گھر کی تلاش کیوں کرتے ہیں۔ وہ اس کا جلوہ اپنے دلوں میں کیوں نہیں دیکھتے؟ اگر وہ پتھر، یعنی حجرِ اسود جس پر وہ سال میں ایک بار نظر ڈالتا ہے، اور اس کی زیارت ضروری ہو جاتی ہے۔ تو پھر اس دل کا کیا کہنا جس پر وہ سال میں ۳۶۵ بار نظر ڈالتا ہے۔ کیا اس دل کی زیارت کو ترجیح حاصل نہیں؟ لیکن ہم جیسے بد نصیبوں پر افسوس ہوتا ہے کہ ہمیں دونوں کی زیارت حاصل نہیں" نہ گھر کی نہ دل کی"۔

اپنے دل کے ایک جان لیوا مرض سے خبردار رہیئے۔ ہر وقت

Marfat.com

اپنی عبادت پر گھمنڈ کرنا۔ اگر آپ یہ کرتے ہیں تو اپنی عبادت کو بُت پرستی سمجھیں۔ اور خود کو فرعون اور نمرُود سمجھیں۔ اور اپنے دعوے سے کبھی باز رہیئے۔ کیونکہ جب کوئی بارگاہِ الٰہی میں پہنچتا ہے تو اس کے تمام دعوے ختم ہو جاتے ہیں، اس کی تمام جمع پُونجی کو پھینک دیا جاتا ہے۔ اگر وہ اچھا مقرر ہے تو (اس وقت) وہ گونگا ہو جائے گا، اگر وہ عالم ہے تو جاہل بن جائے گا، کیونکہ جب آپ کی نگاہ اُس ذاتِ ذوالجلال کی عظمت پر پڑے گی، تو آپ کو باقی تمام چیزیں نیست و نابود نظر آئیں گی۔

جب آپ اس کی قدرت اور بادشاہت کو دیکھیں گے، تو باقی تمام چیزیں ہیچ ہو جائیں گی۔ بے شک ایسا کوئی نہیں جو اُس کی جملہ صفات کا احاطہ کر سکے، یا اس کی ارفع و اعلیٰ شان کو سمجھ سکے۔ مجھے بتائیے کہ اگر حج حاجیوں کے لئے ہے تو پھر آپ اس کے بارے میں مزید جاننے کے لئے مطمئن کیوں ہیں؛ یہ آپ تو نہیں ہیں جو حرم میں یا منیٰ میں یا عرفات میں موجود ہیں، تو پھر آج کی باتوں کے لئے ایسی تڑپ اور اتنا اشتیاق کیوں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر مومن اللہ کی راہ کا سالک ہے اور اُس کی منزل وہی ہے جو باقی سب کی ہے۔

جب ایک حاجی حج کے لئے جاتا ہے تو وہ ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی اپنے معشوق کی گلی میں جا رہا ہو۔ ایک محبّت اور امید ول

Marfat.com

بھرے دل کے ساتھ، اگرچہ اس کا مقصد کم از کم اپنے محبوب کا جلوہ ہی دیکھنا ہو۔ وہ اس مقصد کے حصول کے لئے نرم وشیریں الفاظ اور جذبات سے بھرے دل کے ساتھ جاتا ہے، تاکہ وہ اپنے دل کی کیفیت اُسے بتا سکے۔ وہ ہر قسم کے تحائف بھی لے جاتا ہے تاکہ وہ اُسے اپنا جذبہ ایثار دکھا سکے۔ اور اس موقع پر اس کا چہرہ خوشی اور جذبہ شوق سے چمکتا ہوگا۔ اس کے تمام دوست جن کو معلوم ہے کہ وہ کہاں جا رہا ہے، اس کے لئے خوش ہوں گے اور محبوب سے ملاقات کی باتیں سُننے کے مُشتاق ہوں گے۔

بالکل یہی مثال ایک حاجی کی ہے جو حج کے ارادے سے جا رہا ہو، اس کے تمام دوست احباب اس کی واپسی کے بے تابی سے منتظر رہتے ہیں۔ وہ اس کے لئے دُعاگو بھی ہوں گے کہ وہ جن سے ملنے جا رہا ہے، اس سے ملاقات ہو اور وہ اس ملاقات کے تجربات کے بارے میں بھی زیادہ سے زیادہ جاننا چاہیں گے۔ اس کی یہ وجہ ہے کہ اُن کا اپنا محبوب بھی وہی ہے اور اُن کے محبوب کی گلی بھی ایک ہی ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ وہ جامِ عشق ومستی جو اُس حاجی نے پیا ہے، اُسے دوسرے بھی چکھیں اور اس کے حصہ دار بنیں۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ کیف وسرور کی ہر بات دوسرے سُننے والوں میں بھی وہی کیف وسرور پیدا کرتی ہے۔

Marfat.com

یہی وجہ ہے کہ ہر ایک حاجیوں کی واپسی کا بے تابی سے منتظر رہتا ہے۔ایک سچا مومن ہر وقت حالتِ حج میں ہوتا ہے۔اس کے لئے حج صرف پانچ دس دن یا پندرہ بیس دن تک محدود نہیں۔ جب وہ منیٰ یا حرم شریف میں تھا۔

حج کے معنی یہ ہیں کہ آپ ہر وقت احرام میں ہوں اور تمام گناہ آپ پر مکمل طور سے حرام ہیں۔جب ایک مومن اپنے دُنیاوی لباس کو اُتارتا ہے اور سفید رنگ کے دو سادہ ٹکڑے اپنے تن پر ڈالتا ہے، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ سچ مچ خود غرضی، چھوٹی باتوں پر حسد اور معمولاتِ زندگی کے فکروں سے چھٹکارا حاصل کر رہا ہے۔ اور خود کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے وقف کر رہا ہے۔

وہ اپنے گناہوں پر نادم ہے۔اور اللہ سے بخشش کا طلبگار ہے۔یہ احرام اُسے سادگی اور پاکیزگیٔ دل بھی عطا کرتا ہے۔یہ اُسے یہ بھی یاد دلاتا ہے کہ چاہے کوئی امیر ہو یا غریب، کالا ہو یا سفید، مشہور ہو یا گمنام، اللہ کے آگے سب برابر ہیں۔جو چیز اُن میں فرق کرتی ہے وہ ان کا تقویٰ ہے۔سفید کپڑے کے وہ دو ٹکڑے کفن کی بھی یاد دلاتے ہیں، تاکہ موت کا خیال بھی ہر وقت ساتھ رہے۔

مومن کا احرام کبھی اس کے تن سے نہیں اُترتا، اس کی عام زندگی

Marfat.com

میں بھی، یعنی وہ اپنی پوری زندگی میں خود کو تمام گناہوں سے بچائے رکھتا ہے ۔ اُن تمام اعمال سے جو اس کے محبوب کو پسند نہ ہوں جب ایک حاجی اپنی منزل پر پہنچتا ہے، اپنے راز و تسلیم کے لباس یعنی اپنا احرام پہن لیتا ہے تو وہ تلبیہ پڑھنا شروع کرتا ہے ۔

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ

میں حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں (ہاں) میں حاضر ہوں

لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ

آپ کا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں بیشک ساری تعریفیں

وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ

اور ساری نعمتیں آپ ہی کیلئے ہیں اور بادشاہی بھی آپ کا کوئی شریک نہیں ۔

یہ دعا بار بار کہی جاتی ہے ۔ یہ الفاظ تسلیم کے الفاظ ہیں اللہ کے آگے کامل تسلیم کے ۔ مومن کا دل ان الفاظ کو اپنی پوری زندگی میں ایک لمحے کے لئے بھی فراموش نہیں کرتا ۔ وہ ہر وقت اپنے رب کے سامنے حاضر رہتا ہے ۔ اس کی زبان اس کی رب کی حمد کرتے نہیں تھکتی ۔ اور ان الفاظ کا نور اس کی دنیا کو منوّر کئے رکھتا ہے ۔

طوافِ کعبہ یعنی کعبہ کے گرد سات چکر لگانا، آپ کو سکھاتا ہے کہ آپ کی زندگی کس طرح اپنے رب کے گرد گھومنی چاہیئے، رسُول

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا کے مطابق: "اے ہمارے رب ہمیں بھلائی دے اس دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور ہمیں دوزخ کی آگ سے بچائیے"۔ یعنی اس دنیا میں نیک اعمال کی خواہش ہو اور اس دنیا اور ابدی زندگی کے لئے آپ کو اچھے انجام کی طلب کرنی چاہیئے۔

سعی یعنی صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان دوڑ لگانا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ بی بی حاجرہؓ کی زبردست کوشش اور اللہ پر ان کے کامل ایمان کی یاد تازہ کرتی ہے۔ کیا ایک مومن کا طریقہ ایسا ہی نہیں ہونا چاہیئے؟ بی بی حاجرہ نے جو چار (4000) ہزار سال پہلے کر کے دکھایا۔ وہ یہ ہے کہ طلب اور ضرورت کے وقت ہمیشہ اللہ کی طرف دوڑو۔ بھلا اللہ کے سوا کوئی بہتر حاجت روا ہو سکتا ہے؟

حج کا خاص وقت 9۔ ذی الحجہ ہے۔ یعنی یوم عرفا، عرفات میں قیام قیامت کے دن کے مشابہ ہے۔ جب ہر ایک اللہ کے آگے عدل کے لئے کھڑا ہوگا، پورے حج کے دوران یہی وہ وقت ہے جب حاجی نہایت عاجزی اور خوف کے عالم میں کھڑے ہوتے ہیں، امید اور توقعات کے ساتھ، توبہ اور پشیمانی کے ساتھ۔ ان کیفیات کو فراموش نہیں کرنا چاہیئے، چاہے مومن اپنی دنیاوی زندگی میں ہو۔

وہ بھلا اپنے اللہ کے عاجز ترین غلام کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے؟ اس کی تمام زندگی کو بھی اس پیغام کے گرد، چکر لگانا چاہیئے،

Marfat.com

جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبۂ حجۃ الوداع میں ارشاد فرمایا تھا۔ یعنی کسی عرب کو کسی عجم پر برتری حاصل نہیں اور کوئی عجم کسی عرب پر برتر نہیں۔ کوئی کالا کسی گورے سے اعلیٰ نہیں اور کوئی گورا کسی کالے سے اعلیٰ نہیں۔ سوائے تقویٰ یعنی خوفِ خدا کے جو اس کا معیار ہے۔ آپ میں سے سب سے زیادہ معتبر وہ ہے، جس کو اللہ کا گہرا احساس ہے۔

سارے مومن آپس میں بھائی ہیں اور آپ کو آپس میں امن و چین سے رہنا چاہیئے۔ ہر ایک کو اپنے پڑوسی کے حقوق اور املاک کا احترام کرنا چاہیئے۔ آپ میں ایک دوسرے کے خلاف کوئی مخالفت یا دشمنی نہیں ہونی چاہیے۔

آپ کو اپنے گھر والوں کی دل و جان سے دیکھ بھال کرنی چاہیئے۔ سود خوری پر پابندی ہے۔ یعنی قرض اس طرح سے دینا کہ قرض دار کو لی ہوئی رقم سے بہت زیادہ ادا کرنے پر مجبور کیا جائے۔ میں اپنے پیچھے دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ قرآن اور سنّت۔ اگر آپ اس کی پیروی کریں گے تو آپ سیدھے راستے سے نہیں بھٹکیں گے۔ اللہ کی عبادت کریں اور نماز پر استقامت سے قائم رہیں۔ رمضان کے روزے رکھیں اور کم خوش نصیبوں کو خیرات دیا کریں۔ حج کا ایک اور سنگِ میل مزدلفہ ہے۔ جہاں حاجی رات بھر قیام کرتے ہیں۔ اس کا سبق بھی منیٰ اور عرفات جیسا ہی ہے۔

Marfat.com

یقیناً چھوٹے خیموں میں یا آسمان تلے اُن کا بڑی سادگی میں ٹھہرنا اُن کو بے گھروں اور محتاجوں کی یاد دلاتے ہیں۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی بھی شخص انتہائی سادہ زندگی بسر کر سکتا ہے۔ دنیاوی آن بان کے بغیر۔ یہ طریقہ دراصل اللہ کے قریب تر ہے۔ مزدلفہ کے بعد رمی کی باری آتی ہے۔ یعنی منیٰ میں شیطان پر کنکریاں برسانا۔

یہ اُس واقعہ کی یاد دلاتا ہے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو قربانی کے لئے لے جا رہے تھے۔ جب آپ علیہ السلام منیٰ نامی جگہ پر پہنچے تو شیطان وہاں پہنچا اور آپ کو باز رہنے کی کوشش کی۔ اللہ کے خلیل علیہ السلام نے چند چھوٹے پتھر اُٹھا کر شیطان کی طرف پھینکے۔ ننھے اسماعیل اور اُن کی والدہ نے بھی ایسا ہی کیا۔ تو پھر ایک مومن کیوں نہ ان تمام ترغیبات پر پتھر پھینکے جو اُسے غلط کاموں پر اُکساتی ہیں۔ ہر ایک کو اپنے شیطان کا مقابلہ کرنے کی جُرأت ہونی چاہیئے۔ اور اُس کو بھگانے کے لئے اس پر پتھر پھینکنے چاہئیں۔

اللہ سے ہر وقت امن اور راہنمائی طلب کریں۔ ۱۰ ذی الحجہ وہ دن ہے جس میں حج کے اہم ارکان پورے ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی اللہ کو اس قدر پسند آئی کہ اس نے مومنوں کو حکم دیا کہ وہ اس دن کو عید الضحیٰ کے طور پر منائیں۔ یہ مومنین کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس آمادگی کی یاد دلاتی ہے جو انہوں نے اپنے نہایت ہی پیارے

Marfat.com

بیٹے کی قربانی کے لئے ظاہر کی تھی ۔ یہ اللہ کے حکم کی تعمیل کے لئے ایک نبی کی آمادگی تھی ۔ یہ بے لوثی اور کامل تسلیم کا سبق سکھاتی ہے ۔

مومنین کو بھی چاہیئے کہ وہ اللہ کے لئے اپنے مال و متاع قربان کرنے کے لئے تیار رہیں ۔ اس کے بارے میں قرآن میں ارشاد ہے: اُن کا گوشت اور خون اللہ تک نہیں پہنچتا ۔ یہ آپ کی پاکیزگی ہے، جو اس تک پہنچتی ہے ۔ (سورۃ حج: ۳۷ - ۲۲)

یہ ہے وہ طریقہ جس سے عبادت کا ایک خوبصورت عمل ایک انسان کی پوری زندگی کو تبدیل کر سکتا ہے ۔ اس کے خیال اور فکر کو بدل سکتا ہے ۔ ضرورت صرف اس کی ہے کہ وہ اپنی ہر عبادت کی رُوح کو سمجھنے کی کوشش کرے ۔ اپنی ہر حرکت کی وجہ کو اور پھر اس رُوح کو اپنی زندگی میں ڈھالے ۔ حج مقبول کے معنی ہیں ایک شخص کے تمام گناہوں کی مکمل صفائی اور اس کا اتنا پاک ہونا جیسے ایک نوزائیدہ بچّہ ۔

اُمّتِ محمدی میں ہونے کا یہ ایک بہت بڑا انعام ہے ۔ لیکن مجھے بتائیے کہ آپ کے اطراف کتنے ایسے لوگ ہیں جو اس عبادت کو صحیح طریقے سے ادا کرتے ہیں ؛ لوگ عام طور پر یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ اُن کا حج مقبول ہوا ہے کہ نہیں ۔ اس کی سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ آپ کی زندگی بہتری کی طرف تبدیل ہو جائے اور آپ کا دل نرم اور نازک تر ہو جائے ۔

Marfat.com

آپ دانستہ یا نادانستہ حج کے اسباق کو اپنی زندگی میں رائج کرنے کی کوشش کرتے ہیں، یہ ایک مقبول حج کی نشانی ہے۔ ایسا حج جو لوگوں کو یہ بتانے کے لئے کیا جائے کہ آپ اب حاجی ہیں، یا اس کو کھیل وتفریح سمجھتے ہوئے کرے۔ اپنے اعمال کے بوجھ کو ہلکا کئے بغیر یا اس عبادت کی روح کو سمجھے بغیر۔ یہ وقت پیسہ اور محنت کے ضائع کرنے جیسا ہے، جس کے بدلے میں کچھ نہ ملے۔

ایک سچے حاجی کا ہر عمل اللہ کے اُس فرمان کے مطابق ہے جس میں ارشاد ہوا "بے شک میری عبادتیں میری قربانی، میری موت وحیات سب اللہ کے لئے ہیں، رب العالمین کے لئے۔"

(سورۃ الانعام: ۱۶۲ : ۶)

اے اُمّتِ محمدی! ابلیس اب بڑی جلدی میں ہے۔ ہر طرف تباہی مچانے میں۔ وقت کی ڈوری لوٹ چکی ہے۔ اور عرفات میں عَلَم الفتح لہرایا جاچکا ہے۔ ہے کوئی ایسا جو ہونی کو روک سکے۔ اور جی ہاں ہونے والا بہت جلد ہو کر رہے گا۔ اُن اسباق سے سیکھیں جو آپ کے اللہ اور اُس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ کو سکھائے ہیں۔ اور ابھی تک سکھا رہے ہیں۔ آپ سب کو حج مبارک ہو۔

آئیے! نہایت مہربان کے آگے اپنے ہاتھ دُعا کے لئے اُٹھائیں

Marfat.com

کہ : اے اللہ کریم! تمام تعریفیں آپ کے لئے ہیں۔ اے رحیم، اے غفور، اے پروردگار! اور لاکھوں، کروڑوں، اربوں، کھربوں، درود و سلام آپ کے محبوب رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔

اے اللہ کریم! ہمیں وہ اسباق سکھنے دیں جو اسلام ہر ایک کو سکھاتا ہے۔ ہمیں حق کا مشاہدہ کرنے کی توفیق عطا کیجئے جب تک کہ ہماری آنکھیں دیکھ سکتی ہیں۔ ہمیں سچ سُننے کی توفیق دیں جب تک کہ ہمارے کان سُن سکتے ہیں۔ جب تک کہ ہماری زبانیں بولتی ہیں۔ ہمیں توحید اور وحدانیت کا کلمہ پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس خاکی جسم کے فنا ہونے سے پہلے ہمیں اللہ کی عبادت کی توفیق عطا کر دیجئے۔ کھڑے ہوئے، رکوع میں اور سجدے میں ہمیں نیک اور اچھے کام کی توفیق عطا کر دیجئے تاکہ ہم نجات پاسکیں۔

اے اللہ کریم! ہمیں لذتِ ایمان اور اسلام عطا کیجئے، رزقِ حلال عطا کیجئے اور حلال کمائی سے غریبوں اور محتاجوں کی مدد کرنے کی توفیق عطا کیجئے، اللہ کی رضا کے لئے۔

اے اللہ کریم! ہماری زندگیوں کو جھوٹ، ریاکاری، جھوٹی گواہی، جھوٹی قسم، لاپرواہی، تحقیر اور بے شرمی سے بچائیے۔ تاکہ ہم آپ کے بندے ہونے کے لائق بن سکیں اور آپ کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہونے کے لائق ہوں۔ ہماری زندگیوں کو

Marfat.com

لاپرواہی اور نظراندازی سے بچا دیجئے۔

اے اللہ کریم! ہمیں ایمان کی زندگی اور ایمان کے ساتھ موت نصیب فرما دیجئے۔ ہمیں اُن نیک بازوں میں شامل فرمائیے، جو اس حج مبارک میں آپ کی عبادت کرتے ہیں اور آپ کی رحمت حاصل کرتے ہیں۔ ہماری تمنّا آپ کو راضی کرنا ہے۔ اپنی رضا کے مطابق عمل کرنے میں ہماری مدد فرما دیجئے، ہم آپ کو اس طرح یاد کرنے میں ناکام رہے ہیں جس طرح کہ آپ کو یاد کرنے کا حق ہے۔ ہماری اس کوتاہی کے باوجود ہمیں قبول فرما لیجئے۔

اے اللہ کریم! یہ ناممکن ہے کہ ہم اُن بے حساب لطف و کرم کے لئے آپ کا شکر ادا کریں جو آپ نے ہمیں بخشی ہیں ہم تو اُن نعمتوں کو شمار کرنے سے قاصر ہیں جو آپ نے ہمیں عطا کی ہیں۔ ہمیں دن رات آسانی اور پریشانی میں اپنا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا کیجئے۔

اے اللہ کریم! ہمیں سیدھی راہ اور راہِ اسلام پر چلنے کی توفیق عطا کیجئے۔ ہم گناہگار ہیں لیکن آپ کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہیں۔ اپنی رحمت سے ہمیں محروم نہ کیجئے۔ ہم آپ کے دربار میں بخشش کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ ہمیں خالی ہاتھ نہ لوٹائیے ہمیں صحت اور ایمان کی دولت عطا کیجئے۔

اے اللہ کریم! ہمیں اپنی بے پایاں رحمت سے نواز دیجئے۔ غرور، تکبّر اور ریاکاری سے نجات دیجئے۔

اے اللہ کریم! ہمیں اپنی بخشش کی خوشی عطا کیجئے۔ دل کی گہرائی سے دُعا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوحِ مقدس ہم سے راضی رہے۔

آمین!

Marfat.com

۲۶ نومبر ۲۰۱۰ء (۱۴۴)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو عظیم ترین اور زبردست طاقت والا ہے۔ جس کے پاس کامل علم اور کامل حکمت ہے، اور جس کے پاس تمام خزانوں کی چابیاں ہیں۔

درود و سلام اُن پر جو بے انتہا معصوم ہے اور جن کا دل بے حد نرم ہے۔ جو انبیاء میں سب سے اوّل اور سب سے آخر بھی ہیں اور جو اللہ کے تمام خزانوں کی چابیوں کے امین ہیں۔

سلام، رحمت اور برکتیں آپ سب کے لئے اور آپ کے پیاروں کے لئے۔ سلامتی ہو اُن تمام خوبصورت دلوں کے لئے جو اپنے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نُور حاصل کرتے ہیں اور اُسے اپنے اطراف تقسیم کرتے ہیں۔

یہ کون لوگ ہیں، جنہیں اللہ نے صالحین قرار دیا ہے؟ اُردو لُغت (ڈکشنری) کے مطابق لفظ "صالحین" کے معنی "نیک اور پرہیزگار" ہیں۔ یعنی وہ جو پاک باز اور پرہیز کرنے والے ہیں۔ اس دنیا کی آلودگی

Marfat.com

سے پرہیز کرنے والے ہیں۔ اس دنیا کے جلوے مقناطیس کی طرح ہیں۔ ایسا مقناطیس جو دن بہ دن زیادہ طاقت ور ہوتا جا رہا ہے۔ اس مقناطیس کی قوت دلوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اور جب دل اس سے چپک جاتے ہیں تو وہ سڑنا شروع کرتے ہیں۔

مگر کچھ دل ایسے ہیں جو اس مقناطیس سے متاثر نہیں ہوتے۔ چاہے مقناطیس کی قوت کتنی ہی کیوں نہ ہو، وہ ان دلوں کو اپنی جانب کھینچ نہیں سکتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صالح دل کسی بھی دنیاوی مقناطیس سے زیادہ طاقت ور ہوتے ہیں۔ اُن کے پاس اللہ کی قوت ہوتی ہے۔ اور اس طاقت اور قوت کے آگے کون ٹھہر سکتا ہے؛

صالحین اللہ کے وہ دوست ہیں جو اپنے اطراف ہونے والے واقعات سے کسی بھی صورت متاثر نہیں ہوتے۔ اُن کی قوت وشجاعت چٹان کی مانند مضبوط ہے۔ تاہم ان کے دل اتنے نرم ہیں جتنے کہ بچّے کا دل۔ وہ دوسروں کے درد کو اپنے درد کی طرح محسوس کرتے ہیں، اور وہ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھتے جب تک متاثرہ شخص کی مدد نہیں کرتے۔ قرآن میں ارشاد ہے:

"جو نیک عمل کرتا ہے، پس وہ اپنے بھلے کے لئے کرتا ہے اور جو بُرا کرتا ہے تو اس کا وبال اُسی پر ہوگا۔

(سورۃ الجاثیہ)

"بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے
تو ہم نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے"
(سورۃ کہف: ۳۰)

"اور جو اطاعت کرتے ہیں اللہ کی اور اس کے
رسول کی تو وہ اُن لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ
تعالیٰ نے انعام فرمایا، یعنی انبیاء اور صدیقین اور
شہدا اور صالحین، اور کیا ہی اچھے ہیں یہ ساتھی"
(سورۃ النساء: ۶۹)

امام رازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں صالحین وہ ہیں جن کے عقائد اور اعمال صالح ہیں۔ اور ان اعمالِ صالح کے لئے بڑے انعامات ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ کوئی صالح رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت اور اپنے اللہ کے دیدار سے بڑھ کر کوئی دوسرا انعام چاہے گا؟

یہ آپ کے اللہ کا وعدہ ہے وہ جو اللہ کے لئے اس دُنیا کی ترغیبات کو چھوڑتے ہیں، جو اللہ کی رضا کے لئے نیک عمل کرتے ہیں۔ اور بُرے اعمال سے بچتے ہیں، جو جہاد کی راہ کی طرف آتے ہیں۔ جو غریبوں کی مدد کرتے ہیں۔ جو اپنے دلوں کو تقویٰ اور یادِ الٰہی سے سجاتے ہیں۔ وہ یقیناً صالحین میں شامل کئے جاتے ہیں۔ اور اُن کے ہاتھ رسول

Marfat.com

پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے رب کے ہاتھوں میں ہوں گے۔ اس دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

آپ میں سے اکثر کو یہ خیال آتا ہو گا کہ یہ سب کتنا مشکل ہو سکتا ہے؛ میں بھی تو نماز پڑھتا ہوں غریبوں کو خیرات دیتا ہوں برائیوں سے پرہیز کرتا ہوں تو کیا مجھے بھی خود کو پارساؤں میں شامل کرنا چاہیئے۔ آپ کو جاننا چاہیئے کہ فقط دن میں ایک آدھ عمل کر کے خود کو پارسا قرار دینا تقویٰ اور پرہیز گاری نہیں ہے۔ ایک صالح شخص کا ہر لمحہ، ہر لحظہ اور ہر گھڑی اپنے رب کے آگے سرِ تسلیم خم کئے رہتا ہے۔ اس کا ہر عمل اللہ کی رضا کے لئے ہے۔

وہ ہر دم عالمِ خوف میں رہتا ہے، اپنے اعمال کے اخلاص کا خوف، اس بات کا خوف کہ آیا وہ جو کچھ کر رہا ہے، وہ اللہ کے لئے قابلِ قبول ہے۔ اس کا خوف کہ روزِ جزا جب وہ اپنا اعمال نامہ کھولے گا تو ایسا تو نہیں کہ اسے اپنے نیک اعمال کہیں نظر نہ آئیں۔ یا یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اس کے ایک بُرے عمل کی وجہ سے اس کے تمام اچھے اعمال مٹا دیئے گئے ہوں۔

ایک مومن ہر وقت عالمِ خوف میں رہتا ہے۔ وہ کبھی بھی اپنے نیک اعمال کو کافی نہیں سمجھتا۔ وہ کبھی بھی اپنی نیکیوں کو حتمی نہیں سمجھتا۔ کیوں کہ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ تو بس اللہ کی رحمت اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہو گی جو اُسے راہِ نجات دلائے گی۔

Marfat.com

ورنہ اُس کے اپنے اعمال تو کسی چیز کے ضامن نہیں۔

صالحین کا لباس اُن کا تقویٰ ہے۔ حزن و رنج اُن کی غذا ہے، ذکرِ الٰہی اُن کی سانس ہے اور نماز اُن کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ وہ اپنے نیک اعمال پہ کبھی فخر نہیں کرتے اور کوئی بھی نیک عمل کرنے میں ایک لمحہ بھی توقف نہیں کرتے، جس کا مطلب ہے کہ وہ اپنے اللہ کو راضی کرنے کا کوئی بھی موقع ضائع نہیں ہونے دیتے۔

وہ اپنے وقت کو، اپنے مال کو، اپنی آل کو اور خود اپنی زندگی کو اللہ کی امانت سمجھتے ہیں۔ اور یقیناً وہ اُن لوگوں میں سے نہیں ہیں جو" امانت میں خیانت" کرتے ہیں۔ وہ گناہوں کو بخوبی جانتے ہیں۔ اور حق و باطل میں فرق کرنا جانتے ہیں۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ حق کی حمایت کس طرح کی جائے اور باطل سے کیسے لڑا جائے۔ ہمت اور حق گوئی اُن کے زیور ہیں۔ اور دنیا میں کوئی چیز انہیں ڈرا نہیں سکتی۔ صالحین اپنے اللہ کے لئے جیتے اور اپنے اللہ کے لئے مرتے ہیں۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

Marfat.com

ہمسایۂ جبریلؑ امیں بندۂ خاکی
ہے اس کا نشیمن نہ بخارا نہ بدخشاں
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

یہ اللہ کا وعدہ ہے کہ یہ نیکوکار، یہ پرہیزگار اور یہ صالحین اللہ سے نسبت رکھتے ہیں اور محشر والے دن انہیں اُن کے نوری چہروں سے پہچانا جائے گا۔ ان کے پورے جسموں سے نور پھوٹ رہا ہوگا۔ اور اُن کے چہروں پر مکمل سکون و انبساط عیاں ہوگی۔ تو بھلا ایسا کیوں نہ ہو؟ کیا یہ وہی لوگ نہیں جو دنیا میں اپنے چہرے اشکوں سے دھوتے تھے۔ اور جن کے دل بھی ان کی جبینوں کے ساتھ سجدہ ریز ہوتے تھے۔

اور جنہوں نے اپنی زندگیاں اپنے رسولِ مکرم، امام صالحین، سیدالابرار، نورالہدیٰ، سراج السالکین، شمس العارفین، حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کے مطابق گزاری ہے۔ یقیناً ان کے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ ایک کامل رہبر ہے، پاکیزگی اور تقویٰ کی عظیم مثال۔

آپؐ کا نورِ ہدایت اس قدر شدید تھا کہ جو کوئی بھی آپؐ کے نزدیک آتا، وہ بھی ایک ستارے کی طرح چمکنے لگ جاتا اور بھلا آپؐ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے چار یاروں کے نور کو کون بھلا سکتا ہے۔ یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضؓ، حضرت عمر فاروق رضؓ، حضرت عثمان غنی رضؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) کو جو نہ فقط آپ کے یار تھے بلکہ دینِ اسلام کے مضبوط ستون بھی تھے۔ ان چاروں میں سے ہر ایک پاکیزگی، جرأت، سچائی اور وفاداری کی ایک درخشندہ مثال تھے۔

ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ
ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی
ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبیؐ
کچھ فرق نہیں اِن چاروں میں

ان چاروں میں سے ایک کو الفاروق کہا جاتا ہے۔ یعنی وہ جو صحیح اور غلط میں، حق اور باطل میں، سچ اور جھوٹ میں، نور اور ظلمت میں، یعنی توحید اور کفر میں فرق کر سکتے ہوں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جن کی کنیت ابوحفص اور لقب الفاروق تھا، کا تعلق آپ کے اجداد عدی کے ایک نہایت ممتاز گھرانے سے تھا جنہیں دو عرب گروہوں کے درمیان تنازعہ کی صورت میں منصف مقرر کیا جاتا تھا۔ اور کسی غیر ملک کے ساتھ کوئی جھگڑا پیدا ہوتا تو اس صورت میں بھی انہیں مذاکرات کے لئے مقرر کیا جاتا تھا۔ یہ دونوں اعزازات عدی قبیلے کو صدیوں سے حاصل تھے۔

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے ۴۰ سال پہلے پیدا ہوئے اور آپؓ فن شجرہ سپاہ گری کشتی اور فن کتابت میں اچھی مہارت رکھتے تھے۔ آپؓ نے ان چند لوگوں میں شامل تھے جو زمانہ جہالیت میں پڑھے لکھے مانے جاتے تھے، جوانی کے ایام میں آپ نے تجارت کا پیشہ اختیار کیا تھا۔ جس کے لئے آپ کو دور دراز علاقوں میں جانا پڑتا تھا۔ جس کے باعث آپ کو ہمت و شجاعت اور گہری سوجھ بوجھ حاصل ہوئی۔ یہی وجہ تھی کہ قریش نے کسی غیر ملک یا قوم کے ساتھ تنازعہ کی صورت میں ہمیشہ آپ کو مذاکرات کار کے طور پر مقرر کیا تھا۔

حضرت عمرؓ ستائیں برس کے تھے جب نورِ اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے پھوٹنا شروع ہوا۔ یہ پیغام نوجوان عمرؓ کے لئے نہایت اجنبی تھا۔ اور وہ اس پیغام کے سخت مخالف بن گئے۔ وہ ہر اس شخص کے جانی دشمن بن جاتے تھے جو اسلام کو قبول کرتا تھا اور اس کی مثال ان کی کنیز بسمہ تھی جسے انہوں نے بہت مارا، جب انہیں پتہ چلا کہ اُس نے بھی اسلام قبول کیا۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ قریش میں قوی مرد دو تھے۔ یعنی ابوجہل اور عمر، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانی دشمن تھے۔ روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ربّ ذوالجلال سے دُعا مانگی کہ دونوں

میں سے ایک کو دائرۂ اسلام میں آنے کی توفیق دے۔ اللہ تعالیٰ نے تو پہلے سے ہی یہ اعزاز عمر کے نام لکھ دیا تھا۔ جس کی وجہ سے ایک واقعے نے ان کی پوری زندگی بدل ڈالی۔

جب انہوں نے دیکھا کہ مسلمانوں پر اُن کے ظلم و تشدد کے باوجود کوئی ایک مسلمان بھی اللہ کی راہ سے نہیں ہٹتا۔ تو انہیں بے حد طیش آیا۔ اور غُصّے کے اسی عالم میں انہوں نے (نعوذ باللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا۔

اتفاق سے راستے میں انہیں نعیم بن عبداللہ ملے، جنہوں نے ان کے غصے کی کیفیت کو دیکھتے ہوئے اُن سے پوچھا "کیا بات ہے عمر، آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے"؟ عمر نے غصے کے عالم میں اپنے ارادے کا اظہار کر دیا۔ اس پر نعیم بولے: "وہاں جانے سے پہلے آپ کو اپنے عزیزوں کی فکر کرنی چاہیئے۔ آپ کی بہن اور بہنوئی نے تو اسلام قبول کر لیا ہے"۔

یہ سن کر عمر کی آنکھوں میں خُون اُتر آیا، وہ اپنی بہن کے گھر کی طرف دوڑے۔ اس وقت ان کی بہن قرآن شریف کی تلاوت کر رہی تھی۔ اپنے بھائی کو آتا دیکھ کر انہوں نے قرآن شریف کو چھُپا لیا۔ مگر عمر تو پہلے ہی اپنی بہن کو پڑھتا سُن چکے تھے۔ اور اُن سے پوچھا "یہ کس قسم کی آواز میں سُن رہا تھا"؟ "کچھ نہیں"۔ بہن نے جواب دیا۔ لیکن

Marfat.com

عمر نے کہا: "میں نے سنا ہے کہ تم دونوں نے اپنا دین چھوڑا ہے؟"

اور یہ کہتے ہوئے انہوں نے سختی سے اپنے بہنوئی کو دبوچ لیا۔

اُن کی بہن نے بیچ بچاؤ کی کوشش کی لیکن انہوں نے اپنی بہن کو اتنی شدت سے مارا کہ ان کے جسم سے خون بہنے لگا لیکن وہ تو عمر کی بہن تھیں۔ بڑی دلیری سے کہنے لگیں "اے عمر! آپ کو جو کرنا ہے کر ڈالیں لیکن یہ یاد رکھیئے کہ ہم اسلام قبول کر چکے ہیں، اور اس سے کبھی پیچھے نہیں ہٹیں گے"۔

ان الفاظ نے جادو کا اثر دکھایا۔ انہوں نے اپنی بہن پر نظر ڈالی، جو اس وقت خون سے تر بہ تر تھیں۔ یہ منظر دیکھ کر عمر نے کہا: "اچھا تو پھر مجھے سناؤ جو کچھ تم پڑھ رہی تھیں"۔ اُن کی بہن فاطمہ نے وہ اوراق لاکے اُن کے آگے رکھ دیئے۔ سورۃ الحدید آیت نمبر-۱- میں لکھا تھا: "جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، وہ اپنے رب کی پاکی اور عظمت بولتا ہے اور (کیونکہ) وہی عزت وجلال اور حکمت والا ہے"۔

یہ الفاظ عمر کے دل میں پیوست ہو گئے اور لمحوں میں ان کے دل پر لگے کفر کے زنگ صاف ہو گئے، جیسے ہی انہوں نے آگے پڑھا کہ "اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ"۔ (سورۃ الحدید: ۷)۔ تو وہ بے اختیار پکار اٹھے: اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد الرسول الله ﷺ: میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔

یہ وہ وقت تھا جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارقم کے گھر میں موجود تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلاش کرتے وہاں پہنچے اور دروازے پر دستک دی۔ جب صحابہ کرام نے ان کو تلوار سے مسلح حالت میں دیکھا تو وہ پریشان ہوئے۔ لیکن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''انہیں اندر آنے دیں، اگر یہ خلوصِ دل سے آئے ہیں، تو اچھا ہے۔ ورنہ میں انہیں اُن ہی کی تلوار سے قتل کر ڈالوں گا۔''

جب وہ گھر میں داخل ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود آگے بڑھ کر اُن کے جُبّہ کو پکڑ کر پوچھا: ''عمر! تم کس ارادے سے یہاں آئے ہو؟'' رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سُن کر وہ کانپ اُٹھے۔ اور عاجزی سے کہا: ''میں یہاں اسلام قبول کرنے آیا ہوں۔'' یہ سُن کر رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور وہاں موجود تمام مسلمانوں نے بے اختیار ''اللہ اکبر'' کا نعرہ بلند کیا اور اس نعرے کی گونج صفا و مروہ کی پہاڑیوں سے بھی سُنائی دی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کے اس عمل سے دینِ اسلام کو ایک نئی قوت حاصل ہوئی۔ اور وہ مسلمان جو اب تک چھُپ کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ اب اُن میں جراُت پیدا ہوئی اور کھل کر نماز پڑھنے لگے۔ یہی وہ وقت تھا کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ''فاروق'' لقب عطا کیا۔ کیوں کہ انہیں کی وجہ سے حق اور باطل میں امتیاز ہونے لگا تھا۔

Marfat.com

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مسلمان ہونا گویا اسلام کے لئے فتح تھی۔ اور آپ کا ہجرت کرنا اسلام کی نصرت تھی۔ اور آپ کا خلیفہ ہونا گویا رحمت تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے پہلے ہم خانہ کعبہ میں نماز نہیں پڑھ سکتے تھے مگر جب حضرت عمرؓ اسلام لائے تو مشرکوں سے لڑے، حتیٰ کہ انہوں نے ہمیں خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے دی۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ شخص تھے جن سے شیطان بھی ڈرتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "آسمان میں کوئی ایسا فرشتہ نہیں ہے جو عُمر (رضی اللہ عنہ) کی عزت نہ کرتا ہو اور زمین پر ایسا کوئی شیطان نہیں جو ان سے نہ ڈرتا ہو۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے محبوب دوست کے بارے میں مزید فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے تمام اہلِ عرفا پر عموماً اور (حضرت) عُمر (رضی اللہ عنہ) پر خصوصاً فخر کیا ہے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ صالح شخص تھے جن کی صفات سے سب آگاہ ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ "میں اس روحِ زمین پر عمر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی کو عزیز نہیں رکھتا۔" ابنِ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ ذہین اور سخی نہیں دیکھا۔" ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "جب آپ صالحین کے بارے

Marfat.com

میں بات کرتے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہ بھولئے، کیوں کہ وہ کتاب اللہ اور دینِ اسلام کو ہم سب سے زیادہ جانتے تھے۔"

اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے اور حضرت عمرؓ اللہ سے محبت کرتے یہ کئی طرح سے ظاہر تھا۔ ابنِ مردویہ مجاہد نے کہا کہ "جو راہ حضرت عمر کی ہوتی تھی، قرآن بھی اسی طرح نازل ہوتا تھا"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا "میں نے تین باتوں میں اپنے رب سے موافقت کی۔ ان میں ایک تو یہ کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر ہم مقامِ ابراہیم کو جائے نماز بنائیں تو کیا اچھا ہو" تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی "اور ابراہیم کی کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ"۔ (سورۃ البقرہ: ۱۲۵)

دوسری یہ کہ میں نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی ازواجِ مطہرات کے پاس نیک و بد آتے رہتے ہیں۔ اگر آپ ان کو پردے کا حکم دیں تو کیا ہی اچھا ہو" اس پر آیتِ حجاب نازل ہوئی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دُعا کی: اے اللہ! شراب کے بارے میں ہمیں کوئی حکم فرمائیں" تو اس پر شراب کی تحریم نازل ہوئی۔ اس کے علاوہ بدر کے روز قیدیوں کے قتل کا حکم کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی موافقت پر بھی آیت نازل کی۔

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہمت و شجاعت ان کا بہترین اثاثہ بھی تھیں۔ جنگِ بدر میں ان کو رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ راست ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔ شوال کے مہینے میں جنگِ اُحد لڑی گئی۔ جس میں ایک موقع ایسا آیا کہ کفار نے اچانک مسلمانوں پر اُس وقت حملہ کر دیا جب کچھ مجاہد مالِ غنیمت جمع کرنے میں مصروف تھے۔ اس سے جنگ کا نقشہ بدل گیا جس کے باعث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی زخمی ہوئے۔ جب لڑائی کی شدت میں کمی آئی تو حضورؐ اپنے تیس صحابہ کے ہمراہ پہاڑی کی چوٹی پر تشریف لے گئے۔ آپؐ نے خالد بن ولید (جو اُس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے)، کو دیکھا جو اُن کی طرف تیزی سے بڑھ رہے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوری طور پر چند مہاجر اور انصار کو جمع کیا اور حملہ کر کے اُن کو پسپا کر دیا۔ ابو سفیان (جو قریش کا کمانڈر تھا) نے نزدیک آکر بلند آواز میں پوچھا: "کیا آپ لوگوں میں محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) موجود ہیں؟" رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر ہلا کر جواب دینے سے منع کیا۔ ابو سفیان نے دوبارہ چلّا کر پوچھا "کیا ابو بکر اور عمر (رضی اللہ عنہم) آپ کے درمیان موجود ہیں؟" جب پھر کوئی جواب نہ آیا تو اُس نے کہا کہ: "یقیناً اُن کے تمام آدمی مارے گئے۔"

Marfat.com

لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے رہا نہ گیا اور جواب دیا "او اللہ کے دشمن! ہم سب یہاں ہیں" یہ سن کر ابو سفیان بولا "اعلیٰ ہُبل (جھوٹا خدا) اونچا ہے" اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ کہنے کے لئے فرمایا کہ "اللہ اعلیٰ و اجت" یعنی بے شک اللہ اعلیٰ اور قوت والا ہے" یہ ہیں اللہ کے شیر، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہ کس طرح وہ زندگی بھر رہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران بھی کچھ اہم لڑائیاں ہوئیں جن سے دشمن پر مسلمانوں کا غلبہ ثابت ہوا۔ قدسیہ کی لڑائی فصرہ کے شاہی خاندان کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوئی۔ اور اسلام کا پرچم ایران کی پوری سرزمین پر آن بان سے لہرایا۔

اسی طرح ۱۵ ہجری میں یرموک کی لڑائی کے بعد شام بھی فتح ہوا، جس میں قیصر روم اپنے بچے کچھے سپاہیوں کے ہمراہ قسطنطنیہ (ریاست کا نام اُردو میں) کی طرف فرار ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کمانڈروں نے ۱۶ ہجری میں فلسطین کے کئی علاقوں پر قبضہ کیا۔ اور بیت المقدس کا محاصرہ کیا۔ کچھ عرصے کے بعد اس مقدس شہر کے عیسائیوں نے خود ہی جنگ بندی پر آمادگی ظاہر کی اور خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ وہ آئیں اور اپنے ہاتھ سے معاہدہ تحریر فرمائیں۔

Marfat.com

اس طرح مسلمانوں کو بیت المقدس نہایت آسانی اور بڑی عزت کے ساتھ ہاتھ آیا۔ مسلمانوں نے اپنا پرچم ایک ایک کر کے مصر، آذربائیجان، نہاوند، ہمدان، مکران اور کئی دوسرے ملکوں میں لہرایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اللہ کے شیر نے اللہ کے پیغام کو دنیا کے بیشتر حصوں میں پھیلایا۔ لیکن ۲۳ ہجری میں حج کے فوراً بعد انہوں نے جان لیا کہ اس دُنیا میں اُن کا کام ختم ہو گیا ہے۔

ابو صالح لمثن رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ کعب اکبر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ''ایسا لگتا ہے کہ آپ عرب کے ہاتھوں شہید ہوں گے''۔ اس کے جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''یہ کیسے ممکن ہے کہ میں جزیرۂ عرب میں رہوں اور پھر بھی شہید کیا جاؤں''؟ روایت ہے کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دُعا مانگی کہ ''اے اللہ! مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا کر اور میری موت میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں ہو''۔ اور یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ اپنے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، اپنے دوست کی بات نہ سُنے؛ اس طرح اُن کی دونوں تمنائیں پوری کی گئیں''۔

ایک ایرانی غلام فیروز جس کی کنیت ''ابو لولو'' تھی اِس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اپنے مالک مغیرہ بن شعبہ کے خلاف شکایت کی کہ اُن کا سلوک اس کے ساتھ ظالمانہ ہے۔ لیکن شکایت

Marfat.com

بلا جواز ثابت ہوئی۔ اس لئے خلیفہ نے مسترد کر دی۔ اس سے غلام ناراض ہوا اور اس نے ایک دو دھاری خنجر خریدا اور اُسے زہر میں بجھا دیا۔

جب فجر کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد تشریف لائے۔ تو اسی غلام نے اچانک پیچھے سے آکر حملہ کیا۔ جس سے آپ کو چھ گہرے زخم لگے۔ وہ زخم اتنے جان لیوا تھے، کہ آپ جانبر نہ ہو سکے۔ اور پہلی محرم ۲۴ ہجری میں رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے بہترین دوست حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ اُن کو اُن کے محبوب دوست اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفنایا گیا۔

یہ ایک ایسے شخص کی سچی تصویر ہے جو صالحین، صادقین اور شہداء میں سے ایک تھے۔ آپؓ کی زندگی ہمت وشجاعت، ذہانت، اور سچائی، پاکیزگی اور تقویٰ اور سب سے بڑھ کر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت اور اللہ سے بے انتہا عقیدت کی مثال تھی یہی وجہ تھی کہ آپ کا ایک ایک لمحہ اسلام کے لئے گزرا۔ وہ لوگ جو اللہ کے دوستوں کی صفات اور صالحین کی صفات جاننا چاہتے ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر لکھی گئی کوئی بھی کتاب اُٹھا کر پڑھ لیں۔ یقیناً آپؓ کی مثال اس دنیا کو قیامت تک منوّر

Marfat.com

کرتی رہے گی۔

بھلا ایسا کون ہے جو اللہ کے مومنین اور صالحین کے بارے میں کہی گئی ان باتوں سے انکار کرسکتا ہے۔ اللہ کے ابوبکر صدیقؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ (رضی اللہ عنہم)۔ اور اُن سب کے بارے میں جنہوں نے عشق و محبّت کی اُسی آگ میں خود کو جلایا ہے۔ بے شک یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں اقبال نے کہا تھا:

جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان
فطرت کا سرورِ ازلی اُس کے شب و روز
آہنگ میں یکتا صفتِ سُورۃ الرحمٰن!
بنتے ہیں میری کارگاہِ فکر میں انجم!
لے اپنے مقدر کے ستارے کو تو پہچان

آئیے ہم سب مل کر اللہ سے دُعا کرتے ہیں: اے اللہ کریم تمام حمد و ثنا آپ کے لئے ہیں اور تمام درود و سلام آپ کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہیں۔

اے اللہ کریم! آپ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں یاروں سے بہت زیادہ محبّت کی ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے بھی اُن سے اپنے خوبصورت دل کی گہرائیوں سے محبّت کی ہے ۔ وہ اُمّتِ محمدی اور باقی تمام مسلم دنیا کے لئے بہترین مثالیں ہیں ۔

اے اللہ کریم ! اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کے رُکن ہونے کے ناطے ہمیں بھی اُن سے محبّت کرنے، ان کا احترام کرنے اور اُن کی تعلیمات پر چلنے کی توفیق عطا کریئے ۔

اے اللہ کریم ! ہمیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا سچا عقیدتمند بنائیے جو رسُولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے محُبّ ہیں ۔ جو شہرِ علم کا دروازہ ہیں ۔ تحمل اور محبّت کے علمبردار ہیں ۔ بالکل اسی طرح جیسے کہ حضرت عمُر رضی اللہ عنہ شہرِ عدل وانصاف کا دروازہ ہیں ۔ جیسے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ شہرِ صداقت کا دروازہ ہیں ۔ اور جیساکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہرِ حیا ء کا دروازہ ہیں ۔ خدا کرے آپ بھی اُن سب کی نعمتوں سے بہرہ ور ہوں ۔

اے اللہ کریم !

ہمیں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے جُدا نہ کیجیئے ۔ اپنی مغفرت اور رحمت کے صدقے ہمیں حشر والے دن اُن کے پرچم تلے جمع کیجیئے، تمام صالحین کے ہمراہ ۔

آمین !

Marfat.com

۳ر دسمبر ۲۰۱۰ء (۱۴۵)

حضرت عبداللہ شاہ غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو قادرِ مطلق ہے۔ جو تمام تخلیقات کا خالق ہے، جو پیدا کی گئی ہیں، جو عرش کا، لوح و قلم کا، مالک ہے۔ جس نے قلم کو لکھنا سکھایا۔

درود و سلام اللہ کے محبوبؐ، نُورِ کائنات پر، جن کی آنکھیں، اور دل معصوم ہیں۔ جن کی زبانِ مُبارک پر ہر وقت ہے ''اے رب! میری اُمّت، میری اُمّت!''

سلام، رحمت اور برکتیں آپ سب کے لئے اور آپ کے پیاروں کے لئے، سلامتی ہو اُن تمام سچّے دلوں کے لئے جو اللہ کی رحمت اور سکون کے سائے میں ہیں۔

طریقت والے، روح، قلب، یقین، لطائف اور نفس جیسی صوفی اصطلاحات سُننے کے اچھی طرح عادی ہیں۔ سوائے ایک کے ان تمام اصطلاحات کو ہلکا اور لطیف مانا جاتا ہے۔ جو ایک شخص کی رُوحانی ترقی میں تیزی لاتی ہیں۔ لیکن وہ ایک اصطلاح جسے اگر نظر انداز

Marfat.com

کیا جائے، تو وہ نہ صرف روحانی ترقی کو روک سکتی ہے۔ بلکہ اُن تمام گناہوں اور نافرمانیوں کا سبب بنتی ہے، جو آدمی اپنی زندگی میں کرتا ہے۔ وہ لفظ ہے ''نفس'' یعنی انسانی وجود کا وہ حصہ جو گناہ کے وقت خوش ہوتا ہے اور ایک سرکش گھوڑے کی طرح بے قابو ہو جاتا ہے۔

اب یہ اُس شخص پر منحصر ہے کہ وہ اس گھوڑے کو کس طرح لگام دیتا ہے، تاکہ وہ اُس کے حکم کے تابع ہو سکے۔ اگر اُس لگام کو صحیح طور سے نہ ڈالا گیا تو سمجھ لیں یہ گھوڑا اپنی مرضی سے جہاں چاہے آپ کو لے جائے گا۔ اور آپ کو اُس کے حکم کی تعمیل کرنی پڑے گی۔ بجائے یہ کہ وہ آپ کی تعمیل کرے۔

لگام ڈالنا بھی اتنا آسان نہیں ہے۔ کیوں کہ یہ مذمت کرتا ہے۔ اور بغاوت کرتا ہے اور ہر طرح سے حملے کرتا ہے، جب آپ لگام کے ذریعے اُسے قابو کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے مقابلے کے لئے آپ کو اس کی تمام چالبازیوں، نافرمانیوں اور حکمت عملیوں سے واقف ہونا پڑے گا۔ لیکن جیسے ہی اُس پر لگام ڈال دی جاتی ہے تو یہی گھوڑا اتنا فرمانبردار اور خاموش ہو جاتا ہے۔ کہ یہ آپ کو آپ کی سچی منزل کی طرف لے جاتا ہے۔

نفس ایک سرکش گھوڑے سے زیادہ سرکش اور دنیا کی کسی بھی

Marfat.com

نقصان دِہ چیز سے زیادہ نقصان دِہ ہو سکتا ہے۔ اگر اُسے بے قابو چھوڑ دیا جائے تو، یہ آپ کے اندر موجود ہے، لیکن آپ کا دوست نہیں۔ یہ صرف اپنے بارے میں سوچتا ہے۔ یہ بس مانگتا اور مانگتا ہی رہتا ہے۔ یہ بہترین چیزیں طلب کرتا ہے۔ یہ سوچے بغیر کہ آپ وہ کہاں سے مہیا کریں گے۔ اسے تو بس اپنے عیش و آرام کی فکر ہے۔ حتیٰ کہ اسے اس کی بھی پرواہ نہیں کہ اگر وہ چیز کسی اور کا حق مار کے اُسے مہیا کی جائے۔

اگر کوئی شخص اپنے نفس کو کھلا اور آزاد چھوڑ دیتا ہے، تو اُس کے قلب میں ہوس، لالچ، طمع، حسد، بُخل، عدم برداشت اور بد دیانتی جیسی بیماریاں پروان چڑھ سکتی ہیں۔ یہ بیماریاں قلب کی روشنی اور نُور کو گھٹا کر اُسے رفتہ رفتہ کمزور کر دیتی ہیں۔

ایک کمزور قلب شیطان کا آسان شکار بن سکتا ہے۔ جو ہر وقت کمزور دلوں کی تاک میں رہتا ہے۔ شیطان کو تو اس قلب کو بے جان کرنے یا مار ڈالنے کے لئے کچھ زیادہ محنت کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ فقط دو یا تین حملوں سے ہی اس شخص کا دین و ایمان اور زندگی بھر کی جمع پُونجی ختم ہو جائے گی۔ اپنے اس نقصان کا احساس ہوئے بغیر ہی۔ دنیاوی خواہشات اور بے لگام نفس کی یہ خرابی ہے۔

عوارف المعارف میں لکھا ہے کہ نفس ایک لطیف شئے

Marfat.com

ہے جو قلب میں موجود ہے، جو اخلاقِ مذمومہ کی صفات خارج کرتا ہے۔ یعنی وہ صفات جو انسانی فطرت کے لئے بُری اور نقصان دہ ہیں۔ بالکل اسی طرح رُوح بھی ایک لطیف شے ہے، جس کا مقام قلب ہے۔ اور جُملہ (صفاتِ حمیدہ) رُوح سے ہی خارج ہوتی ہیں۔

نفس کی دو بنیادی صفات ہیں: ایک طیش یعنی غُصّہ اور دوسری طمع۔ طیش جہل سے ہے۔ جب کہ طمع، لالچ اور حرص سے ہے۔ طیش نفس کو ایک گیند کی طرح بناتا ہے جو ایک چکنی جگہ پر رکھی ہے۔ اور اس کی بے قرار فطرت کبھی رُکنے نہیں دیتی اور وہ ہر وقت حرکت میں رہتی ہے۔ اس کو آپ بڑی احتیاط سے بے حرکت کر سکتے ہیں، ورنہ یہ تو خفیف ترین اشارے سے حرکت میں آسکتی ہے۔

طمع نفس کو پروانے کی طرح بنا دیتی ہے۔ جو روشنی کی طرف مائل تو رہتا ہے، لیکن جو روشنی کے ایک چھوٹے سے حصّے سے مطمئن نہیں رہتا۔ اس کے برعکس اُس کی تلاش اُسے جلتی ہوئی شمع پر پھینک دیتی ہے، جو اس کی زندگی ختم کر دیتی ہے۔ اگر وہ تھوڑی سی روشنی سے خوش ہوتا تو اس کی زندگی بچائی جا سکتی تھی۔

طیش، جلد بازی اور بے صبری سے پیدا ہوتا ہے۔ صبر، عقل کا جوہر ہے اور طیش نفس کی وہ صفت ہے جو صبر سے ہی قابو

میں آتی ہے۔ یہ عقل ہی ہے جس کے ذریعے خواہشات کو تباہ کیا جاسکتا ہے۔ یاد رکھیئے کہ یہ طمع ہی تھی جس نے حضرت آدم علیہ السلام سے جنت میں ہمیشہ رہنے کے لئے ممنوعہ شجر کھانے کو کہا تھا۔

جس انداز میں انسان کو بنایا گیا ہے، اس کے باعث اُس میں چند صفات پیدا ہوئی ہیں۔ آدمی کو خاک سے بنایا گیا ہے۔ اسی لئے اُس میں کمزوریاں ہیں۔ بخل کی صفت گوندھی ہوئی مٹی سے ہے۔ (نرمٹی) شہوت اور خواہشات ہمہ مسنون کی صفت کے باعث ہے جو سڑی ہوئی چکنی مٹی کا خاصہ ہے۔ اور جہالت کی صفت سل سال کی وجہ سے ہے۔ (یعنی ٹھیکرے کی طرح کی مٹی)۔

اس کی وجہ سے شیطانیت انسان میں داخل ہو جاتی ہے۔ جو اُس کے مکر و فریب اور حسد کا بھی باعث ہے۔ جو کوئی بھی نفس کے کردار سے واقف ہے۔ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اُس پر غالب آنا اللہ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں۔ جس کا یہ بھی مطلب ہے کہ وہ علم و عدل کو کام میں لاتا ہے۔ جس کے ذریعے وہ حیوانی خواہشات کو قابو میں لاسکتا ہے۔ اور وہ شیطانی صفات اور بُرے اخلاق کو بھی جانتا ہے اور اُن سے دُور رہتا ہے۔

اللہ نے اپنے کلام پاک میں نفس کی تین قسمیں بتائی ہیں:۔

۱۔ نفسِ مطمئنہ ۲۔ نفسِ لوّامہ ۳۔ نفسِ امّارہ۔ نفسِ امارہ انسان

Marfat.com

کو اللہ کے احکامات کے خلاف بغاوت کرا تا ہے۔ اور اُسے شر اور بُرائی پر اُکساتا ہے۔ یہ وہ جنگلی گھوڑا ہے جو بلا لگام اور بے قابو ہے۔ جو جہاں جی چاہے دوڑتا ہے۔ طمع اور شہوت اس بے لگامی کی خاص وجہ ہیں۔ جب کہ نفسِ لوّامہ وہ ہے جو سکون یا اطمینان اور گناہ یا شر کے درمیان آتا ہے۔

جب ایک آدمی کوئی گناہ کرتا ہے۔ وہ اپنے عمل کا خود محاسبہ کر کے خود کو ملامت کرتا ہے کہ اس نے اپنے اللہ کو کیوں ناراض کیا۔ حتیٰ کہ وہ جب کوئی نیک عمل کرتا ہے تو تب بھی وہ خود کو ملامت کرتا ہے کہ اس نے اللہ کی رضا کے لئے اس سے زیادہ کیوں نہیں کیا۔ یہ نفسِ متقی کا نفس ہے۔ جب قلب مکمل امن وسکون میں ہے۔ تو یہ نفس کو بھی کامل سکون و اطمینان دلاتا ہے۔ یہ سکون اُس شخص کے ایمان میں بھی اضافہ کرتا ہے۔ ایسے افراد جن کے پاس ایسا نفس ہے انہیں نفسِ مطمئنہ والے لوگ کہتے ہیں۔ یہ ہیں وہ لوگ جن کے پاس اللہ کی رحمت اور رضا ہے۔ یہ رحمٰن کے بندے اور اہلِ علم و حکمت ہیں۔ یہ ہیں وہ لوگ جن کے پاس علمِ لدُنی ہے۔ اور یہ اعلیٰ ترین رتبے کے لوگ ہیں۔

شیخ ابو طالب المکّی فرماتے ہیں کہ "کوئی بھی شخص اپنے نفس کو امّارہ سے لوّامہ میں تبدیل کر سکتا ہے۔ اور لوّامہ سے مطمئنّہ میں" یہ تبدیلی

Marfat.com

اُس وقت آتی ہے جب وہ اپنے نفس پر قابو پاتا ہے اور اُسے اپنے مطیع بناتا ہے۔ اگر آپ اپنے نفس کو قابو کرنا چاہتے ہیں، تو اُسے اپنا آقا مت بنائیے، بلکہ اس پر تنگی کرو۔ اگر آپ اُسے اپنا آقا بناتے ہیں تو وہ آپ کا مالک بن بیٹھے گا۔ اگر آپ اُس پر غالب ہونا چاہتے ہیں تو اُسے دبا کر رکھیں، اس کی خواہشات کی نفی کرتے ہوئے۔

یہ ایسا ہی ہے کہ اگر آپ کسی سرکش گھوڑے کو لگام نہیں دیتے تو وہ آپ کو دُور پھینک سکتا ہے۔ اپنے نفس پر قابو رکھنے کے لئے آپ ہر لمحہ اس کا محاسبہ کریں اور اُس پر کڑی نظر رکھیں آپ کو روزانہ کم از کم دو بار محاسبۂ نفس کرنا چاہیئے:

۱۔ نمازِ چاشت کے بعد گزشتہ رات کا محاسبہ کریں۔ اگر آپ کوئی نعمت دیکھتے ہیں تو شکر ادا کریں اور اگر آپ کوئی آفت دیکھتے ہیں تو استغفار کریں۔ اگر آپ خود میں اہلِ ایمان کی صفات پائیں تو پھر اللہ کی رحمت طلب کریں۔ لیکن اگر آپ کو خود میں بے خبری کی صفت نظر آئے تو اس پر افسوس اور توبہ کریں۔

کچھ علماء کا قول ہے کہ: ”اللہ کی ناراضگی کی علامت یہ ہے کہ بندہ غیر کے عیبوں کا ذکر کرتا پھرے اور اپنے نفس کے عیبوں کو فراموش کر دے۔ صرف ظن کی وجہ سے لوگوں سے ناراض رہے۔ اور یقین کے باوجود اپنے نفس سے محبت کرے۔“

Marfat.com

اللہ نے ایسے لوگوں کی سرزنش اِن الفاظ میں کی ہے: ''اور وہی غافل ہیں، یقیناً وہی آخرت میں خسارہ پانے والوں میں ہیں ۔''

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''کشف المحجوب'' میں فرماتے ہیں کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجاہد وہ شخص ہے جو قربِ حق کی خاطر اپنے نفس سے لڑتا ہے۔''

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ'' ہم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف آئے ہیں۔'' اور جب پوچھا گیا کہ جہادِ اکبر کیا ہے؟ تو پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' یہ جہاد بالنفس ہے یعنی نفس کے خلاف جنگ ۔'' تو اسی طرح ہم جانتے ہیں کہ نفس کی مخالفت اور اُس کی تربیت ضروری ہے اور اس کے لئے ایک مومن اپنی زندگی مسلسل مجاہدہ میں گزارتا ہے ۔

جب ایک سرکش گھوڑے کو اس طرح تربیت دی جاتی ہے کہ وہ اپنے مالک کے احکامات کو سمجھنا شروع کرتا ہے، یا کسی باز کو شکار کے لئے تربیت دی جاسکتی ہے، اور وہ اپنے مالک کی خواہشات کو سمجھتا ہے ۔ تو پھر کسی شخص کے نفس کو مجاہدہ سے تربیت کیوں نہیں دی جاسکتی ؛ مجاہدہ کوشش ہے ۔

کیا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اتنا زیادہ مجاہدہ نہیں کرتے کہ وہ کئی کئی دن تک بغیر کھانے کے رہتے اور طائی کے روزے رکھتے ،

Marfat.com

اور اتنی شب بیداری فرماتے تھے ۔ اللہ کا ارشاد ہے: " اے محمدؐ آپ پر قرآن اس لئے نہیں نازل کیا گیا کہ اپنے آپ کو اس قدر تکلیف میں ڈالیں ۔"

حضرت احمد یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ " زیارت اور مجاہدہ کے لئے آپ کو علم کی ضرورت ہے تاکہ نفس آپ کی سختی سے مر نہ جائے ۔ اور آپ کا نافرمان نفس بن جائے ۔ بہتر یہ ہے کہ آپ اس کے منہ میں تقویٰ کا لگام ڈالیں "۔

اب اگر آپ اپنے نفس کا موازنہ کسی وحشی اور خطرناک جانور سے کریں گے، تو پھر آپ کہہ سکتے ہیں کہ کس طرح اُسے لگام دیا جاسکتا ہے ؛ اس کے لئے پہلے اُسے ذرا زرمانا پڑے گا تاکہ وہ اپنی لگام کے لئے آمادہ ہو ۔ اس کے لئے آپ کو دنیاوی لذتوں سے علیحدہ ہونا پڑے گا ۔ کیوں کہ اگر آپ جانور کو گھاس یا دانہ نہیں کھلائیں گے، تو وہ نرم پڑجائے گا ۔

یہی حال آپ کے نفس کا ہے ۔ آپ اُس کا دانہ پانی بند کیجئے تو آپ دیکھیں گے کہ فوراً ہی وہ اپنی شرارت بھول جائے گا ۔ دوسری بات یہ کہ اُس پر بھاری بوجھ ڈالئے عبادات کا ۔ اس لیئے کہ جب ایک خچر پر بھاری بوجھ ڈالا جاتا ہے، تو وہ سیدھا ہو جاتا ہے ۔ خاص طور پر اگر اُس کا کھانا پینا بھی بند کیا جائے ۔ تیسری بات یہ کہ

Marfat.com

اللہ سے مدد طلب کریں، اس لئے کہ اس کے بغیر آپ نفس کی شرارتوں سے بچ نہیں سکتے۔

اگر آپ یہ سب کریں گے تو آپ کا نفس یقیناً آپ کا مطیع ہو جائے گا۔ اور آپ کے حکم کی تعمیل کرے گا۔ وہ شخص جو اپنے نفس کو اپنے قابو میں رکھتا ہے، اور جو اُس کے خلاف جہاد کرتا ہے۔ تو وہ ایک سچا مجاہد ہے، ایک سچا مومن ہے، جو رفتہ رفتہ نفسِ مطمئنّہ کا مالک ہو جائے گا۔ یعنی انبیاء اور اولیاء کا نفس۔

اگر آپ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ نفسِ مطمئنّہ والے کس طرح زندگی بسر کرتے ہیں، کس طرح وہ اپنی زندگی گزارتے ہیں۔ تو پھر کیوں نہ ایک خوبصورت شخصیت کے بارے میں بات کریں جن کا نفس ہر وقت اُن کے قدموں تلے رہتا تھا، جو ہمیشہ جہادِ اکبر اور جہادِ اصغر میں مصروف رہتے تھے۔ اور جو بالکل اُسی رنگ میں زندگی گزارتے جس طرح تمام اہلِ بیت گزارتے۔ یعنی شجاعت اور بے خوفی سے اور اپنے اللہ کے آگے کمال عاجزی اور تسلیم کے ساتھ۔

سال ۹۸ھ ہجری میں حضرت سید ذوالنفس زکریا رحمۃ اللہ علیہ کو ایک تحفہ عطا ہوا۔ یعنی ایک فرزند۔ جنہیں بالکل اپنے آباؤاجداد کی طرح ہونا تھا۔ جو خود بھی اسلام کے لئے قیمتی جوہر تھے۔ اس فرزند کی ولادت مدینہ منورہ میں ہوئی اور ان کا نام حضرت عبداللہ شاہ

Marfat.com

غازی رحمتہ اللہ علیہ تھا۔

آپ کی پوری زندگی اُس مقدس خونی رشتے کی مظہر تھی جس سے آپ کا تعلق تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ حق اور واحدنیت کے مُبلغ کے طور پر رہے۔ آپ کا شجرہ اس طرح ہے: سید ابو محمد عبداللہ اشتر بن سید محمد ذوالنفس زکریا بن سید عبداللہ امہاز بن سید حسن مثنیٰ ؒ بن سیدنا امام حسنؓ بن حضرت سیدنا امیرالمومنین علی بن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت سیدنا حسن مثنیٰ رحمتہ اللہ علیہ کا عقدِ نکاح حضرت سیدنا فاطمہ صغریٰ ؓ بنت سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت سید عبداللہ شاہ غازی رحمتہ اللہ علیہ حسنی، حسینی سید ہیں۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کو آپ کے والد گرامی نے مدینہ منورہ میں پالا پوسا، جہاں آپ کو دینِ اسلام کی باقاعدہ تعلیم دی گئی۔ آپؒ اپنے علم وحدیث کے حوالے سے مشہور تھے۔ اُموی خلافت کے آخری ایام میں سال ۱۳۱ ہجری میں حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمتہ اللہ علیہ کے والد نے علوی خلافت کے لئے ایک تحریک شروع کی۔ اور اپنے بھائی ابراہیم کو بصرہ روانہ کیا۔ یہ وہ وقت تھا جب کئی علویوں کو گرفتار کیا گیا۔ اور کچھ عرصہ بعد خلیفہ منصور نے بڑی چالاکی

Marfat.com

سے ایک ایک کر کے تمام سادات کو قتل کرا دیا۔

سال ۱۴۵ ہجری میں ابراہیم نے بصرہ میں عَلَمِ بغاوت بلند کیا اور پورے بصرہ پر قابض ہو گیا۔ ایک ماہ بعد انہیں اپنے والد کی ایک جنگ میں مارے جانے کی اطلاع ملی۔ اس خبر سے ابراہیم کے لشکر کی ہمت پست ہو گئی۔ اس کے باوجود وہ اپنے ایک لاکھ سپاہیوں کے ساتھ کوفہ پہنچے اور خلیفہ منصور کی فوج کا مقابلہ کیا۔

خلیفہ منصور کی فوج جس کی قیادت عیسیٰ بن موسیٰ کر رہا تھا، کو ظاہراً شکست کا سامنا تھا، لیکن آخری لمحات میں انہیں تازہ فوجی دستہ ملا جو خلیفہ نے بھیجا تھا۔ اس تازہ فوج نے ابراہیم کی فوج پر پیچھے سے حملہ کیا۔ اس اچانک حملہ سے ابراہیم کو شکست ہوئی جو خود بھی لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ یہ واقعہ ۲۵ ذیقعد سال ۱۴۵ ہجری میں پیش آیا۔

جب حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کے والد نے خلیفہ المنصور کے خلاف بغاوت شروع کی تو انہوں نے اپنے بیٹے کو اپنے بھائی کے پاس بصرہ بھیجا۔ اپنے چچا کے مشورہ پر حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ ایک تیز رفتار اونٹ پر سندھ کے لئے روانہ ہوئے۔ جہاں کا گورنر عمر بن حفص تھا۔ حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ کو اس سے مدد اور مہربانی کی توقع تھی۔ جب آپؒ نے اپنے

والد کے نام پر بیعت کی دعوت دی، تو اس نے یہ دعوت قبول کی۔ اس نے عباسی لباس کو چاک کیا اور حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کے والد کا نام جمعہ کے خطبہ میں شامل کیا۔ اسی دوران حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ کے والد کے قتل کی الم ناک خبر بھی پہنچی۔ اس خبر نے بھی حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ کی زندگی کو خطرے میں ڈالا۔ عمر بن حفص نے ان کو مشورہ دیا کہ کیا کریں اور کہاں جائیں۔

اس وقت سندھ پر چھوٹے راجاؤں کی حکومت تھی، جو خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے دور میں دائرہ اسلام میں آئے تھے۔ عمر بن حفص نے حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کو مشورہ دیا کہ وہ جا کر سندھ کے حاکم سے ملیں جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے گہری محبت کرتے تھے اور اُن کے نام پر قربانی دینے کے لئے آمادہ رہتے تھے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ وہاں پہنچے۔ بادشاہ نے اپنی بیٹی کی شادی اُن سے کر دی اور حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ اس کے محل میں سال ۱۵۱ ہجری تک رہے۔ آپؒ کے قیام کے دوران تقریباً چار سو عرب آپ کے گرد جمع ہو گئے۔

جب خلیفہ المنصور کو یہ اطلاع ملی تو اس نے سب سے

Marfat.com

پہلے سندھ کے گورنر کو تبدیل کیا اور اس کی جگہ حشام بن عمر تغلیبی کو گورنر مقرر کیا۔ اور اسے حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ کو گرفتار کرنے کا حکم نامہ دے کر بھیجا۔ حشام نے سر توڑ کوشش کی، لیکن سندھ کے حاکم نے ان کو حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔

دونوں طرفیں حملے کے لئے تیار ہو گئیں۔ حشام کے بھائی نے زمینی طرف سے حملہ کیا۔ جہاں حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ مقیم تھے۔ ایک دن حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ اپنے دس سواروں کے ساتھ دریائے سندھ کے کنارے گشت کے لئے نکلے کہ اچانک آپؒ کا سامنا سفیح کے سپاہیوں سے ہوا جو آپ کو گرفتار کرنا چاہتے تھے۔ حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ اور اُن کے ساتھیوں نے ان کا مقابلہ کیا اور شہادت پائی۔

حشام نے المنصور کو اس واقعہ کی اطلاع دی، جس نے اُس کو حکم دیا کہ وہ سندھ کے حاکم کی سرزمین تاراج کر دے۔ جنگ شروع ہوئی اور حسام نے پورے علاقے کو قبضے میں لے لیا۔ اس نے حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کی زوجہ اور آپ کے بیٹے کو المنصور کے پاس بھیج دیا۔ جس نے اُن کو اُن کے خاندان کے پاس مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔

یہ بتائیے کہ ایک شخص جو اللہ کے لئے جیا اور اللہ کے لئے

مرا، کیا اُسے "مُردہ" کہا جاسکتا ہے؟ نہیں! کیونکہ دراصل یہی وہ لوگ ہیں جو کبھی نہیں مرتے۔ اُن کا نام اپنے نُور سے دنیا کو ہمیشہ منور کرتا رہے گا۔ حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ ہمت اور زُہد کی تصویر تھے، اپنے آباؤ اجداد کا سچا عکس تھے۔ ایک ایسے شخص جن سے اللہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے حد محبت کرتے تھے

یہاں اُن کا وجود سب کے لئے تھا۔ ضرورت مند بڑی آسانی سے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر امداد طلب کر سکتے تھے۔ آپ کی زندہ کرامات میٹھے پانی کا وہ چشمہ ہے جو اُس وقت جاری ہوا تھا، جب آپ نے پانی کے لئے دُعا مانگی تھی جس وقت آپ کے مُریدوں نے پہاڑی پر آپ کا مزار تعمیر کیا تھا، تو اُن کو پینے کے پانی کیلئے دُور دراز جانا پڑتا تھا، جو اُس وقت اُن کے لئے سخت مشکل تھا۔

پھر ایک رات مریدوں میں سے ایک کو کہا گیا کہ اللہ کے فضل سے اور حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کی دُعا کے صدقے میٹھے پانی کا ایک چشمہ اُبلنا شروع ہو گیا ہے۔

اے اُمّتِ محمدی! نفسِ مطمئنہ کا حامل ایک شخص زندگی میں کسی بھی قسم کی سختیاں اور مشکلات جھیل سکتا ہے۔ لیکن اُن کا

Marfat.com

چین وسکون کبھی اُسے لمحہ بھر کے لئے بھی نہیں چھوڑتے۔ یہ چین وسکون اُس وقت بھی اُن کے ساتھ ہوتے ہیں جب وہ اس دنیا سے رخصت ہونے ہیں۔ تب اُن کا مزار اس چین وسکون کا منبع بن جاتا ہے، یہ اطمینان وسکون حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمتہ اللہ علیہ کے تمام محبّان، تمام اہلِ بیت کے محبان کے لئے ہے اور یہ سلسلہ دنیا کے آخری دن تک جاری رہے گا۔

ایسا کون ہے جو دنیا کو حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمتہ اللہ علیہ کی محبت سے کبھی محروم کر سکتا ہے؟ کون اُس محبّت کو روک سکتا ہے۔ جس کا ابد تک یہاں ہونا مقدر ہو چُکا ہے؟

آئیے اللہ سے دُعا کرتے ہیں کہ! اے اللہ کریم! ہمیں اس دنیا اور آخرت میں، اُن ہستیوں کو اپنا دوست بنانے میں مدد فرما۔ جو ہمیں آپ کی طرف اور آپ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلاتے ہیں۔ جو عبادت اور اطاعت میں ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔ جو ہمارے دلوں کو اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے لبریز کرتے ہیں۔ جو ہمیں صحابہ کرام کا احترام سکھاتے ہیں۔ اور ان سے محبّت اور احترام کرنے کے لئے ہماری ہمت افزائی کرتے ہیں۔ جو ہمیں اہلِ بیت سے محبّت کرنے کا سبق سکھاتے ہیں۔ جو ہمیں ہر قسم کے گناہوں، شرارت اور بدکاریوں

Marfat.com

سے بچاتے ہیں۔

اے اللہ کریم! ہمیں اپنے اُن دوستوں کی صحبت نصیب فرمائیں جو آپ کے اور آپ کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں ہماری مدد کریں۔ جو ہم میں خوفِ خدا کا احساس جگانے میں اور اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے میں ہماری مدد کریں۔

اے اللہ کریم! ہمیں آپ کے دوستوں کو مضبوطی سے تھامنے اور انہیں کبھی نہ چھوڑنے کی توفیق عطا کر دیجئے۔ اے اللہ کریم! ہمیں دنیا و آخرت میں مسرت و نجات نصیب فرمائیں۔

اے اللہ کریم! ہمیں آپ کے دوستوں کو پہچاننے اور کبھی نہ چھوڑنے کی توفیق عطا کریں۔ ہمیں آپ کے دشمنوں سے دور رکھنے اور ان کے شر سے محفوظ بنائیں۔

اے اللہ کریم! ہمیں ایمان والی موت نصیب فرمائیں اور ہمارا انجام نیکوں کے ساتھ کریں۔ ہمیں حضرت امام حسینؓ کے لہو کے صدقے آگ سے نجات عطا کریں۔ اپنے عدل کے بجائے اپنی بخشش ہمارے نصیب کریں۔ ہماری موت والے دن اپنے فرشتوں کو خوشخبری والی بشارت کے ساتھ ہمارے پاس بھیجیں تاکہ ہم آپ کے فردوس بریں، آپ کے جمال اور آپ کی سچی رحمت کے مزے اُٹھائیں۔ آمین!

Marfat.com

۱۰ دسمبر ۲۰۱۰ء (۱۴۶)

حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جس کے جاہ و جلال کی کوئی مثال نہیں۔ جو رب ہے ان تمام چیزوں کا جو پیدا کی گئی ہیں۔ جو اپنی حمد و ثناء خود ہے۔ کون ہے جو اُس کی تعریف کا حق ادا کر سکتا ہے؟ کون ہے جو اس کی شان و شوکت بیان کر سکتا ہے؟ جس نے ازل سے پہلے سے ابد تک اپنے آپ کو عظمت کے حدِ کمال سے ملبوس فرمایا ہے۔

درود و سلام اللہ کے انتہائی تابعدار بندے پر جو جنت کے سلطان ہیں۔ جن کا دل سب سے نرم ترین ہے اور جن کی مسکراہٹ سب سے زیادہ حسین ہے۔

سلام، رحمت اور برکتیں ہوں آپ کے لئے اور آپ سب کے پیاروں کے لئے، سلامتی ہو پاک نفوس اور پاک ارواح کے لئے ان کے لئے جو یومِ میثاق میں اپنے دلوں اور جبینوں کے ساتھ سجدہ ریز ہوئے تھے۔

Marfat.com

ایک پورا سال بیت گیا۔ ۱۴۳۱ھ ہجری کا آخری سورج ڈوب گیا اور ۱۴۳۲ھ ہجری کا سورج طلوع ہوا۔ سورج کا اس طلوع وغروب کا سلسلہ سالوں اور صدیوں سے جاری ہے۔ لیکن اب اس کی رفتار میں چار گنا تیزی آچکی ہے۔ ہر سال اس رفتار کی تیزی کا سینکڑہ بہت واضح ہے۔ آپ کے پاس اب بھی ایک دن میں ۲۴ گھنٹے، ایک ماہ میں ۳۰ دن ہیں مگر ہم یہ کیوں کہتے ہیں کہ وقت سکڑ گیا ہے ؟ لوگ یہ کیوں کہتے ہیں کہ یہ کل ہی تو ۲۰۱۰ء کا سالِ نو کا دن تھا اور اب دیکھئے ہم اس سال کے خاتمے کے قریب پہنچ چکے ہیں، وقت آخر کہاں گیا ؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس دنیا کے وقت میں برکت کم ہوگئی ہے۔ اور رفتہ رفتہ اس میں مزید کمی آتی جائے گی۔ اور وہ دن دور نہیں کہ آپ دیکھیں گے کہ یہ مکمل طور سے ختم ہوجائے گا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سے ہی پیش گوئی نہیں فرمائی تھی کہ جب وقت کا خاتمہ قریب آئے گا تو وقت اس طرح مختصر ہوجائے گا۔ کہ سال مہینے کی طرح ہوگا، مہینہ ہفتے کی طرح ہوگا، ہفتہ ایک دن کی طرح ہوگا، دن ایک گھنٹے کی طرح ہوگا اور گھنٹہ ایک بجھتی ہوئی شمع کے دھوئیں کی مانند ہوجائے گا۔

اللہ نے جس چیز کو مقدر ٹھہرایا ہے اُسے کون تبدیل کرسکتا

ہے؛ جی ہاں، یہ آپ کے گمان سے بھی پہلے ہو جائے گا۔ جب کبھی ایک نیا سال شروع ہوتا ہے۔ وہ ایک خوبصورت ماہ سے شروع ہوتا ہے یعنی محرم کے مہینے سے۔ خوبصورت اس لئے کہ فضا عشق کی خوشبو سے معطر ہے۔ عشقِ محمدیؐ اور اہلِ بیت کی خوشبو سے۔

یہ خوشبو دنیا کی کسی بھی خوشبو سے زیادہ مسحور کُن ہے۔ یہ اُس لمحے سے ہی شروع ہوئی تھی، جب خاکِ کربلا پر خُونِ ناحق گرا تھا۔ جس لمحے یہ گرا تھا اسی لمحے وہ جگہ گلزار دکھائی دینے لگی تھی۔ ہر طرف گلاب کے پھول کِھلے تھے۔ خوب صورت سُرخ گلاب، جس سے فضا معطر ہو گئی تھی۔ اور یقیناً یہ خوشبو یعنی کربلا کی خوشبو قیامت تک باقی رہے گی۔

محرم کا مہینہ اللہ کے شکر والے ولی کی وجہ سے بھی خوبصورت ہے۔ یعنی بابا فریدالدین گنجِ شکر رحمتہ اللہ علیہ کی وجہ سے، جن کے مزاجِ شیریں کے باعث انہیں گنجِ شکر کا نام عطا ہوا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بابا فرید رحمتہ اللہ علیہ کی یہ مٹھاس یعنی اُن کی محبت کی مٹھاس قیامت تک باقی رہے گی۔

محرم محبت کا مہینہ ہے، حُرمت کا مہینہ ہے۔ جو بھی محرم میں کسی دن بھی روزہ رکھتا ہے، اُسے ۳۰ روزے کا ثواب ملتا ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک بھی فرمایا ہے کہ جو ۱۰ محرم یعنی

یوم عاشور کا روزہ رکھتا ہے، اُسے دس ہزار ملائکہ، دس ہزار شہداء اور دس ہزار ایسے لوگوں کا ثواب ملتا ہے، جو حج یا عمرہ کے لئے جاتے ہیں۔

جو بھی کسی یتیم کے سر پر دستِ شفقت رکھتا ہے (یعنی اُس کی کفالت کرتا ہے) جنت میں اُس کے درجات اس یتیم کے سر کے بالوں کی تعداد کے برابر بلند کئے جائیں گے۔ جو بھی عاشورہ والے دن کسی مومن کا روزہ افطار کرائے گا اُس نے گویا پوری اُمتِ محمدی کا روزہ کھلوایا۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے ایک بار آپ سے پوچھا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا اللہ تعالیٰ نے عاشورہ کو باقی تمام ایام پر فضیلت دی ہے"؟ تو رسول اللہ ؐ نے فرمایا کہ "جی ہاں، اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، زمین، پہاڑ اور سمندروں کو عاشورہ کے دن تخلیق کیا تھا۔ اور لوح و قلم کو بھی عاشورہ کے دن بنایا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو بھی عاشورہ کے دن پیدا کیا گیا تھا، اور انہیں اسی حرمت والے دن جنت میں داخل کیا گیا تھا۔"

حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی عاشورہ والے دن پیدا ہوئے تھے۔ اور ان کے بیٹے کا فدیائے قربانی بھی ۱۰ محرم کو دیا گیا تھا۔ فرعون کو عاشورہ والے دن ہی غرق کیا گیا تھا۔ حضرت

ایوب علیہ السلام کو بیماری سے نجات بھی یوم عاشورہ میں ملی حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ اسی مبارک دن میں قبول ہوئی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عاشورہ کے دن پیدا ہوئے تھے، اور قیامت بھی عاشورہ کے روز برپا ہوگی۔

یہ دن شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ اور کربلا کے تمام معصومین کی بھی شہادت کا دن ہے۔ شیخ ابو نصرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت جعفر بن محمدؒ کا ارشاد ہے کہ "حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ستر ہزار فرشتے اتر کر آپ کی قبر پر آئے اور وہ قیامت تک وہاں آہ و زاری کرتے رہیں گے"۔ اللہ کے اُن عاشقوں کے نام جنہوں نے اللہ کے لئے زندگیاں گزاریں اور اللہ کے لئے جانیں دیں، اُن کے نام اس دنیا اور دوسری دنیا کے آسمان پر ہمیشہ چمکتے دمکتے رہیں گے۔

کیا یہ لوگ خوش نصیب نہیں ہیں؟ انہوں نے آبِ حیات پی لیا تھا، یعنی ابدی زندگی کا پانی محض اللہ سے مخلص ہو کر۔ جس وقت انہوں نے کہا تھا کہ "اے اللہ! ہم تمہارے ہیں"۔ تو وہ اپنے کہے پر آخری سانس تک قائم رہے۔ ان کے پاس کوئی دنیاوی دولت نہیں تھی۔ ان کے پاس کوئی جاگیر یا محلات نہیں تھے۔ ان کے پاس کوئی تاج و تخت نہیں تھا۔ ان کے پاس تو بس ایک خوبصورت

Marfat.com

اور سچا دل تھا۔ جوان کا سب سے زیادہ قیمتی اثاثہ تھا۔

ایک ایسا دل جو بیت اللہ تھا، یعنی آپ کے رب کا گھر، جس میں آپ کے رب سبحان کے جلوے کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ کیا کوئی ایسے دل کی قیمت لگا سکتا ہے؟ بلاشبہ یہ اپنی خوبصورتی اور قدر کے اعتبار سے انمول ہوتے ہیں۔

حضرت بابا فرید گنجِ شکر رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسے ہی دل کے مالک تھے۔ ایک ایسا دل جو ایک ہی دھڑکن جانتا تھا۔ یعنی محبت کی دھڑکن۔ یہ دھڑکن اُن تمام لوگوں کو سکھائی جاتی تھی، جو گمراہی کے اندھیروں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ کیوں کہ آپؒ جانتے تھے کہ جو محبت کی اس دھڑکن کو سیکھ لیتا ہے، وہ کبھی بھی لوٹ کر اپنی مصنوعی زندگی کی طرف نہیں جاتا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ میٹھا نام، آپ کو بچپن میں اپنی ماں کی طرف سے ملا تھا۔ جو کم سِن فرید کی جائے نماز کے نیچے، نماز کے انعام کے طور پر کچھ شکر رکھا کرتی تھیں۔ ایک دن وہ جائے نماز کے نیچے شکر رکھنا بھول گئیں۔ اس لئے انہوں نے اپنے بیٹے سے پوچھا "کیا تم نے نماز پڑھ لی"۔ اس پر کم سن فرید نے جواب دیا کہ "جی ہاں امی! میں نے نماز بھی پڑھ لی اور اپنی شکر بھی کھالی"۔ ماں بڑی حیران ہوئیں اور وہ سمجھ گئیں کہ اُن کا بیٹا

کوئی خاص چیز ہے۔

ایک اور بھی واقعہ ہے جس سے حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کو گنج شکر کا نام ملا۔ ایک دفعہ ایک تاجر اپنی چینی کی بوریاں اُونٹوں پر لاد کر لے جا رہا تھا۔ جب یہ کارواں باباصاحب کے قریب سے گزرا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا "ان بوریوں میں کیا بھرا ہے"؟ بیوپاری نے بلا کسی وجہ کے جھوٹ بولتے ہوئے کہا: "ان بوریوں میں نمک ہے"۔ اس پر باباصاحب نے فرمایا "اچھا اگر اس میں نمک ہے تو نمک ہی ہوگا"۔

جب تاجر اپنی منزل کو پہنچا اور اُس نے بوریاں کھولیں تو یہ دیکھ کر پریشان ہوگیا کہ بوریاں شکر کے بجائے نمک سے پُر تھیں۔ تاجر بھاگتا ہوا باباصاحب کے پاس لوٹا جنہوں نے واقعے کی روداد سُن کر فرمایا: "اچھا اگر تم شکر کہہ رہے ہو تو شکر ہی ہوگی"۔

جب وہ تاجر واپس گیا تو یہ دیکھ کر بہت خوش ہوا کہ، نمک دوبارہ شکر میں تبدیل ہو چکا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اُس دن سے آپ رحمۃ اللہ علیہ گنج شکر کے نام سے مشہور ہو گئے۔ یعنی "شکر کا خزانہ"۔

اگر آپ باباصاحب کے شجرہ پر نظر ڈالیں تو معلوم ہو گا کہ بیشتر ولیوں کی طرح باباصاحب کے آباو اجداد بھی معزز اور

Marfat.com

پاکباز تھے۔

ایران و عراق پر تاتاریوں کے حملوں کے دوران باباصاحب کے والد ماجد جمال الدین سلیمان اپنا وطن چھوڑ کر ہندوستان تشریف لائے۔ یہ سلطان شہاب الدین غوری کا دور تھا۔ جب آپ کے والد مُلتان آئے تو انہوں نے مولانا وجیہہ الدین کی صاحبزادی سے شادی کی۔ جس سے بابا فرید کی ۵۸۴ھ ہجری میں ولادت ہوئی۔ آپ کا نام مسعود اور فرید الدین آپ کا لقب تھا۔ باباصاحب کی والدہ بھی ایک ولیہ کاملہ تھیں اور انہوں نے ہی اپنے بیٹے کے دل میں محبّت کی شمع روشن کی۔

ایک مرتبہ کوئی ڈاکو رات کو اُن کے گھر میں داخل ہوا۔ اُس وقت باباصاحب کی والدہ مصلّے پر خاموشی سے اللہ کی عبادت میں مصروف تھیں۔ اللہ کے غصّے کا ردِّ عمل یہ تھا کہ" اس کی یہ ہمت کیسے ہوئی کہ ہمارے محبوب کے گھر میں داخل ہو"۔ اس پر ڈاکو اُسی وقت اندھا ہوگیا۔

ڈاکو سمجھ گیا کہ ایسا کیوں ہوا، اس لئے وہ فوراً ہی گھٹنوں کے بل گر گیا۔ معافی طلب کرتے ہوئے ان خاتون سے، جن کے چہرے سے نُور ٹپک رہا تھا۔ اس آدمی کی پشیمانی کو دیکھتے ہوئے، انہوں نے اُس کے لئے دُعا کی اور اس کی بینائی لوٹ آئی۔ اس

Marfat.com

سارے واقعے نے اُس بُت پرست کی زندگی بدل ڈالی۔ اور دوسرے دن وہ اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ آپ کے سامنے کلمۂ شہادت پڑھنے کے لئے حاضر تھا۔

جب والدہ ایسی ولیۂ کاملہ ہو اور والد کی رگوں میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا لہو دوڑ رہا ہو، تو پھر بیٹا مادر زاد ولی سے کم کیسے ہو سکتا ہے۔ شروع میں بابا صاحب نے اپنی ابتدائی تعلیم کوتوال سے حاصل کی اور ۱۱ سال کی عمر میں آپ نے حفظِ قرآن مکمل کیا۔ پھر آپ اپنی والدہ کے ہمراہ حج کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ اور وہاں سے مولانا منہاج الدین کی مسجد میں مزید تعلیم کے لئے ملتان تشریف لے گئے۔

۱۸ سال کی عمر میں آپ کے ساتھ ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں بیٹھے ایک کتاب بعنوان "نافع" پڑھ رہے تھے، کہ ایک اجنبی مسجد میں داخل ہوا۔ اس ولی کی پیشانی نُور سے منوّر تھی۔ انہیں دیکھ کر نوجوان فریدؒ احتراماً کھڑے ہو گئے۔ جب شیخ الاسلام نے اپنی نماز پڑھ لی تو وہ بابا فریدؒ کے پاس آئے۔ اور فرمایا "مسعود! یہ کیا پڑھ رہے ہو"۔ بابا صاحبؒ نے جواب دیا "نافع"۔ شیخ الاسلام نے کہا: "تم جانتے ہو کہ نافع تمہیں نفع دے گی"۔

اس پر باادب بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "خادم کو حضور کی سعادت بخش نگاہوں کے اثر سے نفع حاصل ہوگا۔" اس باادب جواب کو سُن کر شیخ الاسلام حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ نے بے ساختہ نوجوان ولی کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ اس عزت افزائی کے لئے باباصاحب نے اپنا سر شیخ کے قدموں میں رکھ دیا۔ اور قدم بوسی کی۔

عین اسی وقت حضرت بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ بھی مسجد میں تشریف لائے۔ اور تینوں ولی آپس میں ملے۔ اس ملاقات کے اختتام پر شیخ الاسلام دہلی تشریف لے گئے۔ اور باباصاحب اُن کے ہمراہ گئے۔ وہاں پر انہیں بیعت کی سعادت سے سرفراز کیا گیا۔

کہا جاتا ہے کہ اُس مجلس میں کئی دوسرے مشائخ موجود تھے۔ مثلاً حضرت قاضی حمیدالدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا علاؤالدین کرمانی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ ملتان سے دہلی پہنچے اور لوگوں سے پوچھا: "کیا یہاں ایسا کوئی درویش ہے جن سے میں مل سکوں؟"

ایک شخص نے جواب دیا: "جی ہاں! یہاں شیخ الاسلام

Marfat.com

حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کے ایک مرید موجود ہیں۔ جو ہر وقت یادِ حق میں رہتے ہیں۔" راستے میں کسی نے انہیں ایک انار پیش کیا۔ انار ہاتھ میں لئے شیخ جلال الدین تبریزی رحمتہ اللہ علیہ باباصاحبؒ سے ملے۔ دونوں بیٹھ گئے۔ شیخ جلال الدین تبریزیؒ نے انار کو کاٹ کر باباصاحب کو پیش کیا۔ لیکن روزہ کی وجہ سے آپ اُسے کھا نہیں سکتے تھے۔

کچھ دیر بعد درویش اٹھ کر چلے گئے۔ بابا فرید رحمتہ اللہ علیہ کو انار نہ کھانے کا ملال تھا لیکن عین اُسی لمحے آپؒ نے، انار کا ایک دانہ اپنے سامنے پڑا ہوا دیکھا جس کو آپ نے اپنے افطار کے لئے استعمال کیا جیسے ہی آپ نے وہ دانہ اپنے مُنہ میں رکھا آپ کا دل روشنی سے منوّر ہوا۔ اس سے باباصاحب کو اور زیادہ افسوس ہوا کہ انہوں نے پیش کئے جانے پر پورا انار کیوں نہیں کھایا۔ آپ نے اس پورے واقعہ کا ذکر اپنے مُرشد سے کیا۔ آپؒ ہلکا سا مُسکراتے اور فرمانے لگے۔ "بابا فرید! وہ دانہ جو آپ نے کھایا تھا۔ صرف اُسی دانے میں آپ کے لئے روشنی تھی۔ وہ آپ ہی کے لئے تھا۔ اور وہ آپ کو مل گیا۔" یہ وہی وقت تھا جب حضرت معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ (جو حضرت بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کے مُرشد تھے)۔ دہلی تشریف لائے۔ اور باباصاحبؒ سے اُن کی ملاقات ہوئی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ سے فرمایا: "بختیارؒ! تم نے ایک ایسے شہباز کو گرفتار

Marfat.com

کیا ہے، جو سدرۃ المنتہیٰ کے سوائے کہیں آشیانہ نہ بنائے گا، فرید ایسا چراغ ہے جو خانوادۂ درویش کو منور کرے گا"۔

پھر حضرت بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مُرشد سے عرض کیا کہ وہ بابا فرید رحمتہ اللہ علیہ کے لئے دُعا فرمائیں۔ اس پر خواجہ اجمیری نے فرمایا: "آیئے! ہم دونوں اِسے نعمتِ فیض عطا کرتے ہیں"۔ اس توجہُ خاص کے بعد خواجہ بختیار کاکی نے بابا فرید سے فرمایا کہ وہ اپنا سر اُن کے مُرشد کے قدموں میں رکھیں۔ ہر ولی یہ بخوبی علم رکھتا ہے کہ مُرشد کا احترام راہِ طریقت کا پہلا قاعدہ ہے۔ تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بابا صاحبؒ اپنے پیر اور دادا پیر کا کامل ادب نہ کرتے۔ بابا صاحبؒ کی عبادتوں اور ریاضتوں نے بھی اُن کو رُوحانی بلندیوں تک پہنچایا۔

ایک بار آپؒ نے ایک گہرے کنویں میں چلّہ معکوس بھی کیا۔ جس میں آپؒ نے اپنی ٹانگوں کو ایک رسّی سے لپیٹا، اُس رسّی کو ایک درخت سے باندھا اور خود کنویں میں چالیس راتوں تک اُلٹا لٹکے۔ اور ذکر اللہ میں مصروف رہے۔ دہلی میں عبادت کے باعث آپ اتنے کمزور پڑ گئے کہ جس وقت حضرت معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ جب دہلی تشریف لائے اور بابا صاحبؒ سے ملنے آئے، تو حضرت بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کے نوجوان مرید صرف لاٹھی کے

Marfat.com

سہارے سے اُٹھ کر کھڑے ہو گئے ۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ ہر وقت روزہ رکھتے تھے۔ اور رمضان کے دوران ہر رات تراویح میں ایک قرآن ختم فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ آپؒ نے تائی کے روزے رکھے جس میں افطار صرف پانی سے کیا جاتا ہے۔ اس قسم کا روزہ مسلسل تین یا زیادہ دن تک رکھا جاتا ہے۔ اور کھانا فقط اُن تین یا زائد دنوں بعد کھایا جاتا ہے۔

ایک مرتبہ بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے یہ روزہ تین دن تک رکھا تھا۔ آخری دن آپؒ نے روزہ کچھ کھانے سے افطار کیا، جو کسی شخص نے بھیجا تھا۔ لیکن جونہی آپ نے وہ کھانا تناول فرمایا آپ کو قے ہوئی۔ بابا صاحبؒ نے اس کا ذکر اپنے مُرشد سے کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ کھانا ایک شرابی نے بھجوایا تھا، لیکن اللہ نے انہیں محفوظ رکھا۔ پھر مُرشد نے آپؒ کو حکم دیا کہ تین روزے مزید رکھیں اور تین دن بعد روزہ اُس کھانے سے کھولیں، جو اللہ آپ کے لئے بھیجے گا۔

ہوا یہ کہ تین دن بعد کھانے کو کچھ نہ تھا، جیسے جیسے رات گزرتی گئی، بابا صاحبؒ کی کمزوری بڑھتی گئی۔ اس قدر زیادہ کہ، بے صبری کے عالم میں آپ نے فرش پر پڑی ہوئی کچھ کنکریاں اٹھائیں اور اپنے مُنہ میں ڈال لیں۔ لیکن آپ کو یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ

Marfat.com

وہ کنکریاں شکر میں تبدیل ہوگئیں۔ اس لئے آپ نے انہیں فوراً منہ سے نکال لیا۔ مگر آدھی رات کے قریب بھوک نے آپ پر پھر غلبہ کیا اور ایک بار پھر کنکریاں اُٹھا کر اپنے مُنہ میں ڈال لیں۔ وہ پھر شکر میں تبدیل ہوگئیں۔

جب آپ رحمتہ اللہ علیہ نے یہ معاملہ اپنے مرشد کی خدمت میں بیان کیا تو انہوں نے فرمایا "مسعودؒ! یہ دستِ غیب ہے، جاؤ تم ہمیشہ میٹھے ہی رہو گے شکر کی طرح"۔ اپنی ریاضت کے اختتام پر باباصاحبؒ، مرشد کی دُعاؤں کے ساتھ ہانسی کی طرف نکل پڑے۔ آپ کچھ عرصے بعد پھر دہلی تشریف لائے، ایک ایسا وقت جب آپ کے مُرشد اس جہانِ فانی سے رُخصت ہو چکے تھے۔ لیکن آپ جلد ہی ہانسی لوٹ آئے۔ آپ کو ہانسی میں وہ خاموشی بھی نہیں مل سکی جو آپؒ کو عبادت کے لئے درکار تھی۔

اس لئے آپؒ اجودھن کے لئے روانہ ہوئے۔ جسے آج کل پاک پتن شریف کہتے ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ وہاں سولہ سے بیس سال تک مقیم رہے۔ اپنے آخری ایام تک۔ اجودھن اُس زمانے میں دریائے ستلج کے کنارے ایک قدیم شہر تھا۔ باباصاحبؒ کچھ عرصے تک ایک قریبی جنگل میں رہے، اور لوگوں سے خود کو دُور رکھا۔ لیکن کچھ عرصے کے بعد اپنے دروازے سب کے

Marfat.com

لئے کھول دیئے۔ وہاں کے مقامی لوگوں کا تعلق دراصل ہندوؤں کی اچھوت ذات سے تھا۔

جلد ہی آپ کی شہرت بڑھنے لگی۔جس کے باعث وہاں رہنے والے کچھ تنگ نظر مسلمان علماء ناراض ہو گئے۔اجودھن کے قاضی کے دل میں باباصاحبؒ کے لئے حسد تھی۔اور ایک بار وہ ملتان کے عُلماء کے پاس گیا اور اُن سے کہا کہ وہ ایک ایسے شخص کے خلاف فتویٰ جاری کریں جو پڑھا لکھا ہو، جو ایک مسجد میں رہتا ہو، موسیقی سُنتا ہو اور رقص کرتا ہو۔

جب علماء نے اُس شخص کا نام پوچھا اور انہیں معلوم ہوا کہ یہ باباصاحبؒ ہیں، جن کے بارے میں قاضی بات کر رہا ہے، تو انہوں نے فتویٰ دینے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ: "باباصاحبؒ پر ایک مجتہد بھی اُنگلی نہیں اٹھا سکتا۔"

اگر آپ باباصاحبؒ کی زندگی پر نظر ڈالیں تو آپ کو کئی ایسے واقعات نظر آئیں گے، جن سے اُن کے رُوحانی مقام کا اندازہ ہوگا۔ایک مرتبہ مُلّا کے دل میں باباصاحبؒ کے خلاف حسد پیدا ہوئی۔ایک دن باباصاحبؒ نے اس سے پوچھا کہ: "مولوی صاحب کیا آپ جانتے ہیں کہ اسلام کے ستون کتنے ہیں"؟ اس پر مولوی نے طنزیہ لہجے میں جواب دیا کہ ہر ایک کو پتہ ہے کہ اسلام کے پانچ

ستون ہیں۔"

"تو وہ کون کون سے ہیں"؟ باباصاحبؒ نے پوچھا مولوی صاحب نے جواب دیا کلمہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج۔" لیکن آپ تو چھٹے رُکن کو بھول رہے ہیں۔ یعنی "روٹی" کو۔ باباصاحبؒ نے فرمایا۔ یہ سُن کر مولوی صاحب ناراض ہو گئے۔ اور اُٹھ کر چلے گئے۔

خُدا کا کرنا ایسا ہوا کہ یہ مولوی حج کے لئے روانہ ہوا اور مکّہ میں جا کر قیام کیا۔ اور وہاں سات حج بھی کئے۔ واپسی کے سفر کے دوران اس کا جہاز ڈوب گیا۔ اور لہروں نے اُسے ساحل تک پہنچا دیا۔ قرب و جوار میں زندگی اور آبادی کے کوئی آثار نظر نہیں آرہے تھے۔ کئی دن کی بھوک کے باعث مولوی کا بُرا حال تھا اور قریب تھا کہ وہ گر جاتے، کہ اُس نے ایک آدمی کو اپنی طرف آتا دیکھا جو کھانا بیچ رہا تھا۔

مولوی نے اس سے کھانے کی بھیک مانگی، لیکن اس آدمی نے اس کے لئے پیسے طلب کئے۔ مولوی نے اُسے اپنی بے بسی دکھائی، جس پر اُس آدمی نے اُس سے پوچھا کہ وہ کہاں سے آیا ہے۔ مولوی نے اُسے اپنے سات حج کے متعلق بتایا۔ اُس آدمی نے پھر اس سے ایک عجیب چیز مانگی۔ اُس نے کہا کہ آپ مجھے

Marfat.com

اپنے سات حجوں کا ثواب دے دیں۔ میں آپ کو کھانا دوں گا۔

جس پر مولوی راضی ہوا۔ کچھ دنوں کے بعد وہی آدمی لوٹ کر آیا اور رقم کی ادائیگی کے بدلے اُس کی زندگی بھر کی نمازوں کا ثواب لے کر چلا گیا۔ اور پھر کچھ دنوں بعد اس کی زکوٰۃ کا ثواب بھی لے گیا۔ مولوی کو اُس کی ہر ایک بات کو تسلیم کرنا پڑ رہا تھا۔

چوتھی دفعہ وہ آدمی پھر آیا اور مولوی سے کہنے لگا کہ وہ اُسے باقاعدہ کاغذ پر لکھ کر دے کہ اُس نے واقعی حج، نماز اور زکوٰۃ کا ثواب اُس کو دے دیا ہے۔ مولوی نے اس حکم کی بھی تعمیل کر دی۔

اب کچھ دنوں بعد مولوی کو ایک اور جہاز ملا، جس کے ذریعہ وہ بہ حفاظت گھر پہنچ گیا۔ کچھ عرصے کے بعد اُس کی ملاقات بابا صاحبؒ سے ایک مجلس میں ہوئی۔ دورانِ گفتگو بابا صاحبؒ نے اس سے پوچھا: "مولوی صاحب! اسلام کے کتنے سُتون ہیں"؟ اُس نے جواب دیا کہ پانچ۔ اس پر بابا صاحبؒ نے فرمایا: "آپ چھٹے رُکن یعنی روٹی کو کیوں بھول جاتے ہیں؟ مولوی صاحب بولے ایسا کوئی رُکن نہیں ہے۔

اس پر بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: "آپ کیا

Marfat.com

کہیں گے کہ اگر میں ثابت کروں کہ ایک اور رُکن ہے؟" پھر پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک کتاب کھولی اور مولوی صاحب کو قریب بُلاکر اُسے ایک کاغذ دکھایا۔

مولوی یہ دیکھ کر بے حد پریشان ہوا کہ یہ تو وہی کاغذ تھا، جس میں اُس نے لکھا تھا کہ اُس نے اپنے حج، نماز، اور زکوٰۃ کا ثواب، ایک اجنبی کو روٹی کے ایک ٹکڑے کے بدلے میں دے دیا تھا۔ یہ دیکھ کر مولوی اپنے گھٹنوں کے بل گر گیا اور اُس عظیم ولی سے اپنی غلطی اور تکبّر کی معافی مانگی۔

ایک بار خانقاہ میں نمک نہیں تھا۔ اس وقت حضرت نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ جو باباصاحبؒ کے مُرید تھے۔ اُن کے ذمے ڈیلے (ایک قسم کا پھل) پکانا تھا۔ انہوں نے ایک پیسے کا نمک اُدھار خریدا۔ جب باباصاحبؒ نے پہلا نوالہ مُنہ میں ڈالا، تو ایک دم سے رُک گئے اور فرمانے لگے: "اس کھانے میں کوئی گڑ بڑ ہے۔" یہ سُن کر حضرت نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کانپ گئے، اور عرض کیا "میں نے بڑی احتیاط برتی ہے کہ اس میں کوئی خرابی پیدا نہ ہو۔"

اس پر باباصاحبؒ نے فرمایا: "آپ نے نمک کہاں سے لیا تھا؟" جب حضرت نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ نے اُدھار

کے بارے میں بتایا تو باباصاحبؒ نے فرمایا: ''اپنی لذتِ نفس پورا کرنے کے لئے درویش قرض پر فاقہ کو ترجیح دیتا ہے۔ قرض اور قناعت میں بڑا فرق ہے۔ یہ دونوں ایک ساتھ نہیں رہتے۔''

باباصاحب رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: ''اگر کوئی ایسی شے ہے جسے دوزخ میں جانا چاہئے، تو وہ ہے دنیاداری جھوٹ بددیانتی، خودغرضی اور طمع لاتی ہے دلوں میں۔ ہمیشہ اپنے ظاہر اور باطن کو ایک رکھیں۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ درویشی کی ایسی زندگی بسر کیا کرتے تھے کہ انہیں رمضان میں مشکل سے ہی ایک پوری روٹی ملتی۔ مگر آپ رحمتہ اللہ علیہ کی فیاضی کی بھی کوئی حد نہ تھی۔ جو کچھ بھی خانقاہ میں آتا وہ فوراً ہی غریبوں میں تقسیم کیا کرتے تھے اور کسی کو بھی خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے۔

باباصاحب رحمتہ اللہ علیہ کے اخلاق بھی بہترین تھے اور ایسا کیوں نہ ہوتا؛ آخر اللہ آپ کو اتنے پیار سے گنج شکر بھی کہا کرتے تھے۔ سلسلۂ چشتیہ کی دو اہم شاخیں یعنی صابریہ اور نظامیہ بھی آپ کے وسیلے سے شروع ہوئیں۔

صابریہ آپ کے خصوصی مرید اور بھانجے حضرت صابر پیا رحمتہ اللہ علیہ کو دی گئی تھی۔ اور نظامیہ شیخ حضرت نظام الدین اولیاء

Marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ کو عطا ہوئی ۔ اپنے گھر سے دینی علم اور درویشی کے باعث بابا صاحبؒ ایک شاعر اور مصنف بھی تھے ۔ آپ کے کلام کی گہرائی اور عارفانہ رنگ ہمیشہ اللہ کے عاشقوں کے دلوں کو گرماتا رہے گا ۔

ع بولے شیخ فرید پیارے اللہ لاگے
ایہی تن ہوسی خاک نمانی گور گھرے

"شیخ فرید کہتے ہیں کہ اے دوست ! اللہ سے لو لگا کے
تیرا جسم مٹی ہو جائے گا اور یہ غریب قبر تیرا گھر ہو گا ۔"

یہ سخت ریاضت اور مشکل زندگی تھی، جس نے آخر بابا صاحبؒ کی صحت پر اثر کیا ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جان سجدے کی حالت میں ان الفاظ کے ساتھ دے دی کہ " یا حیؑ یا قیوم " اس وقت آپ کی عمر شریف ۹۵ سال کی تھی ۔ آپ اللہ کے گنج شکر تھے ۔ بے شک جو بھی آپ سے دل کی گہرائی سے محبت کرے گا اسے بھی وہی مٹھاس اپنی زندگی میں ملے گی جو بابا فرید گنج شکرؒ میں ہر وقت موجود رہتی تھی ۔

آئیے ہم سب مل کر بابا صاحبؒ کے صدقے اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ کریم ! بابا صاحب کے درجات بہت بلند کیجئے ۔

Marfat.com

اے اللہ کریم! ہمارے دلوں کو اپنے ذکر سے منوّر فرمائیے۔

اے اللہ کریم! قرآن کی آیات اور سُنّت کے الفاظ یا حق کی آواز سُنتے وقت ہمارے دلوں کو روشن فرمائیے اور ہمارے ایمان کی روشنی میں اضافہ فرمائیے۔ اے اللہ کریم! ہماری عبادت کو عرشِ تک رسائی نصیب فرمائیے۔

اے اللہ کریم! ہمیں ایک لمحے کے لئے بھی اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ سے بھٹکنے نہ دیجئے۔ ہمیں اپنے علم و دین کو سیکھنے اور سکھانے کی کوشش کرنی، اور اس کے سیکھنے کی طلب کی توفیق عطا کر دیجئے۔ دینِ اسلام سے محبت کرنے میں ہماری مدد کیجئے۔ جس طرح آپ نے اور آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا ہے۔

اے اللہ کریم! اپنی فیاضی سے ہمیں ایمان کی دولت عطا کیجئے اور ہمیں اُن لوگوں میں شامل فرمائیے جو کامیاب ہوتے ہیں۔ اور جو آگ سے نجات پاتے ہیں۔

آمین!

Marfat.com

۱۷ دسمبر ۲۰۱۰ء (۱۴۷)

عاشورہ

شروع اللہ کے بابرکت نام سے اس کی پاکی سب چیزیں بیان کرتی ہیں، جو کچھ زمین اور آسمان میں ہیں ۔ اس کے لئے سچی بادشاہت اور اس کے لئے لامحدود تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے ۔ وہی تو ہے جس نے تم سب کو پیدا کیا ۔ تم میں کوئی کافر ہے اور کوئی مومن ۔ اور اللہ خوب دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو ۔ (سورۃ التغابن : ۲-۱)

دُرود و سلام اللہ کی رحمت پر، اُن پر جو امام الصالحین، خاتم النبیّین اور شفیع المذنبین ہیں ۔ وہ جنہوں نے اپنی اُمت کو صبر و شکر کا سبق دیا ہے، اور بے شک وہ تمام معلمین میں سب سے بہترین ہیں ۔

سلام، رحمت اور برکتیں ہوں آپ کے لئے اور آپ کے پیاروں کے لئے، سلامتی اُن سب پُرنم آنکھوں اور اُن نوحہ کرتے دلوں پر جو عاشقِ حسینؓ اور عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔

Marfat.com

سال ۱۴۳۲ ہجری کا آغاز ہو چکا ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکّہ سے مدینہ ہجرت کئے ہوئے ۱۴۳۲ سال ہو چکے ہیں۔ اور حضرت امام حسین ابنِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کو ۱۳۷۱ برس گزر چکے ہیں۔

آپ سب نے یہ ضرور دیکھا ہوگا کہ ہر وہ چیز جو اصلی ہے وہ خراب نہیں ہوتی۔ اس کی چمک اور معیار میں فرق نہیں آتا۔ چاہے کتنا ہی وقت گزر جائے۔ مثال کے طور پر خالص سونے کی چمک اور خوبصورتی کبھی ختم نہیں ہوتی۔ اس کی قدر کبھی کم نہیں ہوتی۔ ایک سچا ہیرا ہمیشہ ہیرا ہی رہتا ہے، اس کی جگمگاہٹ کبھی ماند نہیں پڑتی، چاہے کتنے ہی سال کیوں نہ بیت جائیں اور یہی ہے معیار خالص اور نقلی صحیح اور غلط اور حق اور باطل کے درمیان فرق کو جانچنے کا، یہی معیار لوگوں کو جانچنے کا بھی ہے۔ یعنی سچّے اور پاک، بُرے اور ناپاک لوگوں کے درمیان کے فرق کا۔

وقت ہمیشہ سچّائی کو ظاہر کرتا ہے، جھوٹ اور فریب، چاہے کوئی کتنی ہی کوشش کرے، چھُپے نہیں رہ سکتے۔ یہ ہمیشہ دُنیا کو دکھاتے جاتے ہیں۔ کربلا کی حقیقت اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معصومیت ایک اعلیٰ ترین ثبوت ہے۔ اور یہ ثبوت وقت ہے۔ یعنی وقت کربلا کے درد کو ذرہ بھر بھی کم نہیں کر سکا۔ حقیقت

تو یہ ہے کہ یہ زخم اتنا ہی تازہ اور تکلیف دِہ ہے جتنا کہ ہمیشہ سے تھا۔

دل میں ہو درد تو دُعا کیجئے
بن جائے دل ہی درد تو کیا کیجئے

یہ درد وقت کے خاتمے تک باقی رہے گا، یہ درد تو اللہ کے عاشقوں کے لئے ایک نعمت ہے، جی ہاں اس درد کو وہ سب دل سے لگائے رکھتے ہیں، جو جانتے ہیں کہ یہ درد کیسا درد ہے۔ یہ دردِ عشق ہے، شدید عشق کا درد، یہ ایک ایسا درد ہے جو دل کو اس طرح چیرتا ہے، جس طرح خنجر گوشت کو کاٹتا ہے۔ ایک گہرا اور تکلیف دِہ درد، یہ عشق کا درد ہے۔ یہ اللہ کے عشق کا درد ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے اہلِ بیت کے عشق کا درد ہے۔

صدقِ خلیلؑ بھی ہے عشق صبرِ حسینؓ بھی ہے عشق
معرکۂ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

جو ایک بار اس جامِ عشق کا ایک چھوٹا سا گھونٹ بھی پیتے ہیں، وہ پھر کبھی بھی کوئی اور چیز پینا پسند نہیں کرتے۔ یہی ہے وہ چیز جو اس دن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے پی لی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک خاص قسم کا جامِ عشق پیا تھا۔ آپ رضی اللہ

عنہ اور سب بہتر (۷۲) عاشقین نے یہ جامِ عشق اس طرح پیا تھا کہ ان کی ابد تک کی پیاس بجھ گئی تھی۔

اس دُنیا میں بے شمار المیے گزرے ہیں۔ کئی معصوم تو مارے جا چکے ہیں، کئی لوگوں کو لوٹا گیا ہے، اور کئی لوگوں پر ظلم کیا گیا ہے۔ البتہ لوگ ان کو مشکل سے یاد رکھتے ہیں۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ کربلا آج تک خون آلود ہے۔ اب تک آنسو کیوں خشک نہیں ہوئے ہیں۔ اور دلوں میں وہی دھاڑتا ہوا درد کیوں ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کربلا والوں کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی۔ اس مقدس ہستی سے تھی جو رحمۃ اللعالمین ہیں اور جن کا دل پھول کی ایک پنکھڑی کی طرح اس قدر نازک ہے کہ اللہ نے انہیں بڑے پیار سے رؤف الرحیم کہا ہے اور جو اپنی اُمت کے لئے جئے اور جنہوں نے زندگی بھر اپنی اُمت کے لئے تمام مشکلات اور صعوبتیں برداشت کیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت سے معلوم تھا کہ ان کی اُمت اُن کے پیارے فرزند کے ساتھ کیا سلوک کرے گی لیکن پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے اس المیے کو روکنے یا اپنے نواسے کی جان بچانے کی درخواست نہ کی۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ باطل کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ جھوٹ کا پردہ چاک کرنا چاہیئے اور فقط

سچ کو جیتنا چاہیئے۔ لیکن اس کے لئے کسی نہ کسی کو قربانی دینی ہو گی، تو پھر وہ شخص ان کا اپنا نواسہ کیوں نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی اُمت کے خاطر قربان کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن معصوم جانوں کا لہو صرف اپنی اُمت کے لئے بہنے دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھلسا دینے والی خاک کو ان چہروں پر مَس ہونے دیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھے۔ اور یہ سب اپنی اُمت کے لئے ہونے دیا۔

شہادت کیا ہے اِک ورثہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے کا
کوئی شکوہ نہ تھا مولا کو اعداء کے ستانے کا
شہادت ان کی وجہ ناز وہ نازِ شہادت تھے
نیا عنوان تھے وہ حق و باطل کے فسانے کا

تو پھر ایسے شخص کے لئے کیا انعام ہونا چاہیئے، جنہوں نے اُمت کے لئے اپنی زندگی قربان کی۔ جنہوں نے اُمت کی بھلائی کے لئے اپنا ایک ایک لمحہ نچھاور کیا۔ آپ ایسے شخص کے احسان کا بدلہ کس طرح چکا سکتے ہیں۔ یا پھر اُمت نے اُن کے احسان کا بدلہ کیسے دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اُمت نے اس کا بدلہ بے حسی کی صورت میں دیا۔ ایک دوسرے کے لئے ان کے درمیان بغض

Marfat.com

اور عدم برداشت کے باعث. وہ اپنے سچے دین سے دُور ہوگئے اور اپنی دنیاوی خواہشات کو اپنے دلوں پر غالب ہونے دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لوگ دُنیا کے ہو کر رہ گئے۔ اور ایسا ہونے کے لئے انہوں نے اپنی آنکھیں 'اپنے کان، اور اپنے دلوں کو بند کر دیا۔ وہ اللہ کی راہ کو دیکھنا نہیں چاہتے۔ جو ہر وقت اپنے نُوری جلوے کے ساتھ موجود ہے۔

وہ حکمت اور نصیحت کی کوئی بات سُننا نہیں چاہتے، تاکہ وہ ان کی زندگیوں کی لذتوں کے آڑے نہ آئیں۔ اور وہ اپنے اللہ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے درد کو محسوس کرنا نہیں چاہتے۔ تو انہوں نے کیا کیا ؛ انہوں نے خود کو اپنے دین سے دُور رکھ لیا اور اپنے اللہ اور اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دُور ہوگئے۔ لیکن کیا اُن کو اس سے کوئی فائدہ پہنچا۔ جی نہیں، انہیں کچھ نہیں ملا۔ ان کی زندگیوں سے اس بے حسی کے باعث برکت اُٹھ گئی۔ وہ دنیاوی خوشیوں کے پیچھے بھاگتے رہتے ہیں۔ لیکن انہیں کوئی شے بھی خوشی نہیں دلا سکتی ہے۔

وہ اپنی اس ناخوشی کو ختم کرنے کے لئے پھر کسی اور خوشی کے پیچھے دوڑتے ہیں۔ لیکن (اس کے برعکس) اس رُوح کی پیاس ان دنیاوی خوشیوں سے کس طرح بجھ سکتی ہے۔ جو ہر وقت اللہ اور اس کے

Marfat.com

حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو ڈھونڈ رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی رُوحیں ہمیشہ پیاسی اور غمزدہ رہتی ہیں۔ وہ اس دُنیا میں بھی خسارے میں رہے اور آخرت میں بھی محروم رہیں گے، انہیں کوئی بھی شے فائدہ نہیں پہنچائے گی۔ اور ان کا انجام ایسا ہی ہوگا۔

کاش کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے سبق حاصل کرتے اور کاش وہ کربلا میں پیش کی گئی قربانی سے کوئی سبق سیکھتے۔ لیکن کربلا سے سبق سیکھنے سے پہلے آپ کو پہلے درد کو محسوس کرنا پڑے گا۔ شدید اور تڑپا دینے والے درد کو۔ تب جا کر آپ اس سبق اور اس قربانی کو سمجھ سکیں گے۔

آئیے وقت کے ساتھ ۱۳۷۱ سال پیچھے چلتے ہیں ۱۰ محرم ۶۱ ہجری تک اس جگہ جسے کربلا کہتے ہیں۔ یعنی کرب و بلا! جی ہاں اس جگہ چلیں جہاں یہ واقعہ ہوا تھا۔

غریب و سادہ و رنگین ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؓ ابتدا ہے اسماعیلؑ

کیا آپ کو اس جھلسے ہوئے صحرا میں چند خیمے نظر آرہے ہیں۔ سورج اپنے شباب پر ہے۔ اور اپنی گرمی کو اس طرح اُگل رہا ہے کہ جیسے وہ آنے والے المیے کو برداشت نہیں کر سکتا ہے،

Marfat.com

مگر خیموں میں ایک عجیب سی خاموشی چھائی ہوئی ہے۔ جو وہ
کہہ رہی ہے، جنہیں کوئی الفاظ بیان نہیں کرسکتے۔ ایک خاموشی
جو کہہ رہی ہے، اد بزدلو! ہم اہل بیت ہیں۔

کیا تم سمجھتے ہو کہ تم ہمیں ڈرا سکتے ہو یا تم ہمیں جھوٹ یا
باطل کو ماننے پر مجبور کرسکتے ہو، کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ہم کون
ہیں؟ ہماری رگوں میں علیؓ شیرِ خدا کا لہو دوڑ رہا ہے۔ ہم اللہ
کے شیر ہیں، کیا آپ کو نظر آرہا ہے کہ ان خیموں میں سے کن کی
آنکھیں جھانک رہی ہیں؟ یہ ننھی سکینہ کی آنکھیں ہیں جو اس
بات پر حیران ہیں کہ ان کے لب اتنے خشک کیوں ہیں، جب کہ
قریب ہی سے دریا اپنی پوری قوت سے بہہ رہا ہے۔ جب کہ سارے
یزیدی سپاہی بڑی آزادی سے اس میں سے پی رہے ہیں۔ جبکہ تمام
گھوڑے اور اونٹ پانی سے تر بہ تر ہیں۔

پھر ان کے اپنے لب کیوں اتنے سوکھے ہوئے ہیں اور ان
کے چھوٹے بھائی علی اصغرؓ بغیر آواز کے کیوں رو رہا ہے۔ اس کی زبان
پیاس کے مارے کیوں باہر نکلی ہوئی ہے اور ان کے چچا عباسؓ
اس خیمے کے آگے کیوں پڑے ہوئے ہیں! ابھی کچھ منٹ پہلے انہوں
نے وعدہ کیا تھا کہ وہ ان کے لئے پانی لائیں گے، تو پھر کیوں وہ
اب خاموش ہیں؟ جی ہاں یہی سوالات سکینہ کی خوبصورت آنکھیں

Marfat.com

پوچھ رہی تھیں۔

اور کیا آپ اس باوقار خاتون کو دیکھ سکتے ہیں جو سکینہ کے پاس کھڑی ہیں، وہ بھی باہر اس جانب جھانک رہی ہیں۔ جہاں ان کے جگر گوشے موجود ہیں، جہاں ان کے پیارے موجود ہیں، کیا آپ ان کی آنکھیں دیکھ سکتے ہیں، ان میں اتنا درد کیوں نہیں شاید اس لئے کہ ان آنکھوں نے اپنے دو ستاروں یعنی محمد اور عون کو بے جان ہاتھ میں دیکھا ہے۔ خون میں لت پت، خیموں کے قریب۔

لیکن اگر آپ غور سے دیکھیں تو آپ کو اس درد کے علاوہ ان آنکھوں میں ہمت اور گہری محبت کے شرارے بھی دکھائی دیں گے۔ یہ ہمت انہیں اپنے والد سے ملی ہے۔ کیوں کہ یہ زینب بنتِ علی ابنِ ابوطالبؑ ہیں۔ اور محبت ان کے جان سے پیارے حسینؑ کے لئے ہے۔

کیا آپ کو کچھ سُنائی دے رہا ہے، یہ آواز کیسی ہے، یہ کون ہیں جو بڑی بہادری سے دشمنوں کی طرف سے واپس آرہے ہیں، ایسے لگتا ہے کہ جیسا ایک چاند آسمان پر نمودار ہوا۔ اور چاند جیسا کیوں نہ ہوتے یہ آخر اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی مشابہ تو تھے۔ یہ تھے ۱۸ سالہ نوجوان علی اکبرؑ جو اس طرح دکھائی دیتے تھے۔ ابھی چند ہی لمحے پہلے ان کے والد، امامِ عالی مقام نے انہیں اپنے ہاتھوں سے

یزیدی لشکر کے ۲۲۰۰۰ سپاہیوں سے لڑنے بھیجا تھا۔

اے اُمتِ محمدی! یہ ہے حال اس دن کا، ۷۲ بمقابلہ ۲۲۰۰۰۔ اس مختصر سے وقت میں حیدرِ قرار کے پوتے اپنی شمشیر کے جوہر دکھا چکے تھے۔ لیکن پھر پیاس ناقابلِ برداشت ہوگئی، ان کے واپس آنے کی وجہ یہی تھی۔ وہ اپنے والد کے پاس آئے اور کہنے لگے "العطش، العطش (یعنی پیاس پیاس) فقط پانی کے چند قطرے۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ میں دشمن کے لشکر کی صفوں کو کس طرح تباہ کرتا ہوں۔" لیکن ساقیٔ کوثر کے قافلے میں کوئی کس طرح پانی پا سکتا تھا۔ اس دن آلِ محمدی کے لئے پانی نہ تھا۔ ان کے لئے جو حوضِ کوثر کے مالک ہیں۔ پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں تھا حتیٰ کہ ان آنکھوں میں بھی جو بےچارگی کی حالت میں سوکھ گئی تھیں۔

پھر والدِ گرامی کو یاد آیا کہ ان کے شفیق نانا جان اس وقت کیا کرتے جب وہ پانی کے لئے روتے تھے۔ چنانچہ امام عالی مقام نے اپنی زبان اپنے تین دن کے پیاسے بیٹے کے منہ میں دیتے ہوئے فرمایا بیٹے! لو میری زبان اپنے منہ میں ڈال لو، جب کبھی میں پیاسا ہوتا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے منہ میں اپنی زبان مبارک دیا کرتے تھے۔ آج تم اس پیاس میں میری زبان چوس لو کہ شاید تسکین ہو جائے۔

Marfat.com

تو ہر ایک نے دیکھا کہ لشکرِ حسینؑ میں عمر کی کوئی اہمیت نہ تھی۔

حضرت علی ابنِ ابوطالبؑ کا خون اسی جوش اور ولولے کے ساتھ دوڑ رہا تھا، چاہے بوڑھا ہو، یا جوان۔ علی اکبرؑ کی تلوار ایک لمحے کے لیے بھی نہیں رُکی۔ لیکن کب تک؛ آخر اس جنگ میں ۷۲ کا مقابلہ ۲۲۰۰۰ سے تھا، آخرکار تلواروں اور نیزوں نے اس شہزادۂ امام کے مقدس جسم سے سارا خون نچوڑ لیا اور آپ کا جسم مبارک زمین پر گر گیا۔ امام عالی مقام وہاں پہنچے تاکہ:

بیٹے کو لے کر گود میں ابنِ بتولؑ اب
دیکھا کہ مٹ رہی ہے شبیہہ رسولؐ اب
آنسو بہا کے رکھ دیئے بیٹے کے لب پہ لب
فرمایا بیٹے چھوڑ کر جاتے ہو مجھ کو اب
دل سے گلے لپٹنے کی حسرت نکال دو
باہیں اٹھا کر باپ کی گردن میں ڈال دو

کیا آپ تصوّر کر سکتے ہیں کہ ایک باپ کے احساسات اس وقت کیا ہوں گے۔ جب وہ تپتی ہوئی ریت پر اپنے ایک ایک لختِ جگر کو اپنے ہاتھوں سے اس طرح رکھ رہا ہو، جیسے کہ کربلا میں خوبصورت سُرخ پھول کھلے ہوں۔ جن کی مہک سے تمام ارض و سماء معطر ہو گئے ہوں۔

Marfat.com

لیکن ابھی ظلم وستم ختم نہیں ہوا تھا۔ ابھی تو گلشن زہراؑ کی ایک چھوٹی سی کلی تھی جو اب تک سانس لے رہی تھی، یہ بھی ایک شیر تھا شیر خدا کے اگرچہ ابھی پالنے میں تھے۔ لیکن لہوئے محمدی انہیں وہاں کس طرح رُکنے دیتا۔ شہر بانو نے معصوم علی اصغرؓ کو ان کے باپ کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ ہو سکتا ہے کہ یزیدیوں کو یہ معلوم نہیں کہ ہمارے ساتھ اتنے چھوٹے بچے بھی ہیں۔ جیسے علی اصغرؓ جائیے اور یہ ان کو دکھائیے۔ شاید اس سے کسی نہ کسی کا دل پسیج جائے۔

تو اس طرح امام عالی مقام اپنے شہزادے، اپنے ۶ ماہ کے علی اصغرؓ کو لے کر لشکرِ یزید کے سامنے گئے اور ان سے فرمایا: "اے قوم جفا کار! میں تمہارے نبیؐ کا نواسہ ہوں اور یہ طفلِ صغیر میرا لختِ جگر ہے۔ اگر میں مجرم ہوں تو اس بچے کا کوئی جرم نہیں، اس کو تو پانی پلا دو۔ دیکھو شدّتِ پیاس سے اس کی کیا حالت ہو رہی ہے۔ پانی کے دو قطروں سے اس کا خشک گلا تر ہو سکتا ہے۔ اور چند قطروں سے بہتے ہوئے فرات میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ بچوں پر تو کافروں کو بھی ترس آجاتا ہے، اور تم تو مسلمان کہلاتے ہو۔ تم کو قسم ہے رُوحِ رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی، ٹپکا دو اس کے حلق میں دو بُوند آب کی۔"

اُس دن ابلیس بے حد مصروف تھا۔ اہلِ بیت کے جسموں پر

Marfat.com

ہر وار دراصل خود ابلیس کر رہا تھا۔ تاکہ اس ملعون نے جو اس وقت حرملا بن کاہل کے وجود میں موجود تھا، ایک تیر اس طرح نشانے پر چلایا جو معصوم علی اصغرؓ کے نازک حلق پر جا لگا۔ معصوم بچے نے اپنے والد کے ہاتھوں سے اُچھل کر آخری ہچکی لی۔

امام عالی مقام نے اپنے ننھے شیر کی طرف دیکھا اور اس تیر کو کھینچ کر اس کے حلق سے نکال لیا۔ خون کا فوّارہ اُبل پڑا جس سے والد کے ہاتھ رنگین ہو گئے۔ آپ نے آسمان کی جانب دیکھا اور خون کو ہوا میں اُچھال دیا۔ یہ خون فوراً ہی عرش تک پہنچ گیا اور اس نے عرش کو بھی گہرے سُرخ رنگ میں رنگ دیا۔ امام علی اصغرؓ کے خون کے رنگ سے بھر امام عالی مقام نے اپنی اس آخری کلی کو آہستگی سے شہید علی اکبرؓ کے پہلو میں رکھ دیا۔ گلزارِ کربلا میں ایک اور پھول کھِل اُٹھا۔ ؎

اے زمینِ کربلا! یہ تو بتا، کیا ہو گیا
بے زبان اصغرؓ تیری گود میں کیسے سو گیا

دراصل کون بیان کر سکتا ہے کہ اس دن کیا ہوا تھا۔ آپ کتابوں میں پڑھتے ہوں گے، یا ہو سکتا ہے کہ اپنے بڑوں سے سُنتے آ رہے ہوں گے۔ لیکن کربلا کے درد کو کون بیان کر سکتا ہے۔ حسینؓ کے درد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درد کو کون بیان کر سکتا ہے۔

جی ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں موجود تھے، اور ان کے علیؓ اور ان کی فاطمہؓ اور حسنؓ سب وہاں موجود تھے۔ اسی طرح تمام فرشتے اور جنتی گھوڑے، حور و غلمان بے صبری سے کربلا کی بارات کو لینے وہاں موجود تھے۔ آخر یہ بارات سلطانِ کربلا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یعنی جگر گوشۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حسین رضی اللہ عنہ کی بارات تھی۔

یہی وہ دن تھا جب شیرِ علیؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور نے اس گھوڑے پر آخری بار سواری کی تھی اِب کھونے کے لئے کچھ نہیں تھا۔ یکے بعد دیگرے تمام جواہر راہِ خدا میں پیش کئے جا چکے تھے۔ کیا ان کے نانا جان نے اپنے رب سے یہ وعدہ نہیں کیا تھا کہ: "اے ربّی! محمدؐ آپ کے ہیں، اسی طرح ان کی جان، ان کی آل اور ان کا سب کچھ آپ کا ہے"۔ یہی وہ دن تھا جب کربلا کے دُولہا نے اپنا وعدہ پورا کیا۔

کاش آپ اُن کی آنکھوں کو دیکھتے، اس کربلا والے دن، حسینؓ کی آنکھوں کو۔ وہ آنکھیں مخمور تھیں، ان کے نانا جان کی آنکھوں کی طرح، جامِ عشق سے مخمور، شرابِ عشق سے۔

یہ بازی عشق کی بازی ہے، جب چاہو لگا دو، جی چاہے
گر جیت گئے تو کیا کہنے، ہارے بھی تو بازی مات نہیں

اور کربلا کے وہ سُرخ گلاب اللہ کے لئے ان کا تحفہ تھے ۔ اس کے محبوب کے لئے ۔ اور پھر آخری ہدیہ، آخری گلاب پیش کر دیا گیا۔ رُخِ روشن حسینؓ آخری گلاب تھے ۔ جو بارگاہِ ذوالجلال میں پیش ہوئے تھے ۔ اگر آپ عشق کی تشریح جاننا چاہتے ہیں تو بس فاطمہؓ کے لال کی شہادت پر نظر ڈالیں ۔ یہ میرا آپ سے وعدہ ہے ، اس سے بہتر کوئی تشریح نہیں ہے ۔

نہ مسجد میں نہ بیت اللہ کی دیواروں کے سائے میں
نمازِ عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے میں

اے اُمّتِ محمدیؐ! یہی وہ دن تھا جب آسمان رویا تھا۔ جب زمین روئی تھی ۔ جب حُور و ملائک روئے تھے ۔ جب آسمان لہولہان تھا۔ جب زمین خون سے تر بہ تر تھی ۔ جب یزیدی کفّار کی آنکھوں میں خون اُتر آیا تھا ۔ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی سر بریدہ لاش سے خون بہہ رہا تھا۔ اس گردن سے خون بہہ رہا تھا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ بوسہ دیا کرتے تھے ۔

اور بیشک یہی وہ عمل ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن بھی کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لبوں نے آخری بار اپنے حسینؓ کی

Marfat.com

گردن کو اپنے حسینؓ کے لبوں کو بوسہ دیا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اپنے نُورالعین حسینؓ کے لئے یہ مُہرِ محبت تھی۔

یہ بازی عشق کی بازی ہے جب چاہو لگا دو جی چاہے
گر جیت گئے تو کیا کہنے ہارے بھی تو بازی مات نہیں
جس سج دھج سے کوئی مقتل میں گیا
وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے
اس جان کی کوئی بات نہیں

واقعہ کربلا آپ سب کے لئے ایک سبق ہے، وفا اور عشق کا سبق، جُرأت اور شجاعت کا سبق، حق و صداقت کا سبق۔ یہ سبق ہر زمانے کے لئے اور زمانے کے خاتمے تک کے لئے ہے۔ عَلَم الفتح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچم ہے، سلسلۂ نظامیہ نُوریہ کا پرچم، فتح کا پرچم۔ اس نے کالا رنگ بدر کے پرچم سے لیا ہے اور اس کی بھوری مُہرِ نبوت کربلا کی مٹی کے رنگ سے ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچم ہے، جو جلد ہی بیت المقدس پر لہرایا جائے گا۔ جس کے بعد دنیا کو ایک بار پھر ایک اور کربلا کا سامنا کرنا ہوگا۔ جس میں اہلِ نبیؐ کو اس لئے ہی شہید کیا جائے گا۔ تاکہ

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو بچایا جاسکے۔ وہ کربلا دجال کے خلاف برپا ہوگا اور وہ آخری جنگ ہوگی، جس کا نظارہ دنیا کرے گی۔ آپ سب کو علم الفتح مبارک ہو۔

خیر البشر پہ لاکھوں سلام
لاکھوں درود اور لاکھوں سلام
جن و ملائک تیرے غلام
سب سے سوا ہے تیرا مقام
یٰسین وطٰہٰ تیرے ہی نام
خیر البشر پہ لاکھوں سلام
لاکھوں درود اور لاکھوں سلام
سب کو میسر ہو یہ مقام
پہنچیں مدینے بن کر غلام
پڑھتے درود اور پڑھتے سلام
خیر البشر پر لاکھوں سلام
لاکھوں درود اور لاکھوں سلام
عرش و بریں تک چرچا ہے تیرا
شمس و قمر ہے صدقہ تیرا
اے ماہِ کامل حسن و تمام

Marfat.com

خیر البشر پر لاکھوں سلام
لاکھوں درود اور لاکھوں سلام
زلفوں کی خوشبو ہر سانس میں
جنت ہے دامن احساس میں
آنکھوں میں آنسو ہونٹوں پہ نام
خیر البشر پر لاکھوں سلام
لاکھوں درود اور لاکھوں سلام
جود و سخا کا پرچم تُو ہی
زخمِ جہاں کا مرہم تُو ہی
مشکل کشا ہے تیرا ہی نام
خیر البشر پر لاکھوں سلام
لاکھوں درود اور لاکھوں سلام
تیری ثناء ہے میرا نصیب
قربان تجھ پہ جانِ عظیم
تجھ پر تصرّف عالم تمام
خیر البشر پر لاکھوں سلام
لاکھوں درود اور لاکھوں سلام

غم سے بھرے ہوئے دل سے یہ دُعا اٹھتی ہے۔ اے

Marfat.com

نبیؐ کے نواسے جہاں تُو نے اپنا خون بہایا، جہاں تُو گھوڑے سے گرا، وہاں تُو نے گرتی ہوئی اُمت کو اُٹھایا۔

دعا ہے کہ اس سرزمین پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی بارش برسائے۔ جہاں امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنا خون بہایا محبت والے قیامت تک وہاں پھول برساتے رہیں گے، آنسوؤں کے نذرانے پیش کرتے رہیں گے۔

حسین ابنِ حیدرؓ پہ لاکھوں سلام
حسین ابنِ حیدرؓ پہ لاکھوں سلام
حسین ابنِ حیدرؓ پہ لاکھوں سلام

Marfat.com

۲۴ دسمبر ۲۰۱۰ء (۱۴۸)

اَسباب عروجِ یزید

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو سمیع و بصیر ہے۔ جو وہ سب دیکھ سکتا ہے جو دوسرے نہیں دیکھ سکتے۔ حتیٰ کہ دل کے اُس چھوٹے سے کالے دھبّے کو، اور معصوم دلوں میں گھُسنے والی چھوٹی سے چھوٹی سرگوشیوں کو بھی دیکھ اور سُن سکتا ہے۔ بے شک یہ وہی واحد ذات ہے، جو ان دلوں کو سرگوشیوں سے بچاتا ہے۔

درود و سلام ہوں نبیٔ محترم صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے محبوب پر، اُس کے عشق پر، اور اس خوبصورت تخلیق پر، جن کے لئے باقی تمام مخلوقات کو بنایا گیا۔

سلام، رحمت اور برکتیں ہوں آپ اور آپ سب کے پیاروں کے لئے، سلامتی ہو تمام عارفی اور نوریوں کے لئے، جو اللہ کی نوری مشعلیں ہیں اور جو اپنے اطراف اللہ کے نورانی پیغام کو پھیلانے کے ذمہ دار ہیں۔

ایک اچھی شروعات کا ایک اچھا اختتام بھی ہوتا ہے۔ اگر

آپ کوئی کام اللہ کا نام لے کر شروع کرتے ہیں۔ یعنی بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝ سے، تو پھر اُس کام میں اللہ کی برکت شامل ہو جاتی ہے۔ اگر آپ جو کچھ بھی کر رہے ہیں، وہ اچھی نیت سے کر رہے ہیں تو اُس کام کے اچھے ہی نتائج نکلیں گے۔ گویا اچھی نیتیں آپ کو نقصان کبھی نہیں پہنچاتیں۔

کسی بھی قسم کی نیکی، بڑی یا چھوٹی ہو وہ دل کی سکینت کا باعث ہوتی ہے۔ لیکن آپ کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ وہ نیکی فقط اللہ کے لئے کی جائے اور نتائج کی امید بھی اسی سے کی جانی چاہیئے۔ اگر آپ کسی کے لئے نیکی کر رہے ہیں تو اس بات کی توقع نہ رکھئے کہ کوئی آپ کو اس کا بدلہ دے گا یا برابری کے جذبے سے دے گا۔

اگر آپ اپنے اطراف کے لوگوں سے کی جانے والی نیکیوں کے بدلے کی توقع رکھنا شروع کریں گے تو پھر دل شکنی کے لئے تیار رہیئے۔ کیوں کہ لوگ لینا تو پسند کرتے ہیں لیکن دینا شاذ و نادر ہی پسند کرتے ہیں۔

تو ہم ابھی بات کر رہے تھے ایک اچھے آغاز کا۔ آپ سب کے لئے سال کا آغاز بھی ایک شروعات ہے۔ اور ہر شخص ہمیشہ یہ چاہتا ہے کہ اُس کا پورا سال اس کی زندگی میں خوشیاں

Marfat.com

اور خوشحالی لاتا ہے۔ لیکن کیا آپ نے کبھی یہ دیکھا ہے کہ لوگ نئے سال کی آمد کو کس طرح سے مناتے ہیں ؟

یہ شرم کی بات ہے کہ اس موقع پر ان کا رویہ کس قدر نامعقول اور بے معنی سا ہوتا ہے۔ وہ اپنی خوشی کا اظہار بڑے شور شرابے اور ہلے گلے سے کرتے ہیں۔ وہ فقط کھانے پینے پر کافی رقم خرچ کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے سبقت لے جانے پر اپنی دولت لٹاتے ہیں۔

ایک محفوظ اور خوشحال نئے سال کے لئے ان کی دعا کا یہی طریقہ ہے۔ تو پھر وہ اس وقت شور کیوں مچاتے ہیں، جب آفات نازل ہوتی ہیں۔ بھوک بڑھ جاتی ہے، اور خون بہنے لگتا ہے۔ آنے والا ہر سال دنیا کو اس کے خاتمے کے قریب لے جا رہا ہے۔ اب ہر آنے والا سال وقت کے خاتمے کی نئی نشانیاں ساتھ لا رہا ہے۔ وہ خاتمہ جو آ کر ہی رہے گا۔

مجھے بتائیے کہ جب اس طرح کا کوئی خطرہ آپ کے سر پر منڈلا رہا ہو، جب ڈنک والی مکھیوں کا ڈبہ کھول دیا گیا ہو، جب وقت کی ڈوری ٹوٹ چکی ہو تو پھر کیا وجہ ہے کہ آپ لوگ اب تک اپنے تصورات کی دنیا میں رہ رہے ہیں، راحت کی ایک جھوٹی دنیا میں ؟

Marfat.com

کیا یہ طوفانِ نوح کے قصّے کی طرح نہیں ہے، جب پیغمبر، لوگوں کو آنے والے خطرے سے خبردار کئے جا رہے تھے۔ اپنی اُمّت کو اللہ کے عذاب سے آگاہ کر رہے تھے مگر انہوں نے اپنا طرزِ عمل نہیں بدلا۔ لیکن اُمّت نے کیا کیا؟

انہوں نے اُن کا مذاق اڑایا، اُن کی ہنسی اڑائی، خاص طور پر اس وقت جب وہ ایک کشتی بنا رہے تھے۔ اور وہ بھی ایک جنگل کے بیچ میں۔ یہ جانتے ہوئے کہ وہاں کوئی دریا یا سمندر قریب نہیں تھا اُن پر طنز کرتے تھے کہ جب ہم ڈوب رہے ہوں گے تو آپ اور آپ کے مُرید اس میں پناہ پا سکیں گے۔

لیکن کون اللہ کو روک سکتا ہے جب وہ ناممکن کو ممکن کر دکھانا چاہتا ہو؛ بے شک اُس کو تو بس "کُن" کہنا ہے۔ اور ناممکن ممکن ہو جاتا ہے۔ تو بس یہی سب اُس دن ہو گیا۔ اس کے "کُن" سے ایک تنور میں سے پانی اُبلنے لگا جیسے کہ سورہ ھُود میں فرمایا گیا کہ (سورۃ ھُود آیت ۴۰): "یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آیا اور تنُور اُبلا تو ہم نے فرمایا کہ کشتی میں سوار کر لے ہر جنس میں سے ایک جوڑا۔ نر اور مادّہ۔ اور جن پر بات پڑ چکی ہو، اُن کے سوائے اپنے گھر والوں، اور باقی مسلمانوں کو، اور اُن کے ساتھ مسلمان نہ تھے مگر تھوڑے۔"

Marfat.com

پیغمبر تو اپنی اُمّت کو گزشتہ ۹۵۰ سالوں سے خبردار کر رہے تھے۔ مگر ان کافروں کا بہرہ پن انہیں ان باتوں پر کان نہیں دھرنے دیتا۔ ان کا خیال تھا کہ وہ اللہ سے لڑ سکتے تھے کہ وہ اُس آفت کو روک سکتے تھے، جو اُن پر گرنے والی تھی اور وہ اللہ کے عذاب سے بچ سکتے تھے۔ اسی طرح حضرت نُوح علیہ السلام کے بیٹے کو بھی یہ خیال تھا کہ وہ آنے والے عظیم سیلاب سے بچ سکتا تھا۔

"اور پُکارا نُوح ؑ نے اپنے بیٹے کو اور وہ ہو رہا تھا کنارے: 'اَے بیٹے! سوار ہو ساتھ ہمارے اور مت رہ ساتھ مُنکرین کے' اور کنعان نے کہا کہ 'میں کسی پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا۔ اور وہ پہاڑ مجھے پانی کے سیلاب سے بچا لے گا' اور حضرت نوح نے کہا 'کوئی بچانے والا نہیں آج کے دن سے' اللہ تعالیٰ کے حُکم کے سوا۔ مگر جس پر وہ رحم کرے۔ اے بیٹے! آج کوئی باقی نہ رہے گا عذابِ الٰہی سے۔ سب غرق ہو جائے گا، سوائے اس کے جس پہ خدا رحم کرے"۔

اور پھر اللہ نے اپنا وعدہ پُورا کیا اور سب کو بہت بڑی موجوں نے نگل لیا۔ سوائے اُن چند ایمان والوں اور پاک بازلوگوں کے، اور اُن جوڑوں کے جنہیں کشتی میں سوار کیا گیا۔ یہ کشتی نُوح امن

Marfat.com

کی سواری تھی۔ اور وہ جو اُسے مضبوطی سے تھامے ہوئے تھی، انہیں بچالیا گیا، اور وہ جنہوں نے اس کا مذاق اڑایا وہ اپنے دردناک انجام کو پہنچ گئے۔

کیا آپ کو اس کہانی کی یکسانیت آج کے وقت میں دکھائی دیتی ہے؛ سالہاسال سے خبردار کرنے والے الفاظ گونج رہے ہیں۔ تمام انبیاء کرام نے اپنی اپنی اُمتوں کو خبردار کیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف خبردار کیا تھا، بلکہ آپؐ نے وقت کے خاتمے کی بہت ساری تفصیلات سے بھی آگاہ فرمایا تھا۔ یہ انتباعات اولیاء اکرام بھی کرتے رہے ہیں، اور وقت گزرنے کے ساتھ ان انتباعات کی شدت میں بھی تیزی آگئی۔ کیا آپ سب کو اس سیلاب کی گھن گرج سُنائی نہیں دے رہی۔ جو عنقریب ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لینے والا ہے؛ زور سے اُبلنے والے، تباہی پھیلانے والے، اُس پانی کی آواز صاف سُنائی دے رہی ہے، جو زمین سے بڑی قوت سے اُبل کر نکل رہا ہے۔

یہ تباہ کن سیلاب دراصل وقت کے خاتمے کا سیلاب ہے۔ وہ سیلاب جو اُن سب کو غرق کر دے گا جو خود کو انسان کہلاتے ہیں۔ بے شک وہ سب جو اس سیلاب کے وجود سے انکار کرتے ہیں وہ تو آسانی سے اس کا لقمہ بن جائیں گے۔ یہ سیلاب دجّال کا نیا

Marfat.com

عمرانی معاہدہ ہے۔ اس کے اس نظام کا سیلاب ہے جو اس دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے گا۔ اُن سب لوگوں کو ہڑپ کرے گا جن کے ایمان کو اس دنیا کی چمک دمک نے کمزور کر دیا ہے' اور ان سب کو بھی جنہوں نے اپنے ایمان پہلے سے ہی شیطان کو بیچ ڈالے ہیں تباہی کے اس دور میں دجّالی قوتوں کے اس سیلاب میں اللہ نے کشتیِ نوح کی طرح ایک سواری رکھ چھوڑی ہے جو تمام صاحبانِ ایمان، تمام مومنین اور مومنات کو بچائے گی۔ یہ کشتی، کشتیِ مصطفوی ہے۔

وہ کشتی جو اللہ کے پیارے رسول، اللہ کے جانِ ربّی، اللہ کے محبوب ﷺ کی ہے۔ یہ کشتی ایک نہایت خاص قسم کی کشتی ہے۔ اسے ایک نہایت مضبوط شے سے بنایا گیا ہے جو ہر قسم کے دباؤ اور سختیوں کو جھیل سکتی ہے' اور اس میں ذرہ بھر کمزوری پیدا نہیں ہوتی۔ یہ کشتی ایمانِ محمدی ؐ سے بنائی گئی ہے۔ اس کے بادبان سے اسے اس کی صحیح منزل کی جانب رہنمائی کرتے ہیں یعنی اللہ کی راہ کی طرف۔

اس کے بادبان قرآن وسنّت کی تعلیمات ہیں جو ہر وقت اس کشتی کو راہِ مستقیم پہ چلاتی ہیں۔ اس کشتی کا ایک بہت ہی قابل سالار ہے۔ جن کی دُوربین آنکھیں بہت دُور تک دیکھ سکتی ہیں۔ ان میں اس کشتی کو چلانے کی تمام تر علم اور اہلیت ہے اور جنہیں

Marfat.com

کسی خطرے کا خوف نہیں اور نہ ہی وہ دنیاوی آوازوں سے پریشان ہوتے ہیں ۔ یقیناً یہ سالار رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو اس کشتی کو چلا رہے ہیں ۔ آپؐ کے ہمراہ کئی خوبصورت ساتھی ہیں ، جن میں سب سے محبوب آپؐ کے اہلِ بیت اور صحابہ کرام ہیں ۔ یقیناً یہ سب ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں اور اُن سب کی مسلسل رہنمائی کر رہے ہیں جو اس کشتی پر سوار ہیں، اور اُن سب کو بھی بچاتے ہیں جو سیلاب کی خطرناک موجوں کی لپیٹ میں آکر عالمِ مایوسی میں مدد کے طلبگار ہوں ۔ صرف وہی اس کشتی پر بیٹھ سکتے ہیں جو اللہ اور اس کے پیارے رسولؐ کے سچے عاشق ہیں ۔ اس کشتی پر بیٹھنے کے لئے درکار پاسپورٹ کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ بندہ اہلِ بیت کا بھی سچا عاشق ہو اور خلوصِ دل سے صحابہ اور اولیاء کرام یعنی اللہ کے تمام عاشقین کا احترام کرتا ہو ۔

ہیں اہلِ بیتِ نبوی جیسے ہو نوحؑ کی کشتی
جو اُن سے ہوا وابستہ اُسے آفت کوئی نہ آئی
قدرت نے اُسے بھی امان دی یہ فیض ہے اُن کا سارا
میرے دل کو کرے گا روشن پنجتن کا ایک نظارا

اے اُمّتِ محمدیؐ ! آپ کو کون روک رہا ہے ۔ محبّت

کی اس کشتی میں بیٹھنے سے، عشق کی اس کشتی میں مصطفوی کی کشتی میں ؛ یقیناً یہ نُور سے مکمل منوّر ہے اور اس میں سکینت کا احساس موجود ہے ۔ وہ جو اس میں سفر کرتے ہیں اُن کو ایک خاص قسم کا کھانا کھلایا جاتا ہے، یعنی ذکر اللہ، جو عشق کے پیالوں میں موجود ہے اور جب اس ذکر کو سچے دل سے اپنا لیا جاتا ہے تو یہ ایک شراب میں تبدیل ہو جاتا ہے جو بالکل شرابِ طہور جیسی ہے، جس سے نہ فقط محبّت اور مسرت کا ایک شدید احساس پیدا ہوتا ہے، بلکہ اُس سے دنیا کی تمام غلاظت بھی صاف ہوتی ہے ۔

اس کشتی میں موجود تمام شرابوں میں ایک مختلف اور منفرد قسم کی شراب بھی ہے جس کو سب سے پہلے اہلِ بیتِ رسولؐ کے کچھ بہت ہی اہم رُکن نے چکھا تھا ۔ اس شراب کو شرابِ کربلا کہتے ہیں، اور یہ شراب ان خاص لوگوں کو پلایا جاتا ہے جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سچے عاشق ہیں ۔ شرابِ کربلا وہ شراب ہے جس کو سب سے پہلی بار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے محرم کے اُس دن پیا تھا، اور اللہ نے یہ مشروب ابد تک اُن تمام لوگوں کے لیے مہیا کیا ہوا ہے، جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے درد کو محسوس کر سکتے ہیں اور ان کے اہلِ بیت کے درد کو بھی ۔

آپ سوچ رہے ہوں گے کہ ایسا کون ہو سکتا ہے جس کا دل

Marfat.com

واقعۂ کربلا سے نہ دُکھتا ہو یا اس کے پیغام کو نہ سمجھتا ہو، لیکن یہ درُست ہے کہ وقت کے گزرنے کے ساتھ لوگ بڑی آسانی سے قربانیٔ حسین رضی اللہ عنہ کو بھُولنے لگے ہیں اور اُن میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اسے شہادت ہی نہیں مانتے۔ ان لوگوں کو شیطان نے گمراہ کیا ہوا ہے جو رسول اللہؐ اور ان کے اہلِ بیت کی محبّت کی اہمیت کو کم کرنا چاہتے ہیں۔

آئیے اُن لاعلم لوگوں کے کچھ دلائل پر نظر ڈالتے ہیں، جو سب سے زیادہ بدبخت ہیں۔ خارجی، جو عام طور سے دلائل پیش کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ یہ دراصل اقتدار کے لئے ایک جنگ تھی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو یہ جنگ لڑنے کا کوئی حق نہیں تھا کیوں کہ یزید کی نامزدگی اُن سب کے مشورے سے کی گئی تھی۔ جو اس وقت وہاں موجود تھے۔ (نعوذ باللہ)

اس کے جواب میں آیئے اس واقعہ کے تاریخی پس منظر کا جائزہ لیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد خلفائے راشدین کا انتخاب معروف مہاجرین اور انصار کی متفقہ رائے سے کی گئی تھی۔ یزید کے وقت بیشتر اکابر صحابہؓ انتقال فرما چکے تھے لیکن اُن کی اولاد وہاں موجود تھی جن میں سے کئی کو بھی صحبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف حاصل تھا۔ مثال کے طور پہ حضرت عبداللہ

Marfat.com

بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسین ابنِ علیؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت عبدالرحمن بن ابوبکرؓ یہ بزرگان نہ صرف متقی و پرہیزگار تھے، بلکہ ان کی انصاف پسندی، دیانت، اُن کا علم اور اُن کی سچائی بے عیب تھی۔

جب ایسے لوگ موجود تھے، تو یزید کو خلافت کا کوئی حق نہیں تھا۔ یہ معاملہ دراصل اس وقت شروع ہوا جب امیر معاویہ نے کوفہ کے گورنر مغیرہ بن شعبہ کو ہٹایا اور اس کی جگہ سعید بن آس کو گورنر مقرر کیا۔ جب مغیرہ کو اس کا پتہ چلا تو فوراً یزید کے پاس پہنچا اور کہا: "میں یہ نہیں جانتا کہ امیرالمومنین آپ کی بیعت کے لئے کیوں پس و پیش کر رہے ہیں۔ آخر آپ کسی سے کم تر تو نہیں ہیں۔"

جب یزید نے اپنے والد کو مغیرہ والی بات بتائی تو امیر معاویہ نے اُس کو بلا کے پوچھا کہ کیا اس نے وہ کچھ کہا تھا جو اُن کے علم میں لایا گیا ہے؛ اس کے جواب میں مغیرہ نے کہا: "کیا آپ نے دیکھا نہیں تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد کیا ہوا تھا؟ اس لئے بہتر ہے کہ آپ اپنی زندگی میں ہی اپنے بیٹے کو (خلافت کے لئے) نامزد کر دیں تاکہ زیادہ گڑبڑ نہ ہو۔"

Marfat.com

امیر معاویہ نے کہا: "اس عمل میں کون میری حمایت کرے گا؟
اس پر مغیرہ نے جواب دیا "میں اہلِ کوفہ اور اہلِ بصرہ کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ اس کے لئے زیاد ہی کافی ہے، اس کے بعد کوئی مخالفت نہیں کرسکتا"۔ تو اس طریقہ سے اپنے عہدے کو بچانے کی خاطر اُس نے تباہی کا یہ خیال امیر معاویہ کے ذہن میں بو دیا۔ اُسے کوفہ کے گورنر کے عہدے پر بحال کر دیا گیا۔ اور اس نے دس ایسے لوگوں کو ۳۰,۰۰۰ تیس ہزار درہم کی رشوت دی جن پر اُس کو مکمل بھروسہ تھا۔

یہ لوگ پھر امیر معاویہ کے پاس گئے اور یزید کی بیعت کے لئے درخواست کی۔ ان تمام معولات کے دوران بصرہ کے امیر زیاد اپنا جھکاؤ ظاہر کرنے سے گریزاں رہے کیوں کہ وہ یزید کے کردار سے واقف تھے۔ لیکن جب اُن کا ۵۳ ہجری میں انتقال ہوا تو امیر معاویہ نے یزید کے لئے بیعت لینے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے ایک لاکھ درہم حضرت عبداللہ بن عمر کے پاس ہدیے کے طور پر بھیج دیئے جو قبول کئے گئے۔ لیکن جب انہوں نے بیعتِ یزید کے بارے میں اُن سے بات کی تو ابنِ عمر نے کہا: "خوب اچھا! ان کا یہ مقصد ہے! پھر تو میرا دین بڑا سستا ہے"۔
اس کے بعد انہوں نے ہدیہ کی رقم واپس بھجوادی۔ پھر امیر معاویہ

نے مدینہ کے گورنر مروان بن حکم کو لکھا کہ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور مجھے خطرہ ہے کہ میرے بعد امّت میں جنگ برپا ہو گی۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ میں اپنا ولی عہد مقرر کر دُوں۔"

اس پر اہلِ مدینہ نے پوچھا کہ کس کو نامزد کیا جا رہا ہے جس پر مروان نے جواب دیا: "بے شک اللہ نے امیرالمومنین کو یزید کے بارے میں یہ بڑی اچھی رائے دی اور اگر وہ یزید کو خلیفہ بنا رہے ہیں تو بے شک ابوبکرؓ و عمرؓ نے بھی تو خلیفہ بنائے تھے"۔

اس موقع پر حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ نے بھی فرمایا:

"اے مروان! آپ نے درست نہیں کہا اور امیر معاویہ نے بھی غلطی کی ہے۔ آپ اُمّتِ محمدیہ کی بھلائی نہیں چاہتے۔ آپ خلافت کو قیصریت میں بدلنا چاہتے ہیں۔ یعنی جب ایک قیصر مرجائے تو اُس کی جگہ اس کا بیٹا قیصر بن جائے۔ یہ سُنّت نہ تو ابوبکرؓ کی ہے اور نہ ہی حضرت عمرؓ کی۔ انہوں نے اپنے بچّوں کو اپنا ولی عہد نہیں بنایا۔"

اس پر مروان نے عبدالرحمٰن کی گرفتاری کا حکم جاری کیا۔ لیکن اس وقت تک حضرت عبدالرحمٰن، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پناہ میں جا چکے تھے پھر اُس کے بعد سے حضرت امام حسینؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے یزید کو ولی عہد ماننے سے

Marfat.com

انکار کر دیا۔

آخر یزید کی بیعت ان صاحب کے لئے کیوں ناقابل قبول تھی؛ اس کی وجہ یہ تھی کہ یزید کا کردار اسلامی تعلیمات کے بکسر خلاف تھا۔ آخر یزید جیسا شخص دینِ اسلام کو کس طرح نافذ کر سکتا تھا، جو خود اس سے بہت دُور ہو، حتیٰ کہ یزید کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث شریف میں پیش گوئی کی گئی ہے کہ:

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا، "پہلا وہ شخص جو میرے طریقے کو بدلے گا وہ بنی اُمیہ سے ہوگا۔ جس کو یزید کہا جائے گا میری اُمت کی ہلاکت چند بے وقوف لڑکوں کے ہاتھوں سے ہوگی"۔"

یزید کا کردار مدینہ کے لوگوں کے ایک گروہ کی باتوں سے پتہ چلتا ہے جنہیں یزید کے چچازاد بھائی عثمان بن محمد نے یزید کے پاس بیعت کے لئے بھیجا تھا۔ انہوں نے کہا: "ہم ایسے شخص کے پاس آئے ہیں جس کا کوئی دین نہیں، وہ شراب پیتا اور تنبورا بجاتا ہے، گانے بجانے والے اس کے پاس بیٹھے گانے بجاتے رہتے ہیں، اور وہ کتّوں کے ساتھ کھیلتا رہتا ہے۔ ہم تمہارے سامنے گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے اس کی بیعت توڑ دی۔"

Marfat.com

ان ساری باتوں کو دیکھتے ہوئے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یزید ہی کے ذریعے اُمّت کی بربادی شروع ہوئی۔ سال ۶۱ ہجری کو کربلا میں اُس نے رسول اللہ کے جگر گوشے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور اُن کے معصوم بچّوں کو شہید کیا پھر اس نے ان کی لاشوں پر گھوڑے دوڑا دیئے۔ اس نے خیموں کو لوٹا اور رسول زادیوں کو اُونٹوں پر بٹھا کر شہر میں گھمایا اور پھر اُن سے کہا کہ وہ ابنِ زیاد اور یزید کے دربار میں پیش ہوں۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ اُس نے اہلِ بیت کی بہت زیادہ بے حُرمتی کی۔

سال ۶۲ ہجری کو ایک واقعہ پیش آیا، جس میں دس ہزار افراد، جن میں ۷۰۰ صحابہ کرام بھی شامل تھے، کو بے دردی سے شہید کیا گیا۔ تین دن تک یزیدیوں نے مدینہ منورہ کو قتل و غارت گری کے لئے جائز قرار دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر کی خواتین کی بے حُرمتی کرتے رہے۔

سال ۶۴ ہجری میں اُس نے مکہ پر حملہ کر دیا اور منجنیقوں کے ذریعے شہر پر پتھر پھینکے جن سے کعبہ کی دیواریں ٹوٹ گئیں۔ خلیفہ کی بات تو چھوڑ یئے۔ کیا آپ یہ تصوّر کر سکتے ہیں کہ کوئی صحیح عقل والا بندہ ایسا کام کر سکتا ہے۔ کیا اس بارے میں اللہ کا ارشاد کافی نہیں کہ: " اور یاد کرو جب کہ ابراہیم کو اس کے رب نے کچھ باتوں سے

Marfat.com

آزمایا تو انہوں نے وہ پوری کر ڈالیں۔ اللہ نے فرمایا میں تم پر لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ انہوں نے عرض کی اور میری اولاد میں سے۔ فرمایا: میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔ (سورۃ البقرہ: ۱۲۴)

اس کے معنی یہ ہیں کہ فاسق و فاجر خلافت کے عہدے کے قابل نہیں ہیں۔ اور یقیناً یزید انہیں میں سے ایک تھا کس طرح کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ سیاسی جنگ تھی بلاشبہ یہ جنگ صرف اس لئے لڑی گئی تھی کہ دین کو ایک ایسے شخص سے محفوظ کیا جائے جو اسلام کے خلیفہ ہونے کا حقدار ہی نہ تھا۔

کیا یزید اور اُس کے ساتھیوں کی اموات سب کے لئے ایک سبق نہیں ؛ آپ کربلا کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جاننے کو یقینی بنائیں تاکہ آپ ایسے غیر مخلص لوگوں کا مُنہ بند کر سکیں جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی عظیم شہادت کی اہمیت کو کم کرنا چاہتے ہیں۔ آخر جو کچھ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کیا تھا، وہ یقیناً صرف اللہ کی رضا کے لئے کیا تھا، جو عطا کرے گا انعام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور اُن کے عاشقوں کو اُن تحائف کے بدلے جو انہوں نے کربلا کے دن اللہ کو پیش کئے تھے۔

بلاشبہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت اللہ سے ہے۔ اور کسی کو بھی اس پر شک نہیں ہونا چاہیئے۔ اس کے بارے

Marfat.com

میں صحیح کہا گیا ہے کہ : ؎

شاہ است حسینؓ بادشاہ است حسینؓ

دین است حسینؓ دین پناہ است حسینؓ

آئیے سب مل کر دُعا کرتے ہیں : اے اللہ کریم! ہمارے گناہوں کو معاف فرما دے، ہمارے دلوں کو روشنی عطا فرما دے اور ہمارے ایمان کے نُور میں اضافہ فرما دے۔ اے اللہ کریم! ہمیں بھوکوں، بے گھروں، ضرورت مندوں اور یتیموں کی طرف دستِ شفقت بڑھانے کی توفیق عطا فرما دیں

اے اللہ کریم! ہمیں اچھے اعمال کی تعلیم دیں۔ بغیر بدلے، شکریہ یا احسان، بغیر منافقت یا واپسی کے گمان کے بغیر، بس خلوصِ دل کے ساتھ۔ اے اللہ کریم! ہمیں ایک لمحہ بھر کے لئے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح راہ سے بھٹکنے نہ دیں۔ ہمیں اپنے دینِ اسلام سے زیادہ سے زیادہ آگاہ رہنے کی توفیق عطا کریں اور ہمارے ایمان کو اتنا مضبوط بنائیں کہ ہم آپ کے دشمنوں کے ہر وار کا مقابلہ کر سکیں۔

اے اللہ کریم! دل کے خلوص اور سچائی کے ساتھ عمل کرنے کی توفیق دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے اور اُن کی تعلیمات سے ذرّہ بھر بھی انحراف کئے بغیر۔ اے اللہ کریم! ہمیں اپنی رضا

اور کرم سے نوازیں اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھیں اور ہمیں اپنی محبت کے قابل بنائیں۔

آمین

Marfat.com

۳۱ر دسمبر ۲۰۱۰ء (۱۴۹)

کارکنانِ اللہ

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو تمام لوگوں کا رب ہے۔ جو سارے لوگوں کا مالک ہے۔ جو تمام لوگوں کا الٰہی ہے اور جو سب لوگوں کا شر اور بد سے محافظ ہے۔ چاہے وہ شر اِنس کی طرف ہو یا جِنّوں کی طرف سے۔

درود و سلام اس نُور پر جو تمام دوسری تخلیقات سے پہلے پیدا کیا گیا تھا۔ اُن پر جو اللہ کے محبوبِ عظیم ہیں، اور اُس کے سب سے زیادہ عاجز عبد ہیں۔

سلام، رحمت اور برکتیں ہوں آپ کے لئے اور آپ کے چاہنے والوں کے لئے۔ سلامتی ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اُمتیوں کے لئے جو آج کے پُرفتن دور میں بھی اُن سے سچے اور باوفا ہیں۔

اللہ اپنے کارکنان سے بے انتہا محبّت کرتے ہیں۔ اُن سے جو ہر وقت بارگاہِ الٰہی میں موجود ہیں اور ہر وقت ہر حکم ماننے اور

کام کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ یہ کارکن ہر جگہ موجود ہیں۔ کوئی ظاہری اور کوئی پوشیدہ طور سے۔ کچھ لوگوں کو اپنی حدوں کے بارے میں علم ہے اور کچھ کو تو یہ تک معلوم نہیں کہ وہ اللہ کے کارکن ہیں۔ اس کے باوجود وہ اپنے کام کئے جارہے ہیں۔

بے شک یہ اللہ کے طریقے ہیں اور یہ اُسی پر ہے کہ وہ کس کا چناؤ کرتے ہیں اور کسے اپنے کام سونپ دیتے ہیں۔ اللہ کا کارکن بن جانا ایک عظیم اعزاز ہے۔ یہ اس کی طرف سے دی ہوئی ایک نعمت ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ اُن کے لئے اللہ کے دل میں ایک خاص جگہ ہے۔

جب ایک بار آپ اس کا کارکن بن جاتے ہیں، تو آپ کی زندگی مکمل طور سے تبدیل ہو جاتی ہے۔ آپ کی ترجیحات تبدیل ہو جاتی ہیں اور آپ کی سختیوں میں وسعت آجاتی ہے۔ پہلے آپ کی زندگی جو آپ کے اپنے اور آپکے گھرانے کے گرد گھومتی تھی، اب اُن کی ترجیحات مختلف ہو جاتی ہیں۔

آپ کی ذات آہستہ سے ختم ہونی شروع ہو جاتی ہے اور یہ دنیا سے دُور ہوتی چلی جاتی ہے۔ پہلے جو چیزیں آپ کی دلچسپی کا باعث ہوتی تھیں اب اُن میں آپ کے لئے کوئی دلکشی باقی نہیں رہتی۔ آپ کے پُرانے دوست جو ہو سکتا ہے اب بھی ہوں، اب اُن کی

گفتگو آپ کو متاثر نہیں کرتی ہوگی اب آپ کے آرام کا نقطہ نظر بھی بدل جاتا ہے اب آپ تنہائی کو زیادہ پسند کرنے لگتے ہیں اور آپ کی تسبیح و تہلیل سے آپ کو زیادہ راحت ملتی ہے۔

اللہ کے بیشتر کارکن محسوس کرنے لگتے ہیں کہ اُن کی نماز بھی تبدیل ہو رہی ہے پہلے نمازیں ایک معمول کا کام ہوتی تھیں ، اسی طرح اُن کی حمد و ثنا بھی ایک عام کام کی طرح ہوتا تھا اور اُن کے دینی کاموں میں زیادہ وقت نہ لگتا تھا۔ لیکن جب اللہ کسی کو اپنا کارکن ہونے کے اعزاز سے نوازتا ہے تو پھر ایک بالکل نئی دُنیا اس کے سامنے اُبھرتی ہے، یہ مادی دنیا اپنی چمک کھو بیٹھتی ہے تو پھر اس کی چمک ان کے سامنے بے حیثیت ہو جاتی ہے۔

اُس کی داخلی ذات کسی اور کی تلاش شروع کرتی ہے ایک نیا احساس ان میں جاگنا شروع کرتی ہے۔ ایک عجیب سی کشش اُس کے دل کو کھینچتی ہے اور ایک عجیب قسم کی تڑپ اُس کے وجود میں محسوس ہوتی ہے۔ اب وہ اللہ کے نام سے ایک سکون سا محسوس کرنا شروع کرتا ہے یہ عجیب بات اُس کے لئے اس لئے ہے کہ پہلے جب وہ اپنی تسبیحات پڑھتا تھا، تو اس میں کوئی احساس یا جذبہ نہیں ہوتا تھا۔

Marfat.com

لیکن اب ہر ایک "اسم" جو یہ کہتا ہے اپنی تسبیح کے ساتھ، تو یہ اُس کے دل کو کھینچتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ "اسم" زندہ ہیں اور اُس کے دل کو ایک سنسنی، ایک شدید احساس، ایک مسرت وشادمانی مہیا کرتے ہیں اور ایسا کیوں نہ ہو؟ آخر یہ "اسم" اللہ کے تو ہیں، جو زندہ وجاوید ہے اور وہ سب کچھ سُنتا ہے جو بھی کہا جاتا ہے۔

وجد ونشاط کی یہ نئی دُنیا کارکنان کو زیادہ ظاہر ہونے لگتی ہے، اُن کا ذکر زیادہ طاقتور ہو جاتا ہے، اور نمازیں زیادہ پُرسکون اور خوبصورت ہو جاتی ہیں۔ اب وہ دھیرے دھیرے اُس شراب کو پینا شروع کرتے ہیں جو اللہ کے سب عاشقوں کے لئے ہے۔ جیسے کہ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ:

"میں سو بار مرا اور پھر یہ سیکھا
آپ کی مہک آئی اور میں زندہ ہو گیا۔
میں نے اپنی زندگی سو بار دی اور ناکام رہا، میں نے آپ کی آواز سُنی اور میں پھر سے زندہ ہوا۔ میں نے ایک جال پھیلایا محبّت کے شاہین کو پکڑنے کے لئے (لیکن) دل کی گہرائی میں اُس نے میرے دل کو پکڑا اور چلا گیا۔"

اللہ کے عاشق مرا نہیں کرتے۔ وہ اللہ کے لئے جیتے ہیں اور اُس کے اندر ہی زندہ رہتے ہیں۔ وہی اُن کا مقام ہے۔ جب کوئی آ

Marfat.com

کر کہے کہ "؛ اے اللہ! میں آپ سے محبت کرتا ہوں' تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ اس شخص سے دُور یا علیحدہ رہے؟ یہی وجہ ہے کہ ایک عاشق کبھی نہیں مرتا۔ حتیٰ کہ وہ اس دنیا میں بھی ہو۔ تو اس کا نام آسمان کو چمکا دیتا ہے، اُن کا وجود دُنیا کو سکون بخشتا ہے، اور اُن کا وجود اپنے اطراف ایسی مثبت قوت بکھیرتا ہے کہ منفی قوتیں غائب ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔

آخر جب سُورج اُبھرتا ہے تو کیا تاریکی باقی رہ سکتی ہے؛ اللہ کے یہ عاشق اللہ کے نُور ہیں جو اس دنیا کو رہنے کے لئے آسان تر بناتے ہیں۔ اس دنیا کے بوجھ کو ہلکا تر بناتے ہیں اور زیادہ قابلِ انتظام بناتے ہیں۔

تو یہ ہے اللہ کے کارکنان کا اصل کام۔ وہ اس دُنیا کے لئے زندہ نہیں ہیں لیکن اُن کے کام اس دنیا کے لئے ہیں۔ وہ ایک خاص قسم کے کارکن ہیں، یعنی وہ کارکن جو اللہ کی آواز ہیں۔ اللہ کی تبلیغ کے لئے وہ ظاہر ہوتے ہیں، یہ اللہ کے ولی اور ولیائیں ہیں اللہ کے محبوب ترین دوست جو ہر وقت اللہ کے ساتھ ہوتے ہیں۔ وہ سب کے لئے ہیں، چاہے مسلم ہو یا غیر مسلم۔

کوئی بھی اُن کے پاس جا سکتا ہے اور اُن کی موجودگی سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ ان کا میٹھا برتاؤ، ان کا اعلیٰ کردار، اور اُن کے

نرم الفاظِ حکمت اور حق کئی دلوں کو تبدیل کرتے ہیں۔ اب جب کہ وقت کا اختتام قریب ہے، آپ دیکھیں گے کہ ایسی کئی ہستیاں پوشیدہ ہو چکی ہیں۔ لیکن اگر آپ کو جب کبھی بھی اللہ کے کوئی اولیاء نظر آئیں تو بس اُن کا ہاتھ مضبوطی سے تھامئے اور پھر اُس ہاتھ کو کبھی نہ چھوڑیئے۔

پھر کچھ اور قسم کے کارکن بھی ہیں جو دوسرے کارکنان کے ساتھ اللہ کے روحانی نظام کو چلا رہے ہیں۔ ان لوگوں کو اپنی پوشیدگی سختی سے قائم رکھنی ہوتی ہے۔ اور عام لوگوں کے آگے اپنا عہدہ مکمل طور سے چھپانا ہوتا ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی ریڑھی والا ہو جس سے آپ سب سیب خرید رہے ہوں، یا کوئی مکینک ہو جو آپ کی گاڑی ٹھیک کر رہا ہو، یا ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی آفیسر ہوں جن سے آپ بات کر رہے ہوں۔ یہ کام کرنے والے لوگ دنیا کے لوگ ہیں۔ لیکن اُن میں سے کچھ ایسے ہو سکتے ہیں جو رُوحانی دنیا کے کارکن بھی ہوں، جو اپنے اللہ کے لئے خاموشی سے کام کر رہے ہوں۔

یہ دربارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اکثر و بیشتر آنے جانے والے لوگ ہیں یا وہ بھی ہو سکتے ہیں جو دوسرے روحانی کارکنان احکامات پہنچانے والے ہوں جو اُن کے سربراہ ہوں ان کا کام اس قدر خاموشی سے ہوتا ہے کہ اُن کے اہلِ خانہ کو پتہ نہیں ہوتا کہ اُن

کا کردار کیا ہے ۔

یہی وجہ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ آپ ہر ایک سے عزت و احترام سے ملیں چاہے اُس کی عمر کم، یا رُتبہ کچھ بھی ہو۔ آپ کس طرح جان سکتے ہیں کہ اللہ کے دربار میں ان کا رُتبہ کیا ہے؟ یہ ہے اچھے اخلاق کا سبق جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو سکھایا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے آپ سب نے اُن کی تعلیمات کو بھلا دیا ہے۔ اب تو یہ ایک نایاب منظر ہے کہ کسی مسلم کی آنکھیں حیاء سے نیچے ہوں۔ اُس کی آواز عاجزانہ اور شائستہ ہو اور ادب آداب اس کے کامل ہوں۔

آپ ہمیشہ پائیں گے کہ یہ ایسے لوگ ہیں جو سچائی سے اپنے نبیٔ محترم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے ہیں۔ اور زندگی بھر اُن کی اتباع کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ ایک اور خاص قسم کے کارکن ہیں۔ جو تبلیغ میں نمایاں بھی نہ ہوتے ہوں، یا وہ روحانی کارکن بھی نہ ہوتے ہوں۔ لیکن وہ لوگ اللہ کے وہ عاشقین ہیں جو ہر وقت صراطِ مستقیم پر رہنا چاہتے ہیں، اور سب کچھ کرنا چاہتے ہیں جس سے وہ اپنے اللہ کو راضی اور خوش کر سکیں۔

اُن کی زبانیں ذکر اللہ کرتی نہیں تھکتیں، اور اُن کی جبینوں پر سجدوں کے محراب موجود ہیں اور اُن کے قلوب ہر وقت اللہ کی حضوری

Marfat.com

میں رہتے ہیں۔ اُن کے رات و دن عبادتِ الٰہی میں بسر ہوتے ہیں۔ اس قسم کے کارکن شاید یہ جانتے بھی نہ ہوں لیکن اس دُنیا کے توازن کو قائم رکھنے کی ذمہ داری اُن کی ہے۔ اُن کی مثبت قوت ہر وقت منفی قوت کے خلاف کام کر رہی ہے۔ اور اُن کا نُور اس دنیا کی تاریکی کو کم کرتا ہے۔ یہ اس دنیا کے صالحین اور متقین ہیں۔ اور بلاشبہ اللہ کے دل میں اُن کے لئے ایک خاص جگہ ہے۔

کارکنوں کی یہ تین اقسام، ہو سکتا ہے مختلف کام کرتی ہوئی نظر آئیں، لیکن ایسا ضروری نہیں ایک کارکن دوسرے کارکن کا کام نہ کرتا ہو۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ایک تبلیغ کرنے والا کارکن رُوحانی کارکن بھی ہو سکتا ہے یا صالحین بھی۔ یہ صرف اللہ ہی جانتا ہے کہ اس کا نظام کس طرح چلتا ہے۔ اور یہ اُس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو اس نظام کی نگرانی کرتے ہیں۔

اللہ کے عاشقین کا ایک بہت ہی خاص گروہ ہے بہت ہی خاص لوگ، جو ہر وقت اللہ کے ان تینوں نظاموں کا کام کرتے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ سب ایک ہی وقت میں مبلغ، روحانی کارکن صالحین اور متقی ہیں۔ اس گروہ کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت ہیں۔ ان کے اہلِ خانہ اور

Marfat.com

اُن کے دوست ۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ ہمیشہ ابلیس کے ہدف رہے ہیں ۔ اور اپنی حیات کے دوران اکثر زیادتی اور سختیوں کا شکار رہے ہیں ۔

اہلِ بیت یہ جانتے تھے کہ انہیں یہ سہنا ہے ۔لیکن انہوں نے کامل طور سے اللہ کی رضا کے آگے سرِتسلیم خم کئے رکھا ۔ یہی سبب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے اور اہلِ بیت نے صدیوں سے خون کی قربانی دی، تاکہ اللہ کا دین اس دُنیا کو روشن کرتا رہے ۔ آپ اس کو اس طرح سمجھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دینِ اسلام کا ایک چھوٹا سا پودا لگایا تھا، جو اُس وقت نہایت ہی چھوٹا نظر آتا تھا۔ لیکن اس کی جڑ بڑی مضبوط اور پھیلی ہوئی تھی ۔

اس پودے کی آبیاری اور حفاظت بڑی محبّت اور خیال داری سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور اہلِ وعیال نے کی ۔ جیسے کہ آپ سب جانتے ہیں کہ پودوں کی نشو ونما کے لئے تین بنیادی ضرورتیں ہیں ۔ یعنی سوُرج کی روشنی، غذا اور پانی دینِ اسلام کے پودے کو روشنی ہر وقت اللہ کے نوُر سے ملتی رہی ہے ۔ قرآن سے غذا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبّہ سے اور آپؐ کی سُنّت سے جو چلتا پھرتا قرآن تھے ۔

Marfat.com

اس اُسوۂ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی تمام مومنین اور مومنات تواتر سے کرتے آئے ہیں۔ جس کے باعث یہ پودا روز افزوں بلند اور مضبوط تر ہوتا گیا۔ اُس وقت جو پانی اس خوبصورت پودے کے لئے درکار تھا وہ زیادہ تر اشکِ رسولؐ اور اشکِ صحابہؓ سے مہیا ہوا۔ یعنی رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اُن کے دوستوں اور تمام مومنین کے اشکوں سے جو انہوں نے یادِ الٰہی اور عشقِ الٰہی میں بہائے تھے۔

یہ وہ وقت تھا جب اس پودے سے نئی اور مضبوط شاخیں پیدا ہو رہی تھیں اور اس کے نئے چمکدار پتے اُسے زیادہ نمایاں کر رہے تھے۔ پھر خلفائے راشدین کے دور میں اس کی شاخیں دوسرے ملکوں تک پھیل گئیں۔ جیسے کہ روم، شام، ایران اور عراق وغیرہ تک۔ اور دنیا کے دور دراز کے لوگ اس کے وجود سے آشنا ہونا شروع ہو گئے۔

مگر اس نوجوان درخت کی عمر کے صرف ۳۰ سال میں ایک وقت ایسا آیا کہ تاریکی نے اس ننھے سے درخت پر ایک زبردست حملہ کیا۔ دینِ اسلام کا وہ درخت جس کی آبیاری، پرہیز گاری خلفائے راشدین کے مقدس قواعد نے کی تھی اُسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے فوراً ہی بعد ملوکیّت سے خطرہ پیدا ہوا۔ ملوکیّت یا

Marfat.com

بادشاہت کا مطلب یہ ہے کہ ریاست کا نظام اور وراثت کے طور پر منتقل ہوتا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ باپ کے مرنے پر خلافت بیٹے کو منتقل ہو جاتی ہے۔ بغیر یہ دیکھتے ہوئے کہ وہ شخص کس قسم کا ہے۔

یہی وہ وقت تھا کہ کوئی اس کے خلاف اُٹھتا اور اُن ہاتھوں کو روکتا جو اس ننھے درخت کو جڑوں سے نکالنے کے لئے بڑھ رہے تھے۔ اس وقت جو کچھ ہو رہا تھا وہ اللہ کے دو بہت ہی خاص کارکنان کو واضح طور پر دکھائی دے رہا تھا۔ اللہ کے بڑے ہی خاص عاشقین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو۔

پہلے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اس مسئلے پر توجہ فرمائی اور اس کو ایک صلح نامے کے ذریعے حل کیا۔ تاکہ مسلمانوں کا خون بہنے سے بچ جائے اور مسئلہ پُرامن طریقے سے حل کرایا جائے لیکن آپؓ نے اُن ہاتھوں کو فقط وقتی طور پر روکا۔ اور ان کی شہادت کے فوراً ہی بعد سے، اس درخت پر فوراً ہی حملہ کیا گیا۔ لیکن اس بار ایک ایسے شخص کی طرف سے جس کی آنکھوں پر دُنیا کی پٹی چڑھی ہوئی تھی اور جس کی خواہشات اس کے اپنے نفس کے تابع تھیں، وہ شخص یزید تھا جو اس درخت کو اس کی جڑوں سے اکھاڑنے پر آمادہ تھا۔ یہ

Marfat.com

ہی وہ وقت تھا جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہلِ خانہ کو آگاہ کر دیا تھا۔

وہ وقت جب اس ننھے درخت کو اشکوں کی زیادہ سے زیادہ ضرورت تھی۔ پانی کے بدلے میں اُسے خونِ حسین رضی اللہ عنہ کی ضرورت تھی جو اُسے دوبارہ جِلا دے گا۔ اور ہُوا بھی یہی۔ آپ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ۷۲ ساتھیوں کے لہو نے اس درخت کو بلند تر اور مضبوط تر بنا دیا۔ اور اس نے اس کو زمین میں زیادہ مضبوطی سے کھڑا کر دیا۔

خونِ حسین رضی اللہ عنہ سے یہ درخت نہ فقط اس دُنیا میں مضبوطی سے قیامت تک برقرار رہے گا۔ بلکہ اس سے ایک عجیب دریا بہنا شروع ہوا ہے جسے دریائے کربلا کہتے ہیں اِس دریا کا بہنا اُن ۷۲ معصومین کے خون سے ہوا لیکن صرف ۷۲، شہید کیوں؟ کیا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بھی ایک شہید نہ تھے؟

اے اُمتِ محمدی! کیا آپ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ انہوں نے کربلا میں دیکھا تھا، اس کے بعد وہ زندہ تھے۔ ان سب نے شہادت کا درجہ حاصل کر لیا تھا۔ چاہے وہ کربلا میں شہید ہوئے تھے یا قدرتی موت سے دوچار ہوئے تھے۔ ان ۷۲ معصومین کے

خوں سے اُن اہلِ بیت اور عاشقین کا لہو اور اشکوں کو بھی شامل کیا جاتا ہے، جو ہر سال اسلام کے نام سے مارے جاتے ہیں۔

قیامت کا دن اس دریا کا ظہور دکھلائے گا، جو عرشِ مولیٰ سے میدانِ حشر کی طرف بہے گا اور جو اللہ سے اپنے جلال کے ساتھ انصاف طلب کرے گا۔ وہ دن انصاف کا دن ہوگا، وہ دن اللہ کے عاشقین کا دن ہوگا۔ وہ دن جب حق ظاہر ہوگا اور انصاف دیا جائے گا۔ اس دریا کے ایک ایک بوند کا حساب لیا جائے گا انشاء اللہ!

میری دعا ہے کہ ساری تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ اس "اوّل" کے لئے جس سے پہلے کوئی اوّل نہیں تھا اور اس "آخر" کے لئے جس کے بعد کوئی آخر نہیں ہوگا۔ حمد وثنا اس خدا کے لئے جس نے ہمیں اپنے بارے میں سکھایا سمجھایا، للہ ہمارے دلوں کو اس شکر کی توفیق عطا کر جو آپ نے ہم پر علم کے دروازے کھولنے کے لئے احسان کیا، اپنی توحید پر ایمان بخشنے کے لئے اور آپ کے احکامات ماننے کے سلسلے میں کیا۔

ہمیں ان عاشقین کی صحبت عطا کر جن کی زبانیں آپ کی تعریف میں ہر وقت تر رہتی ہیں۔ اے اللہ کریم! برزخ کی اس تاریکی کو روشن فرما دیجئے۔ جو ہمارے مرنے کے وقت سے یومِ حساب کے درمیان میں معلق ہے۔ اور ہمارے حشر کو آسان بنا دے۔ ہم پر

Marfat.com

کر

دیجیے۔

اے اللہ کریم! ہمیں ہر رحمت کے عطا کرنے کے وقت آپ کی حمد و ثناء کی توفیق دے۔ ہماری سچی عبادت سے ہمیں مغفرت ملنے میں مدد ملے۔ یہ سب ہماری جنت الفردوس تک جانے کا ذریعہ بنیں۔ تعریف ہو اُس اللہ کے لئے جس نے ہمیں اپنا پیارا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بخشا ہے۔ اور اُن کے وسیلے سے اُن کے اہلِ بیت۔

اے غم و پریشانی دُور کرنے والے! اے مہربان! اس دُنیا میں اور اُس دنیا میں اور دونوں جہانوں میں رحم کرنے والے ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اہلِ بیت پر رحمتیں برسا۔ اے اللہ کریم! ہمیں حق پرستی کی حالت میں موت نصیب فرما دیجیے۔ اے اللہ کریم! ہمیں خلوصِ دل سے آپ پر ایمان کی توفیق عطا فرما دیجیے۔ ہمیں وہی خوف عطا کر دیجیے جو متقیوں کو آپ سے ہے۔ ہمیں جسمانی اور قلبی صحت سے نواز دیجیے۔ اپنے فضل اور رحمت سے ہمیں گمراہ کن ترغیبات سے بچائے رکھیئے۔ لاکھوں، اربوں، کھربوں درود و سلام ہوں آپ کے پیارے رسولؐ پر اور اسلام کے تمام شہدأ پر، بالخصوص شہدائے کربلا اور اہلِ کربلا پر۔ آمین

صدائے عرشِ بریں

زیرِ سرپرستی: عاشقِ رسول، شاہِ شاہاں، خواجۂ خواجگان، قطب العالم،
فقیرِ بے بدل، فقیرِ بے مثال، فقیرِ محمدی، فقیرِ فانی فی اللہ باقی باللہ

حضرت خواجہ شاہ محمد افضل

قادری چشتی (صابری نظامی)، قلندری المعروف افضل سرکار رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com